منهج الأنبياء فى الدعوة الى الله
فيه الحكمة والعقل

دعوت الی اللہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کا منہج
اپنانا ہی عقل وحکمت کا تقاضہ ہے

(طبع ثانی)

فضیلۃ الشیخ ربیع بن ہادی المدخلی حفظہ اللہ

اہم نوٹ

کتاب ھذا ایک آن لائن کتاب ہے جو ویب سائٹ اصلی اہل سنت ڈاٹ کام کے لئے شائع کی گئی ہے۔ اس کتاب کو خصوصی طور پر انٹرنیٹ پر رکھنے کے لئے مرتب کیا گیا تا کہ اس کی با آسانی نشر و اشاعت ہو سکے۔ فی الوقت ہمارے علم کے مطابق اس سے پہلے طبع ثانی کا یہ مکمل ترجمہ و ترتیب اس کی اصل عربی سے کہیں اور موجود نہیں۔ چونکہ اس کتاب کو مفت آن لائن تقسیم کے لئے جاری کیا جا رہا ہے لہذا اس کی ذاتی یا تبلیغی مقاصد کے لئے پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذریعہ سے محض اس کے مندرجات نشر کرنے کی اجازت مرحمت کی جاتی ہے لیکن اسے منافع کمانے کے لئے چھاپنے (پبلش) کرنے کی اجازت نہیں الا یہ کہ اصل پبلیشرز سے پیشگی اجازت طلب کی جائے اور اس کی اجازت دے دی جائے۔

نام کتاب : دعوت الی اللہ میں انبیاء کرام کے منہج کو اپنانا ہی عقل وحکمت کا تقاضہ ہے (طبع ثانی)

مؤلف : فضیلۃ الشیخ ربیع بن ہادی المدخلی حفظہ اللہ

مترجمین : محمد انور محمد قاسم سلفی اور طارق علی بروہی

نظر ثانی اور تصحیح : طارق علی بروہی

صفحات : ۱۹۷

ناشر : اصلی اہل سنت ڈاٹ کام، مکتبہ احیاء منہج السلف

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ طبعِ ثانی

الحمد للہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ وعلی آلہ وصحبہ ومن اتبع ھداہ۔

امابعد:

تمام تعریفیں اللہ تعالی کے لئے ہیں باکثرت، بابرکت اور پاک تعریفات ہر اس نعمت پر جو اس نے مجھ پر فرمائی اور میں ان نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتا ہوں اور اس کی ثناء بیان کرتا ہوں حالانکہ میں اس کی حقیقی ثناء خوانی کا حق ادا نہیں کر سکتا اور نہ ہی کسی اور میں یہ صلاحیت ہے۔

اللہ تعالی کی مجھ پر نعمت اور فضل وکرم میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے مجھ جیسے کمزور کو یہ توفیق عنایت فرمائی کہ میں اپنی طاقت بھر حق بات کا اظہار کروں خواہ وہ کتاب کی صورت میں ہو یا دوبدو سامنا ہو۔ پس میں اس کا ایسا شکر ادا کرتا ہوں اور ایسی حمد بیان کرتا ہوں کہ جو زمین وآسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کو بھر دے، اور اس سے یہ بھی دعاء ہے کہ مجھے اس پر ثابت قدمی عطاء فرمائے یہاں تک کہ میں اس سے ملاقات کروں اس حال میں کہ وہ مجھ سے راضی ہو، ساتھ ہی میں توفیق مزید، حفاظت ورعایت کا سوال کرتا ہوں۔ میں یہ بھی نہیں بھولا (الحمدللہ) کہ جب میری کتاب "منہج الانبیاء فی الدعوۃ الی اللہ فیہ الحکمۃ والعقل" شائع ہوئی تو ہر سچے مسلم نوجوان نے انتہائی خوشی ومسرت سے اس کا استقبال کیا۔ کیونکہ یہ کتاب ان کے سامنے دعوت انبیاء کا مکمل خاکہ اس طرح کھینچ کر رکھ دیتی ہے کہ گویا نصف النہار کے چمکتے سورج کی مانند ہو جو اس پر سے ایسے قلم کاروں کی ہر قسم کی ہیر پھیر، تحریف وتلبیس کو زائل کر دیتی ہے جو انسانی جسموں میں شیطانی دل رکھنے والے ہیں۔ جن کا اس کے سوا کوئی سروکار نہیں کہ لوگوں کو اپنے اور اپنے پر فریب نعروں کے گرد جمع کیا جائے، خواہ یہ اجتماع روافض ومنافقین کی صورت میں ہو یا گمراہ خوارج وقبر پرست غالی صوفی ملحدوں کی شکل میں ہو، چاہے عوام وسادہ لوح لوگ ہوں یا بیچارے جاہل گروپ وجماعتیں ہوں۔ انہیں اس بات کی قطعاً پرواہ نہیں ہوتی کہ ان کے اور ان کے بلند بانگ نعروں کے گرد جمع ہونے والے اس قسم کے اجتماع سے دنیا وآخرت میں انہیں کتنے بھیانک نتائج سے دوچار ہونا پڑے گا۔

کیونکہ ان کا حال ایسا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا: "دُعَاةٌ عَلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا

قَذَفُوهُ فِيهَا"[1] (جہنم کے دروازوں کی طرف بلانے والے داعیان ہوں گے، جو ان کی طرف مائل ہو گا وہ اسے بھی جہنم رسید کروادیں گے)۔ اس لئے بھی کہ یہ امت کے سب سے بڑے خیر خواہ، صادق وامین رسول اللہ ﷺ نے جیسا کہ ان کا وصف بیان فرمایا: "الشَّيَاطِينُ فِي جُثْمَانِ إِنْسٍ"[2] یعنی انسانی روپ میں شیطان ہیں۔ ورنہ کیا سبب ہے کہ انہوں نے اور ان کے ڈگر پر چلنے والوں نے اس واضح وروشن منہج انبیاء سے دوری اور شذوذ اختیار کیا ہے جسے قرآن کریم نے بڑے واضح انداز میں ان (انبیاء) کی شریعت و منہج بتلایا ہے، جو کہ دین خالص کے سوا کچھ نہیں یعنی اللہ تعالی کی توحید اس کے اسماء وصفات، اس کی ربوبیت اور اس کی الوہیت وعبادت میں ساتھ ہی ہر قسم کے طاغوت (جس کی اللہ تعالی کے سوا عبادت کی جاتی ہے) کا انکار۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ (النحل: ٣٦)

(ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا (جس نے سب سے پہلے یہ دعوت دی) کہ (ایک) اللہ کی عبادت کرو، اور طاغوت (کی عبادت) سے بچو)

اور فرمایا:

﴿ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ﴾ (الانبیاء: ٢٥)

(ہم نے آپ سے پہلے بھی جتنے رسول بھیجے ان کی جانب یہی وحی فرمائی کہ بے شک میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، پس تم صرف میری ہی عبادت کرنا)

آپ سلفی دعوت کے علاوہ کسی بھی فرقے اور جماعتوں کی دعوت کا تجزیہ کیجئے کیا آپ کو ان کے یہاں اس روشن منہج انبیاء کا کوئی اثر تک نظر آتا ہے ان کی مدارس، افراد اور جماعتوں میں؟، اگر آپ واقعی سچے ہیں تو ذرا اس کی نشاندہی تو فرمائیں۔ البتہ میں تو ان تمام فرقوں اور جماعتوں میں اس (سلفی) منہج اور اس کے اہل (سلفیوں) کے خلاف ایک خونی جنگ کے سوا،

[1] صحیح بخاری ٦٥٨٤، صحیح مسلم ٣٤٤٠

[2] صحیح مسلم ٣٤٤١

اس منہج اور اس کے اہل کے استخفاف و مذاق اڑانے کے سوا، اس منہج اور اس کے اہل سے بغض و عداوت کے سوا اور (اس منہج کے مخالف) منحرف و گمراہ دعوتوں اور ان کے اہل کی پزیرائی اور احترام کے سوا کچھ نہیں پاتا۔ اور یہ آخری بات آپ ان لوگوں سے بہت سنیں گے اور دیکھیں گے جنہوں نے فی زمانہ بظاہر سلفیت (اہلحدیثیت) کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے حالانکہ وہ اس کے مخالفین کے زیادہ ہمدرد ہیں اور ان کے مابین ایسے ایسے مضبوط روابط و تعلقات ہیں جنہیں اللہ تعالی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

بعض وہ لوگ جو (اسلامی حکومت کی اقامت کے نام پر) بدعات، خرافات اور گمراہی (تک) کی حکومت کے عاشق ہیں ان کا یہ گمان ہے اور کیا ہی برا گمان اور افتراپردازی ہے کہ میں دین اور حکومت (یا دین وسیاست) میں تفریق کرنا چاہتا ہوں اور میں حاکمیت الہی میں نزاع پیدا کرنا چاہتا ہوں!

﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا﴾ (الکھف: ۵)

(کتنا برا کلمہ ہے جو ان کی زبان سے نکلتا ہے، یہ تو محض جھوٹ بولتے ہیں)

کیونکہ اس کتاب نے انہیں ناراض کیا اور ان کی پرفریب دعوتوں کا جو اسلام و نصوصِ توحید خصوصاً دعوتِ انبیاء کی تحریف پر مبنی ہیں کا پردہ چاک کیا، اور رافضی حکومت کی اقامت کو خوش آمدید کہنے میں ان کی ہاں میں ہاں نہیں ملائی، اور نہ ہی ایسی (نام نہاد اسلامی) حکومتوں کی اقامت میں ان کی موافقت کی جو مزارپرستی اور اولیاء کرام کے بارے میں اس اعتقاد پر قائم ہیں کہ وہ غیب کا علم رکھتے ہیں اور کائنات میں تصرف فرماتے ہیں۔ ان مذکوہ بالا دعوتوں کی اقامت حکومت میں موافقت نہ کی، ساتھ ہی اس گمراہ و شرکیہ جدید سیکولرازم جس نے بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے کی بھی موافقت نہ کی۔

الحمدللہ اس کتاب نے واضح کیا کہ سچی اور بااعتماد دعوت وہی ہے جو دعوت الی اللہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کا منہج اپناتی ہے، اور جو حکومت اس صحیح منہج پر قائم ہو وہی حقیقی اسلامی ریاست ہے۔ اگرچہ یہ کتاب ایک خاص موضوع یعنی دعوت الی اللہ کے سلسلے میں انبیاء کرام علیہم السلام کا منہج بیان کرنے سے متعلق ہے مگر اس کے باوجود اسلامی ریاست کے تصور کا بھی اس میں ذکر باتکرار کیا گیا ہے۔ بلکہ اس کے لئے ایک باقاعدہ خاص عنوان مختص کیا گیا ہے "نظرۃ علماء الإسلام إلی الإمامة وأدلتهم علی وجوبها" (خلافت وامامت کے بارے میں علماء اسلام کے نظریات اور اس کے وجوب پر دلائل) پھر اس بارے میں علماء کے اقوال بیان کئے گئے ہیں ان کے دلائل کے ساتھ لیکن جس چیز نے اہل اہوا اور باطل پرستوں کو سیخ پہ کیا وہ یہ ہے کہ میں نے امامت (خلافت) اور حکومت کو اس کا وہ حقیقی مقام دیا جو اللہ تعالی نے اس کا رکھا ہے اور علماء اسلام نے سمجھا ہے لیکن دعوت

توحیداور شرک، بدعات، تمام انواع کی ضلالت، انحراف و گمراہیوں، اوثان ومزارات کی عبادت کے خلاف جنگ کے سلسلے میں منہج انبیاء کو چھوڑنے میں ان کا ساتھ نہ دیا۔ نہ ہی اس بات میں ان کی موافقت کی کہ امامت وخلافت بقول مودودی "مسألة المسائل" (دینی مسائل میں سب سے چوٹی کا مسئلہ) اور "أصل الأصول" (تمام دینی اصولوں کی اصل) قرار دیا جائے جس کی وجہ سے لوگ منہج انبیاء کے منکر اور اس کے خلاف جنگ پر آمادہ ہوتے ہیں۔ اور اس بات پر بھی آمادہ ہوتے ہیں کہ رافضیوں کی گود میں بیٹھ کر ان سے محبت ودوستی کی پینگے لڑائی جائیں، ان کا دفاع کیا جائے اور قرآن وسنت کے مخالف، اصحاب رسول رضی اللہ عنہم اور پاک امہات المومنین رضی اللہ عنہن، تمام مسلمانوں اور ان کے آئمہ کے خلاف جنگ، بلکہ ان عظماء امت پر خبیث ترین طعن کرتے ہوئے تکفیر تک کرنے والے ان کے مذہب کو مزین کر کے پیش کیا جائے۔

پس میں نے ان تمام گمراہیوں اور پُر بغض غلو میں ان کی ہاں میں ہاں نہ ملائی جس کی بنا پر انہوں نے اس کتاب اور اس کے مؤلف کے بارے میں یہ شیطانی اور باطل باتیں کہیں تاکہ وہ حق کے پیاسے نوجوانوں اور ناقابل تردید حق کے درمیان جو کہ اس کتاب میں پوری طرح واضح ہے حائل ایک رکاوٹ بن جائیں، جس کتاب میں عقیدہ اور ریاست دونوں کو بلاافراط وتفریط کے اور بلا تحریف وتلبیس کے ان کا وہ حقیقی مقام دیا ہے جس پر اللہ تعالی نے انہیں رکھا ہے۔

یہاں پر لازم ہے کہ میں نوجوانوں کے لئے حاکمیت الہی اور ریاست میں فرق کی وضاحت کروں: جہاں تک ریاست کا تعلق ہے تو وہ ایک انسانی افراد کے مجموعے کا نام ہے جو کافر بھی ہو سکتا ہے، گمراہ اور منحرف بھی، اور مومن بھی جیسا کہ خلافت راشدہ میں تھا، اور اس کے بعد جیسا کہ اسلامی حکومتوں میں مقصر ملوکیت (بادشاہت) میں تھا۔ پس یہ جن افراد پر ایک مومن ریاست مشتمل ہے وہ محض اللہ کی شریعت کی تنفیذ کے وسائل ہیں جو اس کی شریعت کے نفاذ، جہاد، امر بالمعروف ونہی عن المنکر، اقامت حدود، قصاص، امت کو دشمنوں کی سازشوں اور مسلمانوں کی سرزمین، جان، مال اور عزت پر کی جانے والی زیادتیوں سے حفاظت کے ذرائع ہیں۔ اسی لئے لازم ہے کہ وہ ایک حکومت کو تشکیل دیں تاکہ ان عظیم واجبات کی ادائیگی بحسن خوبی انجام پائے خواہ ایک خلیفہ کی بیعت کے ذریعہ ہو کہ جس پر تمام مسلمانوں کا اجتماع ہو، یا پھر امت کا کوئی فرد طاقت کے زور پر غالب آجائے جس کے پاس شان وشوکت، فوج اور غلبہ ہو تو امت کی (شرعی) مصلحت کا تقاضہ ہے کے اسے بھی تسلیم کیا جائے، جبتک وہ ظاہراً اسلام کا دعویدار ہے اور اسلام کی شریعت اور عقائد کے نفاذ کا التزام کرتا ہے، اور دشمنوں کے خلاف ان کا دفاع کرتا ہے اور آخر تک جو معروف تفصیلات اسلامی کتب میں اپنے اپنے مقام پر مذکور ہیں۔ یا پھر بعض لوگوں کا بعض علاقوں پر قابض ہو جانا جیسا کہ خلافت کی کمزوری کے بعد مسلم علاقوں میں وقوع پذیر ہوا، اور (شرعی) مصلحت اس

بات کی متقاضی ہوئی کہ اسے (ان اسلامی ممالک کو) اسی وضع وشکل میں تسلیم کرلیا جائے۔

جبکہ حاکمیت یا حکم جو ہے تو یہ اللہ تعالی کی صفات اور اس کے ان خصائص میں سے ہے جس میں وہ منفرد ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ﴾ (یوسف: ٤٠)

(حکم تو صرف ایک اللہ ہی کا ہے، اس نے یہی حکم دیا ہے کہ عبادت نہ کرو مگر صرف اسی کی، یہ مضبوط دین ہے)

اس حاکمیت کا منکر اور جھٹلانے والا وہی ہو سکتا ہے جو اللہ تعالی سے کفر کرنے والا، اللہ تعالی، اس کے رسولوں اور اس کی کتابوں سے شدید عداوت رکھنے والا ہو۔ بلکہ جو شخص دین کی فروعی جزئیات میں سے بھی کسی ایک جزء میں اللہ تعالی کی حاکمیت کا منکر ہو تو وہ کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے، اگر اس کا یہ انکار علم ہونے کے باوجود ہو، البتہ اگر کوئی جاہل ہو تو وہ معذور ہوگا یہاں تک کہ اس پر حجت تمام کی جائے۔

یہ جو کچھ میں نے بیان کیا حکام ہوں یا محکومین، افراد ہوں یا جماعتیں سب پر لاگو ہوتا ہے۔ اسی بات کا اقرار معتبر علماء اسلام نے فرمایا ہے جیسے امام ابن تیمیہ[1] اور ان کے تلمیذ حافظ ابن القیم[2] رحمہما اللہ۔

جو اس حاکمیت کا اصول دین اور اس کے فروع میں، عقائد، عبادات، معاملات، سیاست، اقتصاد، اخلاق اور اجتماع میں التزام کرے تو وہ مومن ہے۔ اور جو اس کا التزام نہ کرے خواہ تمام امور میں ہو یا بعض میں اور چاہے فرد ہو یا جماعت، حاکم ہو یا محکوم، داعی ہو یا مدعو کافر ہیں۔ اللہ کی قسم! مجھے ڈر ہے کہ بہت سے فرقے، جماعتیں اور افراد اس طور پر کفر میں مبتلا ہیں کہ وہ حاکمیت الہی کا اصول دین میں بلکہ فروع میں بھی التزام نہیں کرتے، لہذا ان میں سے بہت سے ایسوں پر جن پر حجت تمام ہو چکی ہے اور حق ان کے سامنے واضح ہو چکا ہے اس کے باوجود وہ دعوت توحید کی مخالفت، شرک وبدعات کے خلاف جنگ کی

---

[1] ((منهاج السنّة النبويّة)) (٣٢/٣) اور اس کے بعد جو کلام ہے، جس میں بیان کیا گیا ہے کہ جو اللہ تعالی کی حاکمیت کا التزام نہیں کرتا وہ کافر ہے، اور ساتھ ہی علمی اور عملی دونوں امور میں اس کا عموم بیان فرمایا ہے۔

[2] ((مدارج السالکین)) (٣٣٦/١).

مخالفت، اور نہ صرف اہل توحید اور دعوت انبیاء ومرسلین و مخلص وصادق مصلحین کی مخالفت اور بائیکاٹ بلکہ لوگوں کو ان سے دور بھگانا اور متنفر کرنے پر ڈٹے ہوئے ہیں، ان پر خدشہ ہے کہ قیام حجت کے بعد یہ کفر کے گڑھے میں گر پڑیں گے۔

میں پوری امت کو دعوت دیتا ہوں خواہ حکام ہوں یا محکومین، افراد ہوں یا فرقے وجماعتیں کہ وہ اصول دین اور اس کی فروعات میں اللہ تعالی کی حاکمیت جو کہ عام اور (ہر چیز کو) شامل ہے پر کماحقہ ایمان لائیں۔ اور اصول دین اور اس کی فروعات میں اس کا بھرپور التزام کریں۔ اور تمام مسلم ریاستوں کے حکمرانوں کو بھی دعوت دیتا ہوں چاہے وہ حاکمیت الہی کا التزام کرتے ہوں یا کسی بھی چیز کی تطبیق ونفاذ میں کسی کوتاہی کا شکار ہوں کہ وہ تمام میدان زندگی خواہ عقائد ہوں یا عبادات، معاملات، اقتصاد، سیاست اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہو میں حاکمیت وشریعت الہی کا مکمل نفاذ کریں اور شرک وبدعات اور ہر قسم کی معاصی منکرات خصوصاً سود اور دیگر تمام کبائر جو امت اور اس کے اخلاق کے لئے ضرر رساں ہیں کے قلع قمع کی کوشش کریں۔ کیونکہ اللہ تعالی (شریعت کا نفاذ کرنے والے) حکمران کے ذریعہ ان باتوں سے رکوالیتا ہے جو (محض) قرآن (کے پڑھنے) کے ذریعہ نہیں رکتی، اور وہ دل میں پوری طرح اس بات کا شعور رکھیں کہ اللہ تعالی ان کی مسئولیت کے تحت ہر چھوٹی بڑی چیز کے بارے میں سوال کرے گا، جیسا کہ حدیث میں ہے "كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ"[1] (تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا) اور انہیں رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بھی یاد دلاتا ہوں کہ: "مَا مِنْ وَالٍ يَلِي رَعِيَّةً مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَيَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لَهُمْ إِلَّا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ"[2] (کوئی بھی حاکم جس کے تحت مسلم رعایا ہو اور اسے موت اس حال میں آئے کہ وہ ان کے ساتھ دھوکہ بازی کرتا تھا تو اللہ تعالی اس پر جنت کو حرام قرار دے دیتے ہیں) اور فرمایا: "مَا مِنْ عَبْدٍ اسْتَرْعَاهُ اللهُ رَعِيَّةً فَلَمْ يَحُطْهَا بِنَصِيحَةٍ إِلَّا لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ" (کسی بھی بندے کے ماتحت جب اللہ تعالی رعایا دیتا ہے، اور وہ ان کی نصیحت وخیر خواہی نہیں چاہتا، تو وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا)

امت کی خیر خواہی اور نصیحت چاہنے میں سے یہ بھی ہے کہ انہیں احکامات وشریعت الہی کے التزام پر تعلیم وتوجیہ،

---

1 صحیح بخاری ٨٤٩

2 یہ اور اس کے بعد والی حدیث ((صحیح البخاري)): کتاب الأحکام (رقم: ٧١٥٠-٧١٥١).

ترغیب وترہیب، امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور اقامت حدود کے ذریعہ گامزن کیا جائے، اور ہر وہ تدابیر بروئے کار لائی جائیں جو انہیں شریعت الٰہی کے احترام کی طرف دعوت دے خواہ عقیدے کے اعتبار سے ہو یا عبادات، سیاست اور اخلاق کے اعتبار سے۔

میں اسلامی ممالک کے سربراہان کو دعوت دیتا ہوں کہ جو شریعت الٰہی کا التزام نہیں کرتے کہ وہ اللہ تعالی کی جانب رجوع کریں اور اس کے دین کا احترام کریں جو کہ قرآن وسنت پر مشتمل ہے، اور اس دین کے عقائد واحکامات کو اپنا کر سرخرو وسرفراز ہو جائیں کیونکہ اسی میں ان کی حقیقی عزت وکرامت ہے۔

یہ ذلت ورسوائی کی انتہاء ہے کہ ایسے قوانین کے آگے جھکا یا جائے جنہیں پیچ ترین انسانوں اور اس امت کے کھلے دشمنوں نے وضع کیا ہے، چاہے وہ یہود ہوں یا نصاری، مجوس ہوں یا ملحدین (کمیونسٹ/سیکولر)۔ وہ امت کے جذبات کا پاس کریں کہ جنہوں نے بہت جدوجہد ومحنتیں کیں اور اپنے لاکھوں فرزندان کی قربانی دی فقط اس عظیم ومقدس غایت کو حاصل کرنے کی خاطر کہ اس امت پر اسلام کی حاکمیت قائم ہو۔ اور اسلام کیا ہے؟ وہ اللہ تعالی کا دین حق ہے وہ اللہ کے جو اس کائنات کا خالق ہے اور جس نے جن وانس کو اکیلے اپنی عبادت کے لئے ہی پیدا فرمایا اور تاکہ وہ اس اکیلے کی شریعت کے آگے سر تسلیم خم کریں۔ پس آپ خود عقیدۃً واخلاقاً وتعلیماً اور اس اسلامی نصاب کے مقرر کرنے میں کہ جس پر تعلیم وتربیت کا دارومدار ہے شریعت کا التزام کریں اور امت کو بھی اس پر کاربند کریں۔

میں علماء وداعیان امت اور تمام جماعتوں اور فرقوں سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ وہ پوری امت خواہ بوڑھے ہوں یا جوان، مرد ہوں یا زن کی خیر خواہی کا ثبوت دیتے ہوئے انہیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ اور منہج وفہم سلف صالحین یعنی صحابہ، تابعین اور وہ آئمہ ہدایت میں سے وہ فقہاء ومحدثین ومفسرین جنہوں نے بھلائی کے ساتھ ان کی اتباع کی پر عقیدے، عبادت، اخلاق، معاملات، اقتصاد اور اسلام وایمان کے تمام امور کے اعتبار سے جمع کریں۔ اور اللہ تعالی کے اس فرمان کا کماحقہ ادراک حاصل کریں کہ:

﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ (المائدۃ: ۴۴)

(اور جو کوئی اللہ تعالی کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے، پس یہی لوگ کافر ہیں)

﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ (المائدۃ: ۴۵)

(اور جو کوئی اللہ تعالی کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے، پس یہی لوگ ظالم ہیں)

﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ (المائدۃ: ۴۷)

(اور جو کوئی اللہ تعالی کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے، پس یہی لوگ فاسق ہیں)

یہ آیات ہر ایک کو شامل ہے چاہے وہ افراد ہوں یا جماعتیں، حکمران ہوں یا محکومین۔ مگر اسے محض حکمرانوں تک محدود کر دینا اور ان اہل اہوا وبدعت اور گمراہوں پر اسے نافذ نہ کرنا کہ جو اپنے عقائد، عبادات اور اخلاق میں اللہ تعالی کی شریعت کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے پرلے درجے کی جہالت، گمراہی اور بیوقوفی ہے۔ حالانکہ یہ آیات تو اللہ تعالی نے یہود سے متعلق نازل فرمائی تھیں جن کی صدیوں سے کوئی حکومت وریاست تھی ہی نہیں، ایسوں کے بارے میں نازل فرمائی کہ جن پر ذلت، محتاجی ومسکینی لکھ دی گئی تھی۔

لہذا میں نے حاکمیت الہی کو اسی وسیع تر معنی اور شمولیت کے ساتھ اپنی کتاب میں بیان کیا تھا، دیکھئے عربی کتاب کی طبع ھذا کا (ص: ۱۳۳ اور اس کے بعد کے اوراق) اور (ص: ۱۹۶)

ساتھ ہی اس غلطی پر تنبیہ کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں کہ جو کتاب "میزان الاعتدال لتقییم کتاب المورد الزلال فی التنبیہ علی أخطاء الظلال" کے مصنف عصام بن طاہر البرقاوی نے میرے ذمہ ایسی بات منسوب کی جو بات کسی بھی لحظہ میں نے اپنی زبان سے نہیں نکالی، نہ کبھی کسی لحظہ میرے دل میں یہ اعتقاد رہا، اور نہ کبھی میرے قلم یا ہاتھوں نے یہ باتیں لکھیں، میں اس سے برأت کا اظہار کرتا ہوں اور اللہ تعالی کی پناہ طلب کرتا ہوں کہ وہ مجھے اور تمام مسلمانوں کو ایسی بات سے محفوظ رکھے۔

برقاوی اپنے مذکورہ بالا کتاب کے حاشیہ (ص: ۱۵) میں لکھتا ہے: "اس بات نے مجھے شیخ ربیع بن ہادی المدخلی حفظہ اللہ کی وہ حرکت یاد دلادی جو انہوں نے اپنی کتاب "منہج الأنبیاء فی الدعوۃ إلی اللہ فیہ الحکمۃ والعقل" میں کی کہ جب وہ استاد مودودی رحمۃ اللہ علیہ سے امامت وخلافت اور اللہ کی شریعت کے مطابق حکم کے تعلق سے مناقشہ فرماتے ہیں تو امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام سے بھی استدلال کرتے ہیں جو انہوں نے رافضہ (شیعہ) کے نزدیک قضیہ امامت پر بحث ورد فرمایا ہے، اور پورے چھ صفحات اسے نقل کرنے میں لکھ ڈالے (ص: ۱۰۸ اور اس کے بعد سے) حالانکہ یہ بات معلوم ہے کہ رافضیوں کے امامت، عصمت آئمہ (آئمہ معصومین) اور اثنی عشر (بارہ) اماموں کا عقیدہ وغیرہ جو ہے اس میں اور مودودی وغیرہ جس چیز

کی طرف دعوت دیتے ہیں یعنی خلافت کے ذریعہ تحکیم شریعت الہی کے اعادے ونفاذ کی ضرورت، اس سلسلے میں عمل وجد وجہد کی اہمیت اور تمام مسلمانوں کا ایک ہی خلیفہ وامام مقرر ہو میں فرق ہے۔ اگرچہ شیخ الاسلام کا کچھ کلام اس مقام سے مناسبت رکھتا ہے، مگر اس کا اکثر حصہ اگر کوئی منصف دقیق نظری سے جائزہ لے تو بالکل مناسبت نہیں رکھتا، بلکہ وہ تو رافضہ کے نزدیک جو امامت کا معاملہ اپنی معروف تفصیلات کے ساتھ ہے اسی سے متعلق ہے۔۔۔انہیں یہ سب نقل نہیں کرنا چاہیے تھا۔۔۔ تلبیس کے خدشے کے پیش نظر)۔

جواب: یہاں پر بر قاوی صاحب کا میزان مضطرب ہو گیا وہ میرے اور مودودی کے مابین عدل کے ساتھ فیصلہ نہ کر پائے۔ ہو سکتا ہے کہ ان سے اللہ تعالی کا یہ فرمان غائب ہو گیا ہو:

﴿وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ﴾ (الشعراء: ١٨٢)

(اور سیدھی صحیح ترازو سے تولا کرو)

اور

﴿وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ، الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ، وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ، أَلَا يَظُنُّ أُولَئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ، لِيَوْمٍ عَظِيمٍ، يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (المطففین: ١-٦)

(بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی۔ کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں۔ جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔ کیا انہیں مرنے کے بعد اٹھنے کا خیال نہیں۔ اس عظیم دن کے لئے۔ جس دن سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے)

برادرم بر قاوی کیا میں مودودی سے امامت کی اہمیت، خلافت اور اللہ کی شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے کی اہمیت پر مناقشہ کر رہا ہوں! یہ تو ایسے معاملات ہیں کہ جن کی اہمیت کے بارے میں کوئی بھی مومن جس نے ذرا بھی ایمان کی بو پائی ہو مناقشہ نہیں کر سکتا۔ بلکہ برادرم آپ وہ موضوعِ اختلاف تحریر کرنے سے عاجز ہو گئے جو میرے اور مودودی کے مابین ہے۔

میں مودودی سے امامت کے مسئلہ میں اس درجے غلو کرنے کے بارے میں مناقشہ کر رہا ہوں کہ جس پر کوئی بھی

مسلمان جو اسلام کا کماحقہ احترام کرتا ہے خاموش نہیں رہ سکتا، بلکہ یہ تو اس درجے کا غلو ہے کہ بدعتی و خرافی لوگ تک اس پر تحمل نہیں کر سکتے چہ جائیکہ اہل حدیث و سلفی اسے برداشت کریں۔ خود ان کے اپنے ہم وطن اہلحدیث علماء اور دیگر نے ان پر خوب ردود کئے ہیں۔ آخر کار ان کا یہ غلو بڑھ کر عرب ممالک تک بھی پہنچ گیا جس نے نوجوانوں اور قلمکاروں کی ایک بڑی تعداد کو فریب خوردہ کردیا۔ جس کے سبب سے عقیدہ توحید کا نہ صرف ضیاع بلکہ توحید و اہل توحید کی اہانت اور شرک وبدعات کی خطرناکی کو کوئی وزن نہ دینے تک بات جا پہنچی، اور یہ اسی کا شاخسانہ ہے کہ مودودی اور ان کے ہم مشرب لوگ قبر پرستوں ہی سے نہیں بلکہ روافض تک سے موالات اور دوستیاں استوار کرتے ہیں اور انہیں اپنے جھنڈے تلے جمع کرتے، بھائی چارے واخوت کو ظاہر کر کے ان کا اور ان کے عقائد کا دفاع کرتے ہیں، اور یہ بات ہر عقل و دین رکھنے والے پر بالکل ظاہر و باہر ہیں[1]۔

جب معاملہ اس خطرناک حد تک جا پہنچا تو میں نے لوگوں کی بصیرت کے لئے عموماً مودودی کے بعض غلو آمیز نظریات پر رد کیا اور اہل جزیرہ عرب کے لئے خصوصاً کہ جہاں مودودی کے پیروکاروں اور انصاروں نے اپنی تمام تر توجہ مرکوز کر کے عقیدہ توحید اور عقیدہ الولاء والبراء (اللہ اور اس کی توحید کی خاطر دوستی و دشمنی) کو ملیامیٹ کر دیا ہے۔

کیا تمہیں لگتا ہے کہ میرا مودودی پر رد اتنا غیر معقول ہے کہ تم اس کے باطل کا دفاع کرنے پر اتر آئے اور اپنے میزان اعتدال تک کو بھول گئے ؟؟!، اور (اس حد تک گئے کہ) میرے کلام کو میری مراد کے برخلاف اور جو کہیں سے بھی اس کا معنی نہیں نکلتا وہ تک باور کرانے لگے۔

کیا تم نے سنا نہیں کہ مودودی کیا کہتا ہے:

"إنّ مسألة القيادة والزعامة، إنّما هي مسألة المسائل في الحياة الإنسانيّة وأصل أصولها" (قیادت و سربراہی کا مسئلہ، حیات انسانی کے تمام مسائل میں سے چوٹی کا مسئلہ اور اس کا اصل اصول ہے)

اب اس عبارت کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے واضح و صریح نصوص اور اقوال صحابہ و آئمہ اسلام سے

---

[1] جیسا کہ اب بھی پاکستان میں کبھی متحدہ مجلس عمل، ریلیاں اور لانگ مارچ وغیرہ کے نام پر یہ سب عیاں ہے۔ (طع)

دفاع کریں۔

اور اگر آپ یہ نہیں کر پاتے تو آپ پر لازم ہے کہ عدل، انصاف واعتدال قائم کرنے کے لئے اپنے میزان کا دوبارہ جائزہ لیں اور اس غلو کو ترک کردیں جس نے مودودی اور اس کے پیروکاروں کو دعوت انبیاء اور اس کی غرض وغایت کی اہانت پر ابھارا، اور سارے معاملے کو الٹ پلٹ کر کے رکھ دیا۔

سنیں مودودی کیا فرمارہے ہیں:

"إنّ غاية الدين الحقيقيّة إقامة نظام الإمامة الصالحة الراشدة" (دین کی حقیقی غایت ایک صالح وہدایت یافتہ نظام امامت کا قیام ہے)

یہ ہیں دین کی حقیقی غرض وغایت، جبکہ دیگر اہم امور دین میں سے توحید، نماز، زکوۃ وجہاد وغیرہ مودودی کے نزدیک اس غایت کو حاصل کرنے کے محض وسائل ہیں۔ پس اسے ثابت کرنے کے لئے مودودی کی نیابت کا فریضہ انجام دیتے ہوئے کتاب اللہ وسنت نبوی ﷺ سے واضح دلائل پیش کیجئے، اور اگر آپ اس سے عاجز ہیں تو یہ اعلان کرنے میں کوئی شرم محسوس نہ کریں کہ: اس بیچارے وکمزور ربیع بن ہادی نے سچ کہا، اسلام ومسلمانوں کی خیر خواہی چاہی اور ہر چیز کو اس کے حقیقی منصب پر رکھا۔

سنو مودودی مزید کیا کہتا ہے:

"هذا هو الغرض الذى من أجله فرضت الصلاة والصوم والزكاة والحج فى الإسلام وليس معنى تسميتها بالعبادات أنّها هى العبادات، بل معناه أنّها تعدّ الإنسان للعبادة الأصليّة، وهذه دورة تدريبيّة لازمة لها" (یہی وہ غرض وغایت ہے کہ جس کے لئے اسلام میں نماز، روزہ، زکوۃ اور حج فرض کئے گئے، اور ان کا عبادات کہلانے کا ہرگز یہ معنی نہیں کہ یہ واقعی اصل عبادات ہیں، بلکہ یہ تو انسان کو اصل عبادت کے لئے تیار کرتے ہیں، اور یہ (اس اصل عبادت کے لئے) لازمی تربیتی مرحلہ ہے)

اور یہ بھی کہتا ہے کہ:

"إنّكم تظنون أنّ الوقوف متوجّهاً إلى القبلة واضعاً اليد اليمنى على اليسرى والركوع معتمداً على الركبة

والسجود علی الأرض وقراءۃ الکلمات المعدودۃ وھذہ الأفعال والحرکات ھی العبادۃ فی ذاتھا وتظنّون أنّ الصوم من أول رمضان إلی أوّل شوال والجوع والعطش من الصباح إلی المساء ھو العبادۃ، وتظنون أنّ تلاوۃ عدّۃ آیات من القرآن ھی العبادۃ، وتظنّون أنّ الطواف حول الکعبۃ عبادۃ، وبالجملۃ: فإنّکم قد سمیتم ظواھر بعض الأعمال عبادۃ عندما یقوم شخص بأداء ھذہ الأفعال بأشکالھا وصورھا تظنّون أنّہ قد عبد اللہ ۔۔۔ والحق أنّ العبادۃ التی خلقکم اللہ من أجلھا والتی أمرکم بأدائھا ھی شیء آخر" (تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ قبلہ رخ ہو کر داہنے ہاتھ کو بائیں پر باندھ کر کھڑا ہونا، اپنے گھٹنوں کو پکڑتے ہوئے جھکنا (رکوع کرنا)، زمین پر سجدہ ریز ہونا، گنتی کے بعض کلمات ادا کرنا اور یہ سب افعال و حرکات بذاتہ عبادت ہیں، اسی طرح سے یہ گمان کرتے ہو کہ پہلی رمضان سے لیکر پہلی شوال تک روزے رکھنا اور صبح سے شام تک بھوک پیاس برداشت کرنا عبادت ہے، اور یہ خیال کرتے ہو کہ قرآن کریم میں سے کچھ آیات کا محض تلاوت کرلینا عبادت ہے، اور یہ سمجھتے ہو کہ کعبہ کے گرد طواف کرنا عبادت ہے، الغرض تم بعض ظاہر اعمال کو ہی عبادت گمان کرتے ہو کہ کوئی شخص اگر ان افعال کو ان کی مخصوص شکل وصورت میں ادا کردے تو خیال کرتے ہو کہ گویا اس نے اللہ تعالی کی عبادت کی ۔۔۔ بلکہ حق بات یہ ہے کہ اللہ تعالی نے تمہیں جس عبادت کے لئے پیدا فرمایا اور جس کے ادا کرنے کا حکم دیا وہ کوئی اور چیز ہے [1])

کیا تمہیں عظیم ارکان اسلام اور جو ان کے ذریعہ اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں کے بارے میں یہ طنزیہ اسلوب پسند ہے ؟!

مودودی کی نظر میں یہ وہ عبادات نہیں کہ جس کے لئے انسانوں کو پیدا کیا گیا، بلکہ جس عبادت کے لئے انہیں پیدا کیا گیا اور جسے ادا کرنے کا حکم دیا گیا، وہ کوئی اور شیء ہے۔

اے برقاوی کیا تم اللہ تعالی کی جناب میں اس دین کا اعتقاد رکھتے ہو؟ کہ عبادات محض ایک تربیتی مرحلہ ہیں کہ جن کی پابندی سے ۔۔۔ الخ۔

کیا اس بات پر قرآن وسنت سے کوئی دلیل ہے، اور کیا انبیاء کرام علیہم السلام یہ لیکر آئے تھے اور امت کے بہترین گروہ

---

[1] عن کتاب «المودودی مالہ ... وما علیہ» لمحمد زکریا الکاندھلوی (ص: ٤٥-٤٦) ط الثانیۃ.

(صحابہ تابعین وغیرہ) نے یہی سمجھا تھا۔

اگر تم واقعی مودودی کے ساتھ اس بات میں موافقت کرتے ہو تو اس کی نیابت میں دلائل پیش کرو ورنہ تمہیں چاہیے کہ حسرت وندامت سے اپنے انگلیاں چباؤ کہ تم نے حق کا دامن چھوڑا اور اہل حق کے خلاف بہتان طرازی کرکے باطل کی مدد و سربلندی کی۔

یہ تھی وہ بات جس کے بارے میں نے مودودی سے مناقشہ کیا اور امامت کے تعلق سے غلو کے بارے میں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کیا، اور جو کچھ میں نے ان سے نقل کیا وہ کل کا کل مناسبت رکھتا تھا نا کہ برقاوی کے بقول بعض، اور اگر اے برقاوی تم اپنے دعوے میں حق بجانب ہو تو کیوں نہیں تم نے شیخ اسلام کے کلام میں سے جو مناسبت رکھتا تھا اور جو نہیں رکھتا تھا الگ الگ بیان کر دیا۔

پس بارہ آئمہ معصومین کا عقیدہ میں نے مودودی کی طرف منسوب کیا ہی نہیں اور نہ اس بارے میں اس سے کوئی مناقشہ کیا۔

حتی کہ نہ ہی شیخ الاسلام کا کوئی کلام اس بارے میں نقل کیا، لہذا تمہارا کلام مکمل طور پر تمہارے (نام نہاد) میزان اعتدال کے برعکس ہے؟!!

اسی طرح کے انصاف کرنے کے دعوے کے ساتھ تم نے سید قطب اور شیخ الدویش کا بھی موازنہ کیا ہے، معلوم نہیں ان کا بھی کیا حشر کیا ہو گا؟

لیکن جہاں تک میرے اور مودودی کے مابین انصاف کا تمہارا دعوی تھا تو تم اس میں بالکل ناکام ہوئے ہو، حالانکہ تمہارا کیا بگڑتا تھا اگر کلمہ حق بولتے۔

اور جہاں تک خلافت کا موضوع ہے مجھے نہیں معلوم کہ آیا جو کچھ میں نے علماء اسلام سے نقل کیا ہے تم نے وہ پڑھا بھی ہے یا پھر محض آنکھیں موندے اس موضوع پر بس انگلیاں ہی پھیرتے رہے ہو، کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ عدل وانصاف اتنی آسانی سے حاصل ہو جاتا ہے۔ لہذا میری اور اس کی بات کو نئے سرے سے مکمل طور پر پڑھو پھر کلمہ حق بولو دلائل کی روشنی میں نا کہ بے پر کی اڑانے اور خوامخواہ کی سنسنی خیزی پیدا کرکے!

ہاں اللہ تعالی کی شریعت کے مطابق حکم کرنے کا جو معاملہ ہے تو یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے کہ تم نے یہ کیسے تصور کرلیا کہ میں اس بارے میں مودودی یا کسی اور سے مناقشہ کروں گا، جبکہ یہ تو دین کے ان امور میں سے ہے کہ جس کے بارے میں ہر انسان کو لازمی طور پر علم ہوتا ہے اور اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کرتا یہاں تک کہ گمراہ ومنحرف فرقے بھی، میں تو اللہ تعالی کی پناہ طلب کرتا ہوں اس جھوٹ بات کے خلاف جو میری جانب صاحب کتاب "المیزان" نے منسوب کیا ہے۔ آپ کو چاہیے کہ جو کچھ میں نے حاکمیت الہی اور تمام شعبہ ہائے دین میں اس کی کمال شمولیت سے متعلق لکھا ہے اسے ایک بار پھر پڑھیں، تب آپ کو اندازہ ہوگا کہ یہ برقاوی کتنی بڑی غلطی کا مرتکب ہوا ہے، اللہ تعالی اسے ہدایت دے۔

آخر میں یہی عرض ہے کہ مودودی اور اس کے ہم مشرب لوگوں پر بہت سارے مواخذات ہیں کہ ان کی کثرت کے سبب انہیں پیش کرنے کا یہ مقدمہ قطعاً متحمل نہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ وہ خود اللہ تعالی کی حاکمیت کا التزام کرنے سے بعید ترین انسانوں میں سے تھا اپنے عقیدے، فقہ، سنت انبیاء ورسل علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے دشمنوں روافض کے متعلق موقف کے اعتبار سے، کہ وہ اور اس کے متبوعین روافض سے دوستی کرتے ہیں اور ان کی مدد ونصرت کرتے ہیں ۔ اور ان کے طاغوت خمینی اور اس کے تلامیذ (آیات اللہ نہیں بلکہ) آیات رافضیت کی مدح وتعریف کرتے ہیں۔ چناچہ اے محترم قاری یہ سب جان لو اور شخصیات کو حق سے جانچو نہ کہ حق کو شخصیات سے پرکھو، اور شخصیات سے متعلق غلو کی انتہا گہرائیوں میں گرنے سے بچو جس کے نتیجے میں تم حق کو رد کردو اور اہل حق سے جھگڑو۔ اللہ تعالی اس امت کو حق اور اہل حق سے محبت کرنے کی توفیق دے، بے شک میرا رب دعائوں کا سننے والا ہے۔

کتبہ

ربیع بن ہادی المدخلی

۱۴۱۳/۰۶/۱۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم

الحمد للہ رب العالمین، أمرنا باتباع رسولہ والدعوۃ الی سبیلہ، والصلوۃ والسلام علی نبینا محمد وعلی آلہ وأصحابہ ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین وبعد۔

دعوت الی اللہ یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے متبعین کا راستہ ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿قُلْ هَـٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (یوسف: ١٠٨)

((اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)) تم ان سے کہہ دو: یہ میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، پوری بصیرت سے، میں بھی اور میرے ساتھی بھی اور اللہ پاک ہے میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں)

دعوت الی اللہ ہی تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین کا لوگوں کو تاریکی سے روشنی، کفر سے ایمان، شرک سے توحید اور دوزخ سے جنت کی طرف لانے کا مشن ہے۔ یہ کام چند اصول پر محیط اور قائم ہے، جب ان میں سے ایک بھی اگر نہ پایا جائے تو دعوت صحیح اور ثمر آور نہیں ہوگی، چاہے اس پر کتنی ہی محنت کی جائے اور کتنا ہی وقت لگایا جائے، جیسا کہ دورِ حاضر کی ان بے شمار دعوتوں اور تحریکوں میں دیکھا جارہا ہے جو ان اصول پر قائم نہیں ہیں۔ وہ اصول جن پر صحیح دعوت قائم ہوتی ہے کتاب وسنت کی روشنی میں مختصراً یہ ہیں۔

١: دعوت الی اللہ کا علم

جس کی جانب دعوت دی جارہی ہو اس کا علم ہونا ضروری ہے۔ اسی لئے جاہل داعی بننے کے لائق نہیں ہوتا۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے فرمایا:

﴿قُلْ هَـٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي﴾ (یوسف: ١٠٨)

(تم کہہ دو یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، پوری بصیرت سے میں بھی اور میرے متبعین بھی)

بصیرت علم ہے، اس لئے مبلغ کے لئے ضرور ہے کہ وہ ان گمراہ علماء کا مقابلہ کرے جو اس کے آگے شبہات پیش کر کے حق کو مغلوب کرنے کے لئے باطل کے ذریعے جھگڑتے ہیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ (سورۃ النحل: ۱۲۵)

(اور ان کے ساتھ اس طریقے سے مناظرہ کیجئے جو اچھا ہو)

رسول اللہ ﷺ نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"انك تأتي قوما من اهل الكتاب" (تم ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب میں سے ہے)

اگر داعی علم سے مسلح نہ ہو جس کے ذریعے وہ ہر شبہ کا مقابلہ اور ہر فریق کے ساتھ مناظرہ کرتا ہے، پھر وہ پہلے ہی معرکہ میں شکست سے دوچار ہو کر شروع راستے میں ہی ڈھیر ہو جائے گا۔

۲: عمل

داعی جس کی طرف دعوت دے اس پر سب سے پہلے خود عمل کرے تاکہ وہ دوسروں کے لئے اچھا نمونہ بنے، اور اس کا عمل اس کی دعوت کی تصدیق کرے۔ تاکہ باطل پرستوں کے لئے اس پر کوئی دلیل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ سیدنا شعیب علیہ السلام کے تعلق سے فرماتا ہے کہ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا:

﴿وَمَا أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَىٰ مَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُ ۚ إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ﴾ (ھود: ۸۸)

(اور یہ نہیں ہو سکتا کہ) جن باتوں سے میں تم کو روکتا ہوں انہیں خود کرنے لگوں، میں تو اپنی بساط بھر اصلاح ہی کرنا چاہتا ہوں)

اور اللہ اپنے رسول جناب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے فرما رہا ہے:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۔ لَا شَرِيكَ لَهُ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾

(الانعام: ۱۶۲۔۱۶۳)

(کہہ دو! میری نماز اور میری ساری عبادتیں اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے اور میں ماننے والوں میں سب سے پہلا ہوں)

نیز فرمایا:

﴿وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَا إِلَى اللهِ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ (فصلت:۳۳)

(اور اس سے بھی اچھی کس کی بات ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک کام کیا)

۳: اخلاص

دعوت کا کام صرف اللہ کے لئے کیا جائے۔ اس کے ذریعے شہرت، ریاکاری، عُہدے، صدارت اور دنیا کے لالچ میں سے کسی کا ارادہ نہ کیا جائے۔ کیوں کہ ان مقاصد میں سے کوئی ایک مقصد بھی اس میں داخل ہو گیا تو وہ دعوت الی اللہ نہیں، بلکہ وہ اپنی ذات کی طرف یا اس لالچ و طمع کی طرف دعوت ہو گی جو مقصود ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے متعلق خبر دی ہے جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا:

﴿لا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا﴾ (ھود:۵۱)

(میں اس (دعوت) پر تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتا)

﴿لا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالاً﴾ (ھود:۲۹)

(میں تم سے اس پر کوئی مال نہیں مانگتا)

۴: اہم اصول سے دعوت شروع کی جائے

اس طرح کہ سب سے پہلے اصلاح عقیدہ اور تمام عبادتوں کو اللہ کے لئے خالص کرنے کی دعوت دی جائے، شرک سے روکا جائے، پھر نماز قائم کرنے، زکوۃ دینے، واجبات بجالانے اور حرام چیزوں کو چھوڑنے کا حکم دیا جائے۔ یہی تمام

پیغمبروں کا طریقہ کار رہا ہے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولاً أَنِ اعْبُدُواْ اللّهَ وَاجْتَنِبُواْ الطَّاغُوتَ﴾ (النحل:۳۶)

(ہم نے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور طاغوت سے بچیں)

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ (الانبیاء:۲۵)

(ہم نے جس پیغمبر کو بھی بھیجا اس کی جانب وحی کی کہ، بے شک نہیں ہے کوئی معبود برحق سوائے میرے، اس لئے تم میری ہی عبادت کرو)

جب رسول اللہ ﷺ نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ کیا تو انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"إنك تأتي قوماً أهل الكتاب ،فليكن اول ما تدعوهم أليه شهادة أن لا إله إلا الله ،فإن أجابو الذلك فأعلمهم أن الله إفترض عليهم خمس صلوات في اليوم و اليلة۔۔۔۔۔" الحدیث (تم ایسی قوم کی جانب جا رہے ہو جو اہل کتاب سے ہے، تمہیں چاہئے کہ تم انہیں سب سے پہلے اس بات کی گواہی دینے کی دعوت دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں، اگر انہوں نے تمہاری یہ بات مان لی تو انہیں معلوم کراؤ کہ اللہ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں)

اور دعوت کے معاملے میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ میں سب سے بہتر نمونہ اور کامل منہج ہے۔ آپ ﷺ مکہ میں تیرہ سال تک لوگوں کو توحید کی دعوت دیتے اور شرک سے روکتے رہے، اس سے پہلے کہ آپ انہیں نماز، زکوۃ، روزہ اور حج کا حکم دیں اور انہیں سود خوری، زناکاری، چوری اور ناحق قتل سے روکیں۔

۵: دعوت الی اللہ کے راستے میں لاحق ہونے والے مصائب پر صبر

اس لئے کیونکہ دعوت کا میدان گلابوں سے بچھا ہوا نہیں ہے، بلکہ وہ مصائب اور خطرات سے پر ہے، اس معاملے میں سب سے بہترین نمونہ انبیاء علیہم السلام کی ذاتیں ہیں، اس راہ میں انہوں نے اپنی قوموں سے مصیبتیں اور ٹھٹھا مذاق پایا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے فرمایا:

﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ﴾ (الانعام: ۱۰)

(آپ سے پہلے بہت سے پیغمبروں کا مذاق اڑایا گیا، جن لوگوں نے ان لوگوں کا مذاق اڑایا تھا انہیں اس عذاب نے گھیر لیا جس کا کہ وہ مذاق اڑا رہے تھے)

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّىٰ أَتَاهُمْ نَصْرُنَا﴾ (الانعام: ۳۵)

(آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر جھٹلائے گئے۔ انہوں نے اپنی اس تکذیب پر صبر کیا اور انہیں تکالیف پہنچائی گئیں، یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آئی)

اور اسی طرح پیغمبروں کے متبعین بھی جس قدر دعوت الی اللہ میں جانفشانی سے کام لیں گے تو انہیں بھی ایسی ہی تکلیفیں اٹھانی پڑیں گی، جیسا کہ ان معزز محترم انبیاء علیہم السلام کو اٹھانی پڑیں۔

۶: اخلاق حسنہ

داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اچھے اخلاق سے متصف ہو اور اپنی دعوت میں حکمت استعمال کرے، کیوں کہ یہ اس کی دعوت کو قبول کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دو معزز پیغمبر سیدنا موسیٰ اور سیدنا ہارون علیہما السلام کو یہ چیز اس شخص کے مقابلے میں پیش کرنے کا حکم دیا جو روئے زمین کا سب سے بڑا کافر اور اپنی خدائی کا دعویدار تھا۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ﴾ (طہ: ۴۴)

(اسے نرمی سے سمجھاؤ شاید کہ وہ سمجھ لے یا ڈر جائے)

اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا:

﴿اذْهَبْ إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى - فَقُلْ هَل لَّكَ إِلَى أَن تَزَكَّى - وَأَهْدِيَكَ إِلَى رَبِّكَ فَتَخْشَى﴾ (النازعات: ۱۷-۱۹)

(تم فرعون کے پاس جاؤاس نے سرکشی کرر کھی ہے اوراس سے کہو کہ کیا تو اپنی درستگی اور اصلاح چاہتا ہے؟اور میں تیرے رب کی طرف تیری رہنمائی کروں تاکہ تیرے اندراس کا خوف پیدا ہو)

اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی (ﷺ) کے متعلق فرمایا:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لاَنفَضُّواْ مِنْ حَوْلِكَ﴾ (آل عمران: ۱۵۹)

(یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ تم ان کے لئے نرم دل واقع ہوئے ہو، اگر تم تند خو، سخت دل ہوتے تو یہ (صحابہ کرام) تمہارے پاس سے چھٹ گئے ہوتے)

نیز فرمایا:

﴿وَإِنَّكَ لَعَلى خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ (القلم: ۴)

(آپ عظیم اخلاق پر فائز ہیں)

پھر فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ادْعُ إِلِى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ (النحل: ۱۲۵)

(آپ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت سے بلایئے اور ان سے بحث وجدال کیجئے اس ڈھنگ سے جو اچھا ہو)

۷: قوی امید

داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ مضبوط امید کا مالک ہو، اپنی دعوت کی تاثیر اور اپنی قوم کی ہدات سے مایوس نہ ہو اور نہ ہی اللہ کی مدد اور اس کی تائید سے آس توڑلے۔ اگرچہ کہ کتنا ہی لمبا عرصہ لگے۔ اس کے لئے انبیاء علیہم السلام کی زندگیاں بہترین نمونہ ہیں۔ سیدنا نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال تک اللہ کی طرف بلاتے رہے۔ اور ہمارے رسول ﷺ پر جب کفار کی سختیاں زیادہ ہو گئیں تو ملک الجبال (پہاڑوں پر متعین فرشتہ) آپ کی خدمت میں آکر اجازت طلب کرتا ہے کہ وہ ان کفار کو دونوں

پہاڑوں کے درمیان کچل دے۔ لیکن آپ ﷺ نے فرمایا:

”لا بل أستأني بهم، لعل الله يُخْرِجُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللهَ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا“(نہیں! بلکہ میں ان کے لئے مہلت کا خواستگار ہوں، شاید کہ اللہ تعالیٰ ان سے ایسی نسل پیدا کرے جو ایک اللہ کی عبادت کرے گی اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائے گی)

جب بھی داعی اس صفت کو گنوا بیٹھے گا وہ شروع راہ میں ہی ٹھہر جائے گا اور اپنے کام میں ناکامی سے دوچار ہوگا۔ اور جو بھی دعوت ان بنیادوں پر استوار نہیں ہوگی، یا اس کا منہج پیغمبروں کے منہج سے جدا ہوگا، تو وہ عنقریب ناکام ہو جائے گی، کمزور پڑ جائے گی، اور اس کی کوششیں بیکار کی تھکاوٹ ہوں گی، اس کی بہترین مثال دور حاضر کی وہ جماعتیں ہیں جنہوں نے اپنی دعوت کے لئے وہ منہج متعین کیا جو انبیاء علیہم السلام کے منہج سے مختلف ہے، اور ان میں سے اکثر جماعتوں نے عقیدہ کے معاملے میں غفلت برتی، اصول کو چھوڑ کر چند گوشوں کی اصلاح کی دعوت دینی شروع کر دی، ایک جماعت نے سیاست اور حکومت کی اصلاح کی دعوت سے اپنی تحریک کو شروع کیا، اور لوگوں پر شریعت کی حکمرانی اور حدود قائم کرنے کا مطالبہ کرنے لگی، یہ ایک اہم زاویہ ہے۔ لیکن سب سے زیادہ اہم نہیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ چور اور زانی پر شرعی احکام کے نفاذ کا مطالبہ مشرک پر اللہ کے حکم کے نفاذ سے پہلے کیا جائے؟ بکری اور اونٹ کے لئے لڑنے والوں پر اللہ کے فیصلے کا نفاذ، قبروں اور بتوں کی پرستش کرنے والوں اور اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں الحاد کرنے اور اس کی صفات کو معطل کرنے اور اس کے کلمات میں تحریف کرنے والوں سے پہلے کیا جائے؟ کیا یہ لوگ زیادہ مجرم ہیں یا وہ لوگ جو زناکاری، شراب نوشی اور چوری میں ملوث ہیں؟ بے شک یہ جرائم بندوں کے حق میں برے ہیں اور شرک اور اللہ کے اسماء وصفات کی نفی، خالق کے حق میں بری ہے، اور خالق کا حق مخلوق کے حق پر مقدم ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (الاستقامۃ: ۴٦٦/۱) میں فرماتے ہیں: ”فھذہ الذنوب مع صحّة التوحيد خير من فساد التوحيد مع هذه الذنوب.“ (یہ گناہ توحید کی صحت وسلامتی کے ساتھ بہتر ہیں، اس سے کہ

یہ گناہ نہ ہوں مگر توحید میں فساد ہو[1])

ایک جماعت ہے جو دعوت کا کام سرانجام دے رہی ہے، لیکن وہ اس منہج پر چل رہی ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کے منہج سے مختلف ہے، یہ جماعت[2] عقیدے کو کوئی اہمیت نہیں دیتی، بس اس نے عبادت کے چند گوشوں کا احاطہ اور صوفی منہج کے مطابق کچھ ذکر واذکار کی مشق کرلی ہے اور لوگوں کو اپنے ساتھ (چلے وگشت پر) نکلنے اور سیاحت کرنے کی ترغیب دیتی ہے، ان کے پاس اہمیت اسی کی ہے کہ لوگوں کو اپنے ساتھ نکالا جائے، چاہے ان کے عقائد جیسے بھی ہوں[3]، یہ تمام نئے طریقے ہیں جو وہاں سے شروع ہوتے ہیں جہاں سے انبیاء علیہم السلام کی دعوت ختم ہوتی ہے، ان کی مثال اس ڈاکٹر کی سی ہے جو ایسے جسم کا علاج کررہا ہے جس کا سر تن سے جدا ہوچکا ہے، اس لئے کہ دین میں عقیدے کا مقام جسم میں سر کی طرح ہے[4]، اس جماعت سے یہی مطالبہ ہے کہ وہ دعوت الی اللہ میں پیغمبروں کا منہج جاننے کے لئے کتاب وسنت کی جانب رجوع کریں اور اپنے منہج وفکر کو صحیح کرلیں۔

حکومت اور اقتدار جو دوسری جماعت کا محور ہے[5]، جس کی جانب ہم نے پہلے اشارہ کیا، اللہ تعالی کے فرمان کے مطابق اس وقت تک حاصل نہیں ہوگا جب تک کہ صرف ایک اللہ (وحدہ لاشریک لہ) کی عبادت نہ کی جائے اور اس کے سوا

---

[1] اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ﴾ (النساء: ٤٨) (اللہ تعالی اسی بات کو معاف نہیں فرماتے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے، بجز اس کے جو گناہ بھی ہیں جس کے لئے چاہتے ہیں معاف فرمادیتے ہیں) اور یہ عجیب ترین بات ہے کہ جب آپ اس قسم کی جماعتوں کے قائدین کی کتابیں پڑھیں گے تو ان میں مزاروں سے تبرک اور صالحین سے توسل کی باتیں ملیں گی!۔

[2] ہمارے ملکوں میں اسے تبلیغی جماعت کہا جاتا ہے۔(ط ع)

[3] اسی لئے یہ جب آپ سے ملیں گے پوچھیں گے "آپ نے وقت دیا ہے ماشاء اللہ سے؟" یا "آپ نکلیں ہیں؟"۔(ط ع)

[4] یہی بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک حدیث میں فرمائی "رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ" (صحیح ترمذی: ٢٦١٦) (دین کا سر اسلام ہے)۔ اسلام کی تعریف میں جو بات سب سے پہلے ارشاد فرمائی وہ توحید یعنی شہادتین کا اقرار ہے جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح مسلم کی مشہور حدیث جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام میں بیان ہوا۔ (ط ع)

[5] جیسے جماعت اسلامی، تنظیم اسلامی، حزب التحریر اور نفاذ شریعت کی مختلف تحریکیں وغیرہ۔(ط ع)

تمام چیزوں کی عبادت کو نہ چھوڑا جائے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَعَدَ اللهُ الَّذِينَ ءَامَنُواْ مِنكُمۡ وَعَمِلُواْ الصَّـٰلِحَاتِ لَيَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِى الۡأَرۡضِ كَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِينَ مِن قَبۡلِهِمۡ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمۡ دِينَهُمُ الَّذِى ارۡتَضَىٰ لَهُمۡ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّنۢ بَعۡدِ خَوۡفِهِمۡ أَمۡنًا يَعۡبُدُونَنِى لَا يُشۡرِكُونَ بِى شَيۡـًٔا وَمَن كَفَرَ بَعۡدَ ذَٰلِكَ فَأُوْلَـٰٓئِكَ هُمُ الۡفَـٰسِقُونَ ﴾ (النور: ۵۵)

(اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کئے کہ وہ انہیں زمین میں ضرور خلیفہ بنائے گا، جیسا کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے اور ان کے اس دین کو مضبوطی سے جمادے گا جو وہ ان کے لئے پسند کر چکا ہے اور ان کے (موجودہ) خوف کو امن سے بدل دے گا۔ (شرط یہ ہے کہ) وہ میری عبادت کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، جس نے اس کے بعد انکار کی روش اپنائی، پھر ایسے لوگ ہی فاسق ہیں)

کیا یہ لوگ ملک کو بت پرست عقائد، مردوں کی عبادت اور درگاہوں سے تعلق کو (جو لات، عزیٰ اور منات کی پرستش سے کچھ بھی مختلف نہیں بلکہ اس سے کہیں زیادہ ہے) پاک کرنے سے پہلے اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں؟ گویا یہ ایک ایسی کوشش ہے جو کبھی بار آور نہیں ہو گی:

[ومن طلب العلا من غير كد

أضاع العمر في طلب المحال]

(جو مشقتوں کے بغیر بلند درجے حاصل کرنا چاہتا ہے، گویا اس نے اپنی عمر ایک ناممکن کام میں گنوادی)

بیشک شریعت کی حاکمیت، حدود اور اسلامی اسٹیٹ کا قیام، حرام سے اجتناب اور واجبات کی ادائیگی یہ تمام توحید کے حقوق اور اس کی تکمیل اور اس کے تابع ہیں، پھر کیسے تابع کا تو اہتمام کر لیا جائے لیکن اصل کو چھوڑ دیا جائے۔ میرا خیال ہے کہ ان جماعتوں کی دعوت کے طریقے میں انبیاء کرام علیہم السلام کے منہج کی مخالفت پائی جاتی ہے، ایسا اس لئے ہے کیونکہ یہ لوگ اس نبوی منہج سے ناواقف ہیں اور جاہل کے لئے یہ موزوں نہیں ہے کہ وہ داعی بنے، کیونکہ دعوت کی اہم شرائط میں سے ایک شرط علم ہے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلۡ هَـٰذِهِۦ سَبِيلِىٓ أَدۡعُوٓاْ إِلَى اللهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ اتَّبَعَنِى وَسُبۡحَانَ اللهِ وَمَآ أَنَا۠ مِنَ الۡمُشۡرِكِينَ ﴾ (یوسف: ۱۰۸)

(آپ (ﷺ) فرمادیجئے یہ میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف مکمل بصیرت کے ساتھ بلا رہا ہوں، میں بھی اور میرے متبعین بھی، اور اللہ پاک ہے، اور میں مشرکوں میں سے نہیں)

اس سے معلوم ہوا کہ داعی کی قابلیت میں سب سے اہم علم ہے، بہت سے وہ لوگ جو دعوت کی طرف منسوب ہیں اگر ان میں سے کسی سے یہ پوچھ لیا جائے کہ اسلام کیا ہے اور اس کے نواقص کیا ہیں یعنی وہ کن چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے؟ تو وہ اس کا صحیح جواب بھی نہیں دے سکیں گے، تو پھر ایسے لوگوں کے لئے یہ کیسے جائز ہے کہ وہ داعی بنیں؟!

ہم دیکھتے ہیں کہ یہ جماعتیں خود آپس میں دست بگریباں ہیں، کیونکہ ہر جماعت کا پلان (منشور) اور منہج دوسری جماعت سے مختلف ہے اور یہ رسول اللہ (ﷺ) کی منہج سے روگردانی کرنے کا لازمی نتیجہ ہے[1]، کیونکہ رسول اللہ (ﷺ) کا منہج ایک ہے جس میں نہ تو کوئی تقسیم ہے اور نہ اختلاف۔ جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے:

﴿ قُلۡ هَـٰذِهِۦ سَبِيلِىٓ أَدۡعُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِى ﴾ (یوسف: ۱۰۸)

(آپ (ﷺ) فرمادیجئے یہ میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف مکمل بصیرت کے ساتھ بلا رہا ہوں، میں بھی اور میرے متبعین بھی)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم (ﷺ) کے متبعین اسی ایک راہ پر گامزن ہیں، اس میں ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ بلکہ اختلاف ان میں ہے جو اس منہج کی مخالفت کرنے والے ہیں، جیسا کہ ارشاد الہی ہے:

﴿ وَأَنَّ هَـٰذَا صِرَٲطِى مُسۡتَقِيمً۬ا فَٱتَّبِعُوهُۖ وَلَا تَتَّبِعُواْ ٱلسُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمۡ عَن سَبِيلِهِۦۚ ﴾ (الأنعام: ۱۵۳)

(یہ دین میری سیدھی راہ ہے، پس تم اس ہی کی پیروی کرو، دیگر راہوں کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہیں اس (اللہ) کی راہ سے گمراہ کردیں گی)

یہ آپس میں ایک دوسرے سے اختلاف رکھنے والی مختلف جماعتیں، خود دین کے لئے خطرہ اور جو لوگ اسلام میں

[1] جیسا کہ جہاد افغانستان کے بعد کی خانہ جنگی اس کی زندہ اور عبرت انگیز مثال ہے۔ (ط ع)

داخل ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے رکاوٹ بنی ہوئی ہیں۔ اس بنا پر یہ ضروری ہو گیا تھا کہ ان کے اختلاف کو واضح کیا جائے اور یہ بات سب پر عیاں کر دی جائے کہ ان کے اس اختلاف کا اسلام سے کوئی سروکار نہیں۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ﴾ (الأنعام: ۱۵۹)

(جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور مختلف گروہ ہو گئے، آپ (ﷺ) کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے)

اس لئے کہ اسلام دین پر جمع ہونے کی دعوت دیتا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:

﴿أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ﴾ (الشوری: ۱۳)

(دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا)

نیز ارشاد ہوا:

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ (آل عمران: ۱۰۳)

(اللہ کی رسی کو تم سب مل کر مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں تفرقہ مت کرو)

جب اس حقیقت کو منکشف کرنا لازم اور ضروری ہو گیا تو باغیرت اور محقق علماء کرام کی ایک جماعت کھڑی ہو گئی تاکہ ان جماعتوں کو ان کی غلطیوں سے آگاہ کرے اور دعوت الی اللہ میں ان کی انبیاء کرام علیہم السلام کے منہج سے مخالفت کو واضح کرے، تاکہ وہ حق کی جانب رجوع کریں، اس لئے کہ حق تو مومن کا گمشدہ مال و متاع ہے (جہاں سے بھی ملے وہ اسے حاصل کر لیتا ہے) اور اس لئے بھی کہ وہ شخص دھوکہ نہ کھائے جو ان کی غلطیوں سے آگاہ نہیں ہے۔ جن علماء کرام نے رسول اللہ (ﷺ) کے اس قول پر عمل کرتے ہوئے: "الدِّينُ النَّصِيحَةُ، قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: لِلَّهِ، وَلِكِتَابِهِ، وَلِرَسُولِهِ، وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ، وَعَامَّتِهِمْ[1]." (دین تو خیر خواہی کا نام ہے، دین تو خیر خواہی کا نام ہے، دین تو خیر خواہی کا نام ہے، ہم نے دریافت کیا: کس کی خیر خواہی؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: اللہ تعالی، اس کی کتاب، اس کے رسول، مسلمانوں کے حکام اور

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الدین النصیحۃ، الحدیث: ۵۵

عام مسلمانوں کے لئے) ان علماء کرام نے اس عظیم مہم کو سرانجام دیا، ان جماعتوں کی حقیقت کو کھول کھول کر بیان کیا اور امت کی خیر خواہی کی، انہیں میں سے ایک، فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر ربیع بن ہادی المدخلی حفظہ اللہ بھی ہیں۔ جنہوں نے زیر نظر کتاب کو "منهج الأنبياء في الدعوة الى الله ،فيه الحكمة والعقل" کے نام سے لکھا۔ دعوت الی اللہ، میں پیغمبروں کا اسلوب وہی ہے جو اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت میں ہے۔ آپ نے اس کتاب میں انبیاء علیہم السلام کے منہج کا مخالف جماعتوں کے منہج سے مقابلہ کیا ہے، تاکہ ان جماعتوں کے پیغمبروں کے مخالف منہج کا فرق واضح ہو جائے، اور ان مناہج کا کتاب وسنت کے شواہد اور مثالوں سے منصفانہ علمی مواخذہ کیا ہے۔ الحمدللہ! آپ کی کتاب مقصد کو پورا کرنے والی، حق کے طلب گار کے لئے کافی اور ہر متعصب و متکبر پر حجت اور دلیل ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ انہیں اس عمل پر اجر عطا کرے اور اس کتاب کے ذریعے لوگوں کو فائدہ پہنچائے اور اللہ کی بے شمار رحمتیں اور سلام نازل ہوں ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور آپ کی آل اور آپ کے اصحاب پر۔

فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان الفوزان

سنئیر استاد جامعہ امام محمد بن سعود الاسلامیہ

سنئیر رکن کبار علماء کمیٹی، سعودی عرب

مصنف ایک نظر میں

نام ونسب:

دکتور ربیع بن ہادی بن عمیر المدخلی القحطانی۔آپ کا قبیلہ "المداخلۃ"سعودی عرب کے جنوبی علاقے میں واقع مشہور قبائل میں سے ایک ہے، جس کا تعلق قبیلۂ قحطان کی مشہور شاخ"بنی شبیل" سے ہے،یعنی شبیل بن یشجب بن یعرب بن قحطان۔

ولادت:

آپ ۱۳۵۲ھ کو سرزمین سعودی عرب میں پیدا ہوئے۔

تعلیم:

حصول علم کا آغاز اپنے قریہ کے حلقۂ تعلیم سے کیا۔آٹھ برس کی عمر میں شہر "صامطۃ" میں شیخ قرعاوی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں واقع مدرسۂ سلفیہ میں داخلہ لیا، جہاں سے قرآن کریم، تجوید، اور عقیدۂ توحید کا علم حاصل کیا اور فن خطاطی میں مہارت حاصل کی، بعدازاں اسی شہر کے "المعھد العلمی" سے تعلیم حاصل کی، جہاں آپ نے چھوٹی سی عمر میں ہی مختلف اساتذۂ فن اور مشائخ سے عربی ادب، علم بلاغت، علم عروض، عقیدہ کی کتابیں، بلوغ المرام، نزھۃ النظر، اور فقہ کی کتاب زاد المستقنع وغیرہ پڑھ لی تھیں۔ پھر عالم اسلام کی معروف یونیورسٹی "جامعہ اسلامیہ، مدینہ نبویہ" میں کلیۃ الشریعۃ سے لیسانس(B.A)اور یہیں سے ایم-اے کرنے کے بعد آپ نے "جامعۃام القری" مکۃ المکرمۃ سے "دکتوراہ"(P.h.d)کی ڈگری حاصل کی۔ بعدازاں مدینہ یونیورسٹی کے کلیۃ الحدیث میں پروفیسر مقرر ہوئے۔جہاں آپ کو دراسات العلیا کی قسم السنۃ کی صدارت پھر استاذ کرسی کے اعزازات سے نوازا گیا۔

اساتذہ وشیوخ:

آپ کے اساتذہ کرام کی فہرست تو بہت طویل ہے، لیکن بالاختصار مدینہ یونیورسٹی میں آپ کے چند مشائخ کرام و اساتذۂ عظام کے نام یہ ہیں۔

ا: مفتی عالم اسلام، شیخ الاسلام علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمۃ اللہ علیہ۔

۲: العلامۃ الکبیر والمحدث الجلیل، الشیخ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ۔

۳: العلامۃ الشیخ حافظ بن احمد الحکمی رحمۃ اللہ علیہ

۴: العلامۃ المحدث فی دیار السندھ الشیخ بدیع الدین شاہ الراشدی السندی رحمۃ اللہ علیہ

۵: الشیخ العلامۃ احمد بن یحییٰ النجمی رحمۃ اللہ علیہ

۶: الشیخ المحدث العلامۃ عبد المحسن بن حمد بن العباد حفظہ اللہ

۷: حضرۃ العلام شیخ الحدیث حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

۸: فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا عبد الغفار حسن رحمۃ اللہ علیہ وغیرھم۔

تلامذہ:

شیخ محترم کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے۔ جنہوں نے آپ سے مختلف اوقات میں کسب فیض کیا، شیخ ابن باز کے حکم پر ہندوستان میں جامعہ سلفیہ بنارس میں آپ نے تقریباً دو سال (غالباً ۱۹۷۲/۱۹۷۳) تدریس کے فرائض انجام دیئے، ہندو پاک میں جامعہ اسلامیہ مدینہ نبویہ کی جانب سے مختلف اوقات میں منعقد ہونے والے دوراتِ تدریبیہ میں حصہ لینے والے ہزاروں برصغیر کے طلبہ نے آپ سے خوشہ چینی کی یوں تو ہر وقت آپ کی رہائش گاہ پر تشنگانِ علوم نبوت کی بھیڑ لگی رہتی ہے، محترم شیخ کو اللہ تعالیٰ نے اسلاف کے وقار، تواضع، زھد و تقویٰ طلبہ سے محبت اور جود و کرم سے حظ وافر عطا کیا ہے۔ عصر حاضر اور ماضی قریب کے معروف علماء مثلاً شیخ ابن باز، علامہ البانی، ابن عثیمین اور صالح الفوزان نے آپ کی خدمات کو سراہا اور آپ کی تالیفات سے استفادہ کرنے کی تلقین کی ہے۔

تالیفات:

شیخ محترم نے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں، ذیل میں آپ کی چند مشہور مؤلفات کا ذکر کیا جار ہا ہے۔

۱۔ بین الإمامین مسلم والدارقطنی، یہ کتاب علوم حدیث سے متعلق ہے۔

۲۔ منہج الأنبیاء فی الدعوۃ الی اللہ فیہ الحکمۃ والعقل۔

۳۔ منہج أھل السنۃ والجماعۃ فی نقد الرجال والکتب والطوائف۔

۴۔ أھل الحدیث ھم الطائفۃ المنصورۃ والفرقۃ الناجیۃ۔

۵۔ تقسیم الحدیث إلی صحیح وحسن وضعیف بین واقع المحدثین، ومغالطات المتعصبین۔

۶۔ منهج الإمام مسلم فی ترتیب صحیحه۔

۷۔ التعصب الذمیم وآثاره۔

نیز فضیلۃ الشیخ نے درج ذیل کتابوں کی تحقیق بھی کی ہے:

۱۔ النکت لإبن حجر علی إبن صلاح۔ یہ کتاب علوم حدیث سے متعلق ہے۔

۲۔التوسل والوسیلة ،لشیخ الإسلام ابن تیمیة ۔

۳۔ المدخل إلی الصحیح للحاکم أبی عبد الله۔

مذکورہ کتابوں کے علاوہ آپ کے اور کئی اصلاحی رسائل اور مضامین ہیں، جس میں آپ نے کتاب وسنت کی اہمیت اور عقیدۂ سلف کی ضرورت پر زور دیا ہے،اور سینکڑوں کی تعداد میں علمی محاضرات کی کیسٹیں بھی موجود ہیں۔ جس سے اہل علم فائدہ اٹھاتے اور عوام رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

متعنا الله بطول حیاته ونفع به الإسلام والمسلمین۔ آمین یا رب العالمین۔

شیخ ربیع کی تعریف میں علماء کرام کے اقوال

امام علامہ عبیداللہ رحمانی مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ شیخ ربیع حفظہ اللہ کو حدیث کی اجازت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"امابعد: یہ اللہ کا بندہ اور اس کی جناب میں فقیر ابوالحسن عبیداللہ تلمیذاً رحمانی، مسلکاً سلفی اثری، وطناً مبارکپوری بن علامہ شیخ عبدالسلام مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ مؤلف "سیرۃ البخاری" کہتا ہے کہ: اللہ کے دین میں ہمارے بھائی، عالم گرامی قدر، فاضل، جلیل شیخ ربیع بن ہادی عمیر المدخلی حفظہ اللہ نے مجھ سے روایتِ حدیث کی اجازت طلب کی ہے، اور ان کی سند اصحاب صحاح وغیرہ

جیسے آئمہ حدیث تک پہنچتی ہے۔۔(پھر آپ کی تعلیمی قابلیت کاذکر کرتے ہیں)۔۔اور آپ نے بیان کیا کہ آپ نے علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے بخاری، مسلم اور کچھ جامع ترمذی کے دروس جو مسجد نبوی میں منعقد ہوتے تھے میں شرکت فرمائی، اور شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی کافی عرصہ شرف تلمذ حاصل کیا اور اسی طرح شیخ حماد الانصاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جیسے کبار مشائخ سے بھی استفادہ فرمایا ہے۔آپ کو جامعہ اسلامیہ، مدینہ نبویہ کی جانب سے جامعہ سلفیہ، بنارس میں بھی مبعوث کیا گیا تھا جہاں میری اور ان کی علمی مسائل پر باتیں ہوا کرتی تھیں، اور کئی بار وہ مبارکپور بھی میرے گھر تشریف لائے۔ پس آپ صاحب فضیلت، علمی گہرائی ورسوخ، فہم سلیم، طبع مستقیم کی حامل شخصیت ہیں اور اعتقاداً وعملاً سلف صالحین کی منہج پر گامزن ہیں۔کتاب وسنت کے متبع اور ان کی نصرت اور دفاع کرنے والے ہیں۔اہل بدعت واہواپر بہت سخت ہیں اور ایسے مقلدین کا رد کرنے والے ہیں جن کی حدیث شریف پڑھنے کی ساری مساعی اسے اپنے امام کے مذہب کے مطابق بنانے کے لئے ہوتی ہیں[1]۔اللہ تعالیٰ آپ کے علم میں برکت فرمائے اور ان کی بقاء سے مسلمانوں کو بہرہ ور فرمائے۔۔". (الاجازۃ،۱۹ ذی القعدہ سن ۱۴۰۱ھ)

علامہ سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ

آپ سے شیخ ربیع بن ہادی اور شیخ محمد امان الجامی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "بخصوص اصحاب فضیلت جناب شیخ محمد امان الجامی اور شیخ ربیع بن ہادی المدخلی دونوں اہل سنت میں سے ہیں، اور ہمارے یہاں علم، فضل و صحیح عقیدے کے حامل معروف ہیں۔۔۔میں ان دونوں کی کتب سے استفادہ کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔۔۔" (کیسٹ سوئیڈن سے سوالات)

اور فرمایا: "شیخ ربیع اہل سنت والجماعت کے اخیار میں سے ہیں، اور یہ بات بالکل معروف ہے کہ آپ اہل سنت (اہل حدیث/سلفیوں) میں سے ہیں، اسی طرح آپ کی کتب ومقالات بھی معروف ہیں" (کیسٹ بعنوان ثناء العلماء علی الشیخ ربیع [شیخ ربیع کی تعریف میں علماء کرام کے کلام کا مجموعہ]، منہاج السنۃ ریکارڈنگز)

اس کے علاوہ کیسٹ توضیح البیان میں شیخ کی تعریف کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "لیکن اہل باطل جن کا کام ہی محض نیک

---

[1] اس کے باوجود بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ شیخ حفظہ اللہ مذموم واندھی تقلید کے قائل ہیں حیران کن ہے۔(ط ع)

لوگوں پر کیچڑ اچھالنا ہوتا ہے وہ اس قسم کی باتیں لوگوں میں پھیلا کر انہیں پریشان کرتے ہیں کہ فلاں (عالم) کے اس کلام سے یہ مراد تھی، فلاں سے یہ وغیرہ، حالانکہ کسی (سلفی سنی عالم) کے کلام کو بہترین محامل پر محمول کرنا واجب ہے"

شیخ ربیع کے درس "التمسّك بالمنهج السلفي" (سلفی منہج سے تمسک) کے بعد آپ کی تعریف وتائید فرمائی۔

اسی طرح آپ کی کتاب "منهج أهل السنة والجماعة في نقد الرجال والكتب والطوائف" (رجال، کتب اور طوائف پر نقد کرنے کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا منہج) کے مقدمے میں آپ کی تعریف اور کتاب کی تائید فرمائی۔

شیخ ربیع حفظہ اللہ اپنی کتاب "إزهاق أباطيل عبداللطيف باشميل" (عبداللطیف باشمیل کے اباطیل کا رد) کے صفحہ ۱۰۴ میں فرماتے ہیں: "میں نے شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ سے جب ملاقات کی تو آپ نے مجھے ہر حق وسنت مخالف پر رد کرتے رہنے کی نصیحت فرمائی اور یہ کیا ہی سنہری نصیحت ہے اور کتنی ہی عظیم بات اور کتنا ہی عظیم واجب ہے اس شخص پر جو اسے نبھانے کی استطاعت رکھتا ہو"

شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ شیخ ربیع کی ان کے یہاں ثقاہت واعتماد کی بنیاد پر بعض اشخاص اور ان کے منہج کے متعلق دریافت کیا کرتے تھے، اور اس بارے میں انہیں خطوط ارسال فرمایا کرتے تھے۔

جیسے رقم: ۲/۲۳۵۲، بتاریخ ۱۴۱۳/۲/۸ھ میں سید ابوالاعلی مودودی پر لکھا گیا شیخ کا کلام طلب فرمایا۔

رقم: ۱/۱۷۴۴، بتاریخ ۱۴۱۵/۵/۲۵ھ میں ایک داعی سے متعلق دریافت فرمایا۔

رقم: ۱/۲۲۰۳ بتاریخ ۱۴۱۵/۷/۲۴ھ کے خط میں اللہ تعالی کی صفات کی تاویل کرنے والے ایک داعی پر شیخ کو رد کرنے کی ترغیب دلائی۔

علامہ محدث محمد ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ البانی سے یہ سوال کیسٹ (ابوالحسن مأربی سے ملاقات ۲) میں کیا گیا جس کا مفہوم ہے کہ: قطع نظر اس کے کہ فضیلۃ

الشیخ ربیع بن ہادی المدخلی اور مقبل بن ہادی الوادعی اہل بدعت اور منحرف اقوال پر رد کے سلسلے میں جو جہاد کرتے ہیں، بعض نوجوان ان دونوں شیوخ کے صحیح سلفی منہج پر ہونے کے بارے میں شکوک کا اظہار کرتے ہیں؟

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب ارشاد فرمایا: "بلاشبہ ہم اللہ تعالی کی حمد بیان کرتے ہیں کہ اس نے اس صالح دعوت کہ جو کتاب وسنت اور منہج سلف صالحین پر قائم ہے کے لئے ایسے داعیان کھڑے کئے جو مختلف اسلامی ممالک میں اس فرض کفایہ کو ادا کررہے ہیں حالانکہ آج مسلم دنیا میں اس فریضہ کو ادا کرنے والے معدودے چند لوگ ہی ہیں۔ چناچہ یہ دونوں مشائخ شیخ ربیع اور مقبل کتاب وسنت اور جس منہج پر سلف صالحین تھے کی طرف دعوت دینے والے داعیان ہیں اور جو اس صحیح منہج کے مخالفین ہیں ان سے نبرد آزما ہیں۔ لہذا یہ بات پھر کسی پر ڈھکی چھپی نہیں رہنی چاہیے کہ جو ان کی شان میں تنقیص کرتا ہے وہ دو میں سے ایک شخص ہوسکتا ہے: یا جاہل ہوگا یا صاحب ہوی (خواہش پرست)۔ جہاں تک جاہل کا معاملہ ہے تو اس کی ہدایت ممکن ہے، کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ وہ کسی علم پر قائم ہے حالانکہ اسے جب صحیح علم بیان کردیا جائے تو ہدایت پاجائے گا۔۔ مگر اہوا پرست شخص کا ہم کچھ نہیں کرسکتے الا یہ کہ اللہ تعالی ہی اسے ہدایت دے۔ پس جو ان دونوں مشائخ پر تنقید کرتے ہیں یا تو جاہل ہیں تو ایسوں کو علم دیا جائے، یا پھر اہوا پرست ہیں تو اللہ تعالی سے ان کی شرارتوں کے خلاف پناہ مانگی جائے۔ اور اللہ تعالی سے دعاء کی جائے کہ یا تو انہیں ہدایت عطاء فرمائے یا (اگر ہدایت نصیب میں نہ ہو تو) ان کی کمر توڑ دے"۔

اسی طرح کیسٹ بعنوان (الموازنات بدعة العصر للألباني) (بدعتیوں کے بارے میں موازنات یعنی ان کے رد کے ساتھ ان کی اچھائیاں بھی بیان کرنا کی موجودہ بدعت پر رد) موجودہ زمانے کی اس بدعت پر رد کرنے کے بعد شیخ فرماتے ہیں: "بالاختصار یہی بات برحق ہے کہ ہمارے اس دور میں جرح وتعدیل کا جھنڈا بلند کرنے والے ہمارے بھائی دکتور ربیع ہیں۔ جو بھی ان پر رد کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ کبھی بھی علم کے ساتھ ان کا رد کر ہی نہیں سکتا، کیونکہ علم ان کے ساتھ ہے"۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب "صفة الصلاة" کے صفحہ ۴۸ میں غزالی سے متعلق کلام کرتے ہوئے شیخ ربیع کے لکھے گئے رد کی تعریف فرمائی۔

آپ نے شیخ ربیع کی کتاب "العواصم مما في كتب سيد قطب من القواصم" (سید قطب کی کتب میں پائی جانے والی بدعقیدگیاں ومنہجی انحرافات) پر تعلیق کرتے ہوئے جو کچھ شیخ نے سید قطب کی گمراہیوں سے متعلق لکھا ہے اسے حق

وصواب قرار دیا۔

شیخ فقیہ محمد بن صالح العثیمین رحمۃ اللہ علیہ

کیسٹ "سوئیڈن سے سوالات" میں شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ سے شیخ ربیع کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا: ''میں شیخ ربیع کے متعلق سوائے خیر کے کچھ نہیں جانتا اور یہ کہ وہ اہل سنت و اہل حدیث ہیں''۔

اسی طرح آپ نے کیسٹ "إتحاف الكرام" جو عنیزہ میں منعقدہ پروگرام تھا اور اس میں شیخ ربیع نے اپنی تقریر بعنوان "الاعتصام بالكتاب والسنّة" (کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامنا) پیش کی تھی تو اس پر شیخ ابن عثیمین نے تاثرات ظاہر کرتے ہوئے اس کی بہت تعریف فرمائی اور سراہا۔

اسی کیسٹ میں فرمایا کہ مجھ سے شیخ کے بارے میں سوال کرنے کے بجائے شیخ سے میرے بارے میں سوال کرنا چاہیے۔

کیسٹ "لقاء الشيخ ربيع مع الشيخ ابن عثيمين حول المنهج" (شیخ ربیع کی شیخ ابن عثیمین سے منہج سے متعلق ملاقات) میں سید قطب کے رد سے متعلق معلومات کے لئے شیخ ربیع کی کتب کی جانب رجوع کرنے کی نصیحت فرمائی۔

کیسٹ بعنوان "كشف اللثام عن مخالفات أحمد سلام" (مخالفات احمد سلام کی نقاب کشائی) جو کہ ہولینڈ سے ایک ٹیلیفونک خطاب تھا میں شیخ ربیع کے صحیح سلفی منہج پر ہونے کی گواہی دی۔

شیخ علامہ صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ

آپ اسی کتاب "منہج الانبیاء فی الدعوۃ الی اللہ" کے مقدمے میں شیخ کی تعریف فرماتے ہیں، دیکھئے مقدمہ کتاب ھذا۔

اسی طرح آپ کی کتاب "جماعة واحدة لا جماعات" (اسلام میں جماعت واحدہ ہے نا کہ بہت سی جماعتیں) جو کہ عبدالرحمن عبدالخالق پر رد ہے اس کے مقدمے میں شیخ فوزان حفظہ اللہ جماعت بازی و حزبیت کے رد کرنے پر شیخ کی تعریف و تائید فرماتے ہیں۔ نیز دیکھئے شیخ کی دوسری کتاب النصر العزیز کا مقدمہ۔

کیسٹ "الأسئلة السويدية" بتاریخ ربیع الآخر ۱۴۱۷ھ میں شیخ کی دعوتی جہود کی تعریف فرمائی۔

آپ نے حسن بن فرحان المالکی کے رد پر لکھی گئی کتاب "دحر افتراءات أهل الزيغ والارتياب عن دعوة الإمام محمد بن عبدالوهاب—رحمه الله۔" (اہل زیغ وارتیاب کاامام محمد بن عبدالوہاب کی دعوت پر کی گئی افتراء پردازیوں کاازالہ) پر مقدمہ لکھتے ہوئے بھی شیخ ربیع حفظہ اللہ کی تعریف فرمائی ہے۔

حرم مکی میں بتاریخ ۱۴۲۴/۴/۱۳ھ آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ ایسے نوجوانوں کو کیا نصیحت فرمائیں گے جو مشہور آئمہ دعوت سلفیہ جیسے شیخ امان الجامی اور شیخ ربیع وغیرہ پر طعن کرتے ہیں؟

فرمایا کہ: "لوگوں کو اور قیل و قال کو چھوڑ دیجئے، ان مشائخ میں ان شاء اللہ سلفی دعوت اور لوگوں کی تعلیم کے لئے خیر اور برکت ہے۔ اگرچہ ان سے بعض لوگ راضی نہ ہوں تو کوئی حیرت کی بات نہیں دنیا کی سب سے عظیم ہستی رسول اللہ ﷺ تک سے تمام کے تمام لوگ راضی نہ تھے، یعنی کچھ ایسے بھی بدبخت تھے جو رسول ﷺ تک سے راضی نہ تھے تو اسی لئے لوگوں کی نفسیات واہوا کا کوئی اعتبار نہیں۔ ہم ان مشائخ کے بارے میں حسن ظن رکھتے ہیں، اور ان کے بارے میں خیر کے سوا کچھ نہیں جانتے، اور ساتھ ہی مزید توفیق کے لئے بھی دعاء گو ہیں"۔

شیخ محدث مقبل بن ہادی الوادعی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ سے کیسٹ "الأسئلة الحضرمية" میں سوال کیا گیا کہ آپ کی ان لوگوں کے بارے میں کیا رائے ہے جو کہتے ہیں کہ شیخ ربیع متشدد، جلد باز یا لاپرواہ انسان ہیں؟

پس آپ نے جواب ارشاد فرمایا کہ: "شیخ ربیع کو اخوان المفلسین (یعنی اخوان المسلمین/جماعت اسلامی) کے بارے میں مکمل معرفت حاصل ہے، الحمدللہ وہ طویل عرصہ ان سے قریب رہے ہیں اور سب سے بہتر طور پر ان کا علاج جانتے ہیں اور اہل بدعت پر رد فرماتے ہیں، اللہ تعالی ان کی حفاظت فرمائے"۔

اسی طرح سے کیسٹ "الأسئلة السنية لعلاّمة الديار اليمنية، أسئلة شباب الطائف" میں فرماتے ہیں: "شیخ ربیع سب سے زیادہ حزبیوں (فرقہ پرستوں) کی شناخت رکھتے ہیں اور ان کے دجل سے واقف ہیں۔ یہاں تک کہ وہ کسی کے بارے جب بتادیتے ہیں کہ فلاں حزبی (فرقہ پرست) ہے تو کچھ عرصہ کے بعد ہی انکشاف ہو جاتا ہے کہ واقعی وہ حزبی ہی تھا۔ کوئی حزبی

شخص شروع شروع میں اپنے حال کو چھپا کر رکھتا ہے اور نہیں چاہتا کہ اس کا راز فاش ہو لیکن جونہی وہ قوی ہو جاتا اور اس کا حلقۂ متبعین بڑھ جاتا ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ اب اگر کوئی اس کے خلاف کلام کر بھی دے تو کوئی ضرر نہیں، پھر وہ اپنی اصلیت ظاہر کرتا ہے"۔ پھر آپ شیخ کی کتب ودروس سے استفادہ کی نصیحت فرماتے ہیں۔ اور فرمایا: "الحمدللہ اہل سنت معاشرے میں سے حزبیوں کو چھانٹ نکالتے ہیں، کیونکہ امت کا طائفہ منصورہ حق پر اسی طرح تاقیام قیامت قائم رہے گا۔ انہی میں سے شیخ ربیع ہیں جو ارض حرمین اور نجد کے معاشرے میں سے حزبیوں کو چھانٹ نکالتے ہیں"۔

(شريط ثناء العلماء على الشيخ ربيع – تسجيلات منهاج السنّة)

اپنی کتاب "تحفة القريب والمجيب" سوال ۷۵ میں آپ کی کتب پڑھنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ سوال ۱۲۳ میں دیگر کبار سلفی مشائخ کے ساتھ ساتھ آپ کے پاس جانے یا مراسلات کے ذریعہ تعلق رکھنے کی نصیحت فرماتے ہیں۔ سوال ۱۳۵ میں فرماتے ہیں "حزبیوں کی معرفت کے تعلق سے شیخ ربیع تو اللہ تعالی کی آیتوں میں سے ایک نشانی (آیت اللہ) ہیں"۔ سوال ۱۴۰، ۱۴۴، ۱۶۲ میں بھی آپ کی تعریف فرمائی۔ اور عنوان "من وراء التفجير في أرض الحرمين" (ارض حرمین میں ہونے والے بم دھماکوں کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے) کے تحت بھی حزبیوں، قطبیوں (سید قطب کے پیروکار) اور سروریوں (محمد سرور زین العابدین کے پیروکار) کے رد کے سلسلے میں آپ سے متعلق وصیت فرمائی۔

محمد الامام کی کتاب "تنوير الظلمات" (جو انتخابات/الیکشن کے مفاسد پر لکھی گئی ہے) کے مقدمے میں دیگر مشائخ کے ساتھ شیخ کی تعریف فرمائی۔

شیخ مقبل رحمۃ اللہ علیہ کے ایام مرض میں آپ کی شیخ ربیع حفظہ اللہ سے مکہ مکرمہ اور جدہ وغیرہ میں بہت اچھی ملاقاتیں رہیں اور دونوں مشائخ ایک دوسرے کا بہت احترام اور قدر کرتے تھے۔ اور شیخ ربیع شیخ مقبل کی بیماری میں آپ کی زیارت کو ہسپتال جایا کرتے تھے۔

شیخ عبدالعزیز البرعی حفظہ اللہ (یمن) اپنے ایک مقالے بعنوان "الذب عن السنّة وعلمائها" میں فرماتے ہیں کہ: "چار سلفی آئمہ ومشائخ اس حال میں فوت ہوئے کہ وہ شیخ ربیع اور ان کے منہج ودعوت سے راضی تھے"۔ ان چار مشائخ سے مراد شیخ ابن باز، ابن عثیمین، البانی ومقبل رحمۃ اللہ علیہم ہیں۔

ان مشائخ کے علاوہ بہت سے علماء کرام نے شیخ ربیع کی تعریف وتوصیف اور آپ کی سلفی منہج کے سلسلے میں جہود خصوصاً اہل بدعت واہوا اور حزبیوں پر رد کے سلسلے میں کاوشوں کو خوب سراہا ہے جیسے شیخ محمد بن عبداللہ السبیل (امام حرم

مکی)، محمد بن عبدالوہاب البنا، احمد بن یحیی النجمی، زید بن ہادی المدخلی، علی بن ناصر الفقیہی، عبید الجابری، صالح السحیمی، عبدالعزیز الراجحی وغیرہم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ طبع اول

ان الحمد للہ، ونستعینہ ونستغفرہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیأت اعمالنا، من یھدہ اللہ فلا مضل لہ، ومن یضلل فلا ھادی لہ، وأشھد ان لا إلہ إلا اللہ وحدہ لا شریك لہ، وأشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ، أرسلہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ الکافرون، وبعد۔

اس موضوع پر قلم اٹھانے کے لئے مجھے چند وجوہات کی بنا پر مجبور ہونا پڑا، جن میں سے اہم یہ ہیں:

(۱) امت اسلامیہ عقائد اور دیگر امور شرعیہ میں کئی زاویوں میں منقسم ہو چکی ہے۔ اس کے راستے الگ ہو گئے ہیں، نزاعی معاملات میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو حکم نہ بنانے کی وجہ سے اس کی صفوں میں انتشار پڑ گیا، آپس میں اختلافات کی آگ بھڑک اٹھی، پھر اسلام دشمن طاقتیں ان کے ذہنوں اور ملکوں پر غالب آ گئیں، جنہوں نے ان کی عزتوں کو پامال کیا انہیں غلام بنایا اور ذلیل کیا، اللہ جانے یہ سلسلہ اور کہاں تک دراز ہو گا۔

(۲) مسلمانوں کی اصلاح اور انہیں ذلت اور ادبار سے نکالنے کے لئے اسلامی میدان میں کچھ قائدین نئی فکر اور نئے راستوں سے داخل ہوئے، جن میں چند سیاسی قائدین ہیں اور چند فکری اور روحانی، ان تمام نکتہائے نظر اور مکاتب فکر کے پیش کرنے والوں نے یہ دعویٰ کیا کہ انہی کی پیش کردہ فکر "اسلامی منہج" ہے جس کی اتباع واجب ہے، اس فکر کے علاوہ اور کوئی فکر امت کو اس کے زوال سے نہیں نکال سکتی۔

ان دونوں اسباب کے علاوہ اور کئی محرکات نے مجھے یہ عظیم اور اہم فریضہ ادا کرنے پر ابھارا کہ میں "دعوت الی اللہ کا پیغمبرانہ اسلوب" کتاب و سنت کی روشنی میں واضح کروں، اور اس منہج کی خوبیاں بیان کروں جو اپنے آپ میں یکتا و منفرد ہے، اور صرف اسی کی اتباع پر زور دوں کیوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ تک پہنچنے اور اس کی رضا حاصل کرنے کا یہی ایک تنہا راستہ ہے، اور یہی امت مسلمہ کو زوال سے نکال کر دنیا کی سیادت اور آخرت کی سعادت تک پہنچانے کا واحد راستہ ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ خالق، باری، علیم و حکیم ہے۔ اس نے اس عظیم کائنات کو بیکار یا کھلواڑ کے طور پر نہیں بلکہ ایک عظیم کام اور نیک مقصد کے لئے پیدا کیا ہے۔ پھر اپنے لامحدود علم سے اس کی تدبیر کی اور بلیغ حکمت سے اسے منظم کیا۔ فرمان الٰہی:

﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِينَ۔ مَا خَلَقْنَاهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾

(سورۃ الدخان:۳۸۔۳۹)

(ہم نے آسمان وزمین اوران کے درمیان کی چیزوں کو کھیل کے طور پر نہیں پیدا کیا، بلکہ ہم نے انہیں برحق پیدا کیا ہے، لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے)

اللہ تعالیٰ نے جن وانس کو پیدا کر کے اس عظیم حکمت اور بڑے مقصد کی نشان دہی کی جس کے لئے انہیں پیدا کیا گیا ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ۔ مَا أُرِيدُ مِنْهُم مِّن رِّزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَن يُطْعِمُونِ﴾

(سورۃ الذاریات:۵۶-۵۷)

(میں نے جن اور انس کو محض اس لئے پیدا کیا کہ وہ صرف میری ہی عبادت کریں، نہ میں ان سے کوئی رزق چاہتا ہوں اور نہ میری یہ چاہت ہے کہ وہ مجھے کھلائیں)

نیز ارشاد ہے:

﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ۔ فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ﴾

(سورۃ المؤمنون:۱۱۵-۱۱۶)

(کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں یونہی فضول پیدا کیا ہے اور تمہیں ہماری طرف کبھی پلٹنا ہی نہیں ہے؟ پس بلند و بالا ہے اللہ جو حقیقی بادشاہ ہے، کوئی معبودِ برحق نہیں سوائے اس کے وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔)

نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَن يُتْرَكَ سُدًى﴾ (القیامۃ: ۳۶)

(کیا انسان نے یہ سمجھ رکھا ہے اسے بیکار چھوڑ دیا جائے گا؟(یعنی اسے کوئی حکم نہیں دیا جائے گا اور کسی چیز سے روکا نہیں جائے گا))

پھر ارشاد ہوتا ہے:

﴿تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ﴾ (الملک:۱-۲)

(نہایت بابرکت ہے وہ جس کے ہاتھ میں (کائنات کی) بادشاہت ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت والا ہے، جس نے موت اور حیات کو ایجاد کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں عمل کے اعتبار سے کون اچھا ہے؟ اور وہ زبردست بھی ہے اور بخشنے والا بھی)

اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اس نے انسانوں کو یہ آزمانے کے لئے پیدا کیا ہے کہ کون اس کے منہج کے تابع رہ کر اور انبیاء علیہم السلام کی اتباع کر کے اچھے اعمال کرتا ہے؟ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُواْ رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الأَرْضَ فِرَاشاً وَالسَّمَاء بِنَاء وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاء مَاء فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقاً لَّكُمْ فَلاَ تَجْعَلُواْ لِلّهِ أَندَاداً وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (البقرۃ:۲۱-۲۲)

(اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا اور ان کو بھی جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ وہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتارا پھر اس سے (مختلف قسم کے) پھل تمہارے لئے بطور رزق نکالے، پھر تم جانتے بوجھتے اللہ کے مد مقابل نہ بناؤ)

پھر انہیں حکم دیا کہ وہ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے کمر کس لیں جس کے لئے انہیں پیدا کیا گیا ہے اور انہیں بتلایا کہ اس نے ان کے لئے وہ تمام اسباب وافر مقدار میں مہیا کئے ہیں جو ان کے لئے اس عظیم مقصد کے قیام میں معین و مددگار ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اس مقصد سے ہٹنے اور ان عظیم نعمتوں کی ناقدری سے یہ کہہ کر ڈرایا کہ "یہ سب جانتے بوجھتے تم اللہ کے مد مقابل نہ بناؤ"۔ پھر ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلاً﴾ (الاسراء:۷۰)

(ہم نے اولادِ آدم کو عزت بخشی اور انہیں خشکی اور سمندر میں سواریاں عطا کیں اور انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور انہیں اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فضیلت بخشی)

انسان کو اس اکرام سے نوازے جانے اور اسے اس بلند مقام پر فائز کرنے کا مقصد وہی ہے جس کے لئے اس کو پیدا کیا گیا یعنی صرف اکیلے اللہ کی عبادت، اس کی تعظیم اور تمام نقائص اور شریکوں سے اس کی تنزیہ ہے، اللہ تعالیٰ ان تمام (عیوب

، نقائص اور شریکوں) سے بہت بلند ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے انسان کے درجے کو اس قدر بلند کیا کہ ساری کائنات کو اسی کی راحت اور خدمت کے لئے لگادیا۔ اب اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے مقررہ کام کو انجام دے اور اپنے مقصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اٹھ کھڑا ہو جس کے لئے اس کو پیدا کیا گیا ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے :

﴿قُل لِّعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُواْ يُقِيمُواْ الصَّلاَةَ وَيُنفِقُواْ مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلانِيَةً مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لاَّ بَيْعٌ فِيهِ وَلاَ خِلاَلٌ۔ اللّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضَ وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاء مَاء فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الأَنْهَارَ۔ وَسَخَّر لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَينَ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ۔ وَآتَاكُم مِّن كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ وَإِن تَعُدُّواْ نِعْمَتَ اللّهِ لاَ تُحْصُوهَا إِنَّ الإِنسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ﴾ (ابراہیم: ۳۱-۳۴)

((اے محمد ﷺ) آپ میرے ان بندوں سے کہیں جو ایمان لائے ہیں کہ نماز قائم کریں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے رہیں، اس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہو گی اور نہ ہی دوستی (کام آئے گی) اللہ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کی، آسمان سے پانی برسایا پھر تمہاری روزی کے لئے اس کے ذریعے پھل نکالے اور کشتی کو تمہارے لئے مسخر کر دیا تاکہ وہ سمندر میں اس کے حکم سے چلے پھرے اور دریاؤں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا اور تمہارے لئے سورج اور چاند کو لگادیا جو برابر چل رہے ہیں، اور رات کو بھی تمہارے کام میں لگا رکھا ہے۔ اور تمہیں تمہاری منہ مانگی کل چیزوں میں سے دے رکھا ہے، اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو انہیں پورے گن بھی نہیں سکتے۔ یقیناً انسان بڑا ظالم اور ناشکرا ہے)۔

شیخ ربیع ہادی عمیر المدخلی (المدینۃ النبویۃ)

عقل و فطرت کی عطاء کے ذریعے انسان کی عزت افزائی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل جیسی عظیم نعمت عطا کر کے اسے تمام مخلوقات میں سرفراز فرمایا، اسی نعمت کی وجہ سے وہ اللہ کے فرامین پر عمل کرنے کا مکلف بنا اور شریعت کے فہم وادراک کا اہل قرار پایا، ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اس کو فطرت سلیمہ سے نوازا جس کی رہنمائی دین حق اور وحیء مبارک کے ذریعے انبیاء علیہم السلام مسلسل کرتے چلے آئے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (سورۃ الروم: ۳۰)

(پس آپ یکسو ہو کر اپنے چہرے کو دین کی طرف کر دیں، اللہ کی فطرت[1] وہ ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کی بناوٹ بدل نہیں سکتی، یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بَهِيمَةً جَمْعَاءَ، هَلْ تُحِسُّونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ، ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ﴿فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ الآية"[2] (ہر پیدا ہونے والا فطرت (فطرت سے مراد تمام سلف صالحین اور اہل علم کے نزدیک اسلام ہے) پر

---

[1] الفطر کا معنی ہے ابتداء واختراع اور الفطرۃ یعنی حالت جیسے بیٹھنا یا سوار ہونا۔ یہاں اس کا معنی ہے کہ وہ جبلت کی ایک خاص نوعیت پر پیدا ہوتے ہیں ایک ایسی طبع جو دین کو قبول کرنے کے لئے تیار ہوتی ہے کہ اگر اسے اس کی فطری طبیعت پر چھوڑ دیا جائے تو وہ لازم اس پر گامزن رہے گی۔ اور جو کوئی اس فطرت ودین سے انحراف کرتا ہے تو وہ بشری آفات میں سے کسی آفت کی پیروی یا تقلید کرتے ہوئے ایسا کرتا ہے۔۔۔ (النہایۃ لابن الأثیر ۳/۴۵۷). حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری ۳/۲۴۸ میں فرماتے ہیں: (فطرت سے کیا مراد ہے اس بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے لیکن جو اس میں سے مشہور ترین قول ہے وہ یہ ہے کہ فطرت سے مراد اسلام ہے۔ امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی بات عامۃ السلف میں معروف چلتی آئی ہے اور اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول (فطرۃ اللہ التی فطر النّاس علیہا) سے مراد اسلام ہے۔

[2] أخرجه البخاري، ۲۳- كتاب الجنائز، ۷۹- باب إذا أسلم الصبي فمات يصلى عليه، حديث (۱۳۵۹،۱۳۵۸)، و۹۲- باب ما قيل في أولاد المشركين، حديث (۱۳۸۵)، و۶۵- كتاب التفسير، حديث (۴۷۷۵)، ومسلم ۴۶-كتاب القدر، حديث (۲۳،۲۲)، وأبو داود، ۳۴- كتاب السنّة، ۱۸- باب في ذراري المشركين، حديث (۴۷۱۴)، وأحمد في المسند (۲/۳۹۳،۳۴۶،۳۱۵) و(۲/۲۷۵،۲۳۳)، ومالك في الموطأ (۱/۲۴۱)، ۱۶- كتاب الجنائز، حديث (۵۲)، والترمذي في الجامع (۴/۴۴۷)، ۳۳- كتاب القدر، ۵- باب ما جاء ((كل مولود يولد على الفطرة))، حديث (۲۱۳۸). وفي لفظ البخاري ومسند أحمد والموطأ والترمذي: ((كل مولود يولد على الفطرة)).

پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے ماں باپ اسے یہودی عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں، جیسے کہ جانور اپنی ماں کے پیٹ سے صحیح سالم پیدا ہوتا ہے کیا تم اس میں کسی کو کان یا ناک کٹا پاتے ہو؟ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فطرۃ اللہ التی فطر لناس علیہا۔۔۔ الآیۃ کی تلاوت فرمائی) دوسری حدیث میں فرمایا: "إِنَّ رَبِّي عزوجل أَمَرَنِي أَنْ أُعَلِّمَكُمْ مَا جَهِلْتُمْ مِمَّا عَلَّمَنِي فِي يَوْمِي هَذَا: إِنَّ كُلَّ مَالٍ نَحَلْتُهُ عَبْدِي حَلالٌ، وَإِنِّي خَلَقْتُ عِبَادِي حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ، وَإِنَّهُمْ أَتَتْهُمُ الشَّيَاطِينُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِينِهِمْ، وَحَرَّمَتْ عَلَيْهِمْ مَا أَحْلَلْتُ لَهُمْ، وَأَمَرَتْهُمْ أَنْ يُشْرِكُوا بِي مَا لَمْ أُنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا۔۔۔"[1] (میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں وہ باتیں سکھاؤں جن سے تم بے خبر ہو میرے رب نے آج مجھے یہ بتلایا ہے: "ہر وہ مال جو میں نے اپنے بندوں کو عطا[2] کیا ہے حلال ہے میں نے اپنے تمام بندوں کو حنفاء[3] بنا کر پیدا کیا ہے لیکن شیاطین نے انہیں دین سے دور[4] کر دیا، ان پر وہ چیزیں حرام کر دیں جو میں نے حلال کی تھیں اور انہیں حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ شریک کریں جس کے متعلق میں نے کوئی دلیل نہیں اتاری)

پیغمبروں کے ارسال اور کتابوں کے انزال کے ذریعے انسان کی عزت افزائی

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو فطرت اور عقل کے ہی سپرد نہیں کیا بلکہ ان کے پاس خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے پیغمبروں کو بھی بھیجتا رہا، ان پر کتابیں نازل کیں تاکہ اختلاف کی صورت میں لوگ ان کی طرف رجوع کریں، ان کے لئے کوئی عذر باقی نہ رہے بلکہ ان پر حجت قائم ہو انبیاء علیہم السلام کو روانہ کرنے کے بعد اللہ پر کوئی حجت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام

---

[1] مسلم :۴/۲۱۹۷،کتاب الجنۃ، باب الصفات اللتی یعرف بھا اھل الجنۃ واھل النار فی الدنیا ،حدیث نمبر ۶۳

[2] نحلتہ: یعنی أعطیتہ (میں نے عطاء کیا یا دیا)، اور اس سے مراد ہے: ہر وہ چیز جو میں نے اپنے بندوں میں سے کسی بندے کو عطاء کی ہے وہ اس کے لئے حلال ہے۔ اس سے مقصد ان چیزوں کا انکار کرنا ہے جو لوگوں نے خود سے اپنے اوپر حرام کر دی ہیں جیسے السائبۃ والوصیلۃ والبحیرۃ والحامی وغیرہ، اور یہ چیزیں ان کے حرام کرنے سے حرام نہیں ہوتیں۔ ہر وہ مال جو بندے کی ملکیت ہے تو وہ اس کے لئے حلال ہے الا یہ کہ کسی اور کے حقوق اس سے متعلق نہ ہوں۔

[3] حنفاء یعنی مسلمان

[4] یعنی انہیں بیوقوف بنا کر جس دین پر وہ تھے اس سے منحرف کر دیا اور وہ اس باطل میں اس کے ہمراہی بن گئے۔

امتوں کو مکلف کیا کہ وہ ان چنے ہوئے بندوں کی اطاعت کریں، ان کے نقش قدم پر چلیں اور ان کے احکام کے آگے سر اطاعت خم کریں، جنہوں نے ان پیغمبروں کو جھٹلایا اور ان سے ٹکرائے، دنیا میں ان پر سخت عذاب نازل کیا اور آخرت کا کبھی نہ ختم ہونے والا عذاب اس کے علاوہ ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے وہ کیا پیغامات ہیں جسے انہوں نے اپنی قوم کے سامنے پیش کیا؟ وہ پیغامات ہر بھلائی پر محیط اور ہر برائی سے دور رکھنے والے تھے، انہوں نے انسانیت کو وہ سب کچھ عطا کیا، جس میں ان کی دنیوی اور اخروی بھلائی ہے کوئی نیکی ایسی نہیں جسے انہوں نے نہ بتلایا ہو اور کوئی برائی ایسی نہیں جس سے انہوں نے انسانوں کو نہ ڈرایا ہو۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا: ''كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي سَفَرٍ، فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا فَمِنَّا مَنْ يُصْلِحُ خِبَاءَهُ، وَمِنَّا مَنْ يَنْتَضِلُ، وَمِنَّا مَنْ هُوَفِي جَشَرِهِ إِذْنَادَى مُنَادِي رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم الصَّلَاةَ جَامِعَةً، فَاجْتَمَعْنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ: إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ قَبْلِي إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ يَدُلَّ أُمَّتَهُ عَلَى خَيْرِ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ، وَيُنْذِرَهُمْ شَرَّ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ، وَإِنَّ أُمَّتَكُمْ هَذِهِ جُعِلَ عَافِيَتُهَا فِي أَوَّلِهَا، وَسَيُصِيبُ آخِرَهَا بَلَاءٌ وَأُمُورٌ تُنْكِرُونَهَا، وَتَجِيءُ فِتْنَةٌ فَيُرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضًا، وَتَجِيءُ الْفِتْنَةُ فَيَقُولُ الْمُؤْمِنُ هَذِهِ مُهْلِكَتِي ثُمَّ تَنْكَشِفُ، وَتَجِيءُ الْفِتْنَةُ فَيَقُولُ الْمُؤْمِنُ هَذِهِ هَذِهِ فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُزَحْزَحَ عَنِ النَّارِ، وَيُدْخَلَ الْجَنَّةَ، فَلْتَأْتِهِ مَنِيَّتُهُ وَهُوَيُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَلْيَأْتِ إِلَى النَّاسِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يُؤْتَى إِلَيْهِ وَمَنْ بَايَعَ إِمَامًا فَأَعْطَاهُ صَفْقَةَ يَدِهِ وَثَمَرَةَ قَلْبِهِ، فَلْيُطِعْهُ إِنِ اسْتَطَاعَ، فَإِنْ جَاءَ آخَرُ يُنَازِعُهُ فَاضْرِبُوا عُنُقَ الْآخَرِ''[1] (ہم نے ایک سفر میں پڑاؤ ڈالا ہم میں سے کوئی اپنا خیمہ درست کرنے لگا، کوئی تیر اندازی[2] کرنے لگا اور کوئی اپنے جانور چرانے لگا[3]، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے آواز لگائی ''الصلاۃ جامعۃ'' ہم جمع ہوئے تو آپ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''مجھ سے پہلے جو بھی پیغمبر گزرے ہیں ان پر فرض تھا کہ وہ اپنی امت کو ہر وہ نیکی بتلائیں جو وہ جانتے ہیں اور ہر اس برائی سے ڈرائیں جو وہ ان کے لئے جانتے ہیں، اس امت کی بھلائی اللہ تعالیٰ نے ان کے پہلے لوگوں میں رکھی ہے، بعد کے لوگوں پر مصائب آئیں گے اور

---

[1] صحیح مسلم ۱۸۴۴، صحیح ابن ماجہ ۳۲۱۰، صحیح نسائی ۴۲۰۲، مسند احمد ۶۴۶۷

[2] المناضلۃ سے ہے یعنی تیر اندازی کرنا۔

[3] الجشر: یعنی چوپایوں کو چرانا۔

ایسے معاملات جو تم کو برے لگیں گے اور ایسے فتنے در پیش آئیں گے جن میں سے ہر گزرا ہوا فتنہ آنے والے فتنہ کے آگے ہیچ ہوگا[1]۔ کوئی فتنہ اٹھے گا تو مومن کہے گا: یہ تو میری تباہی ہے، دوسرا آئے گا تو مومن کہے گا: ''یہی ہے یہی ہے'' جو دوزخ سے بچنا اور جنت میں جانا چاہتا ہے اس کی موت اس حالت میں آئے کہ وہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اور لوگوں کے ساتھ وہ سلوک کرے جسے وہ خود اپنے لئے چاہتا ہو اور جس نے کسی امام کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسے اپنا عہد و پیمان اور دل کا پھل دیا ہو جہاں تک ہو سکے اس کی اطاعت کرے، اگر کوئی دوسرا اس کے خلاف خروج کرے تو دوسرے کی گردن مار دو)

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی دعوت ہر بھلائی پر مشتمل ہے اور ہر برائی سے ڈرانے والی ہے۔ لیکن اس دعوت کا آغاز کہاں سے ہوتا ہے اور اختتام کہاں ہے؟ اور اس دعوت کے کونسے ایسے اصول و قواعد ہیں جن پر یہ دعوت مرکوز ہے؟

لوگوں تک دعوت الی اللہ پہنچانے کے لئے انبیاء علیہم السلام کا نکتۂ آغاز ان اصول و قواعد سے تھا۔

① توحید

② رسالت

③ آخرت[2]

یہی تین اصول ان کی دعوت کا خلاصہ اور بنیاد ہیں قرآن مجید نے انہی تین اصول کا سخت اہتمام کیا ہے اور انہیں وضاحت سے بیان کیا ہے یہی وہ مدار ہے جس پر سارا قرآن گردش کر رہا ہے اور ان ہی کے اثبات کے لئے عقلی و حسی دلائل دئے گئے ہیں۔ تمام سورتیں، اکثر واقعات اور مثالیں انہیں کے اثبات کے لئے ہیں، قرآن کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص جو عقل و فہم اور حسن تدبر کی دولت سے مالا مال ہو اس کو محسوس کر سکتا ہے، صرف قرآن ہی نہیں بلکہ یہی کیفیت تمام آسمانی کتابوں اور شریعتوں

---

(1) یعنی اپنے سے بعد میں آنے والے عظیم فتنے کے مقابلے میں یہ فتنہ تو رقیق معلوم ہوگا۔

2 امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان تین اساسوں کے بارے میں ایک کتاب تالیف فرمائی ہے جس کا نام ہے "إرشاد الفحول إلی اتفاق الشرائع علی التوحید والمعاد والنبوات" طبع دار الکتب العلمیۃ - بیروت - لبنان۔ اس میں انہوں نے قرآن، تورات و انجیل سے دلائل بیان کئے ہیں۔

کی ہے۔

ان تینوں اصول میں سب سے اہم اور عظیم اللہ تعالیٰ کی توحید ہے، جس پر قرآن مجید کی اکثر سورتیں مشتمل ہیں بلکہ اس کی تین مشہور قسموں (ربوبیت، الوہیت، اسماء وصفات) پر قرآن مجید کی تمام سورتیں مشتمل ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہر سورة توحید اس کے حقوق اس کی جزا اور شرک و مشرکین کے عذاب پر مشتمل ہے، اس طرح قرآن مجید میں۔۔۔۔

① اگر اللہ کے اسماء وصفات کی خبر ہے، تو یہ توحید علمی وخبری ہے (جس کا علم اور خبر رکھنا ہر انسان کے لئے ضروری ہے)۔

② اگر صرف اللہ ہی کی عبادت اور اس کے علاوہ تمام معبودان باطل کو چھوڑ دینے کا مطالبہ ہے تو وہ توحید ارادی ہے جو بندوں سے مطلوب ہے۔

③ اگر اوامر ونواہی اور اللہ کی اطاعت کو لازم پکڑنے کے احکام ہیں تو یہ توحید کے حقوق اور اس کی تکمیل ہیں۔

④ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اہل توحید کی دنیا اور آخرت میں عزت افزائی کے تعلق سے جو کچھ ذکر کیا ہے وہ توحید کا صلہ ہے۔

⑤ مشرکین کی دنیوی سزا اور آخرت کے عذاب شدید کے متعلق جو کچھ بتلایا گیا ہے وہ توحید کے احکام نہ ماننے کی سزا ہے۔

غرض یہ کہ سارا قرآن توحید اور اس کے حقوق وجزاء اسی طرح سے شرک اور مشرکین کی سزاء کے ذکر سے بھرپور ہے[1]۔

توحیدِ الوہیت کی اہمیت

توحید الوہیت اور اس کی اہمیت کو میں دو اسباب کی وجہ سے ذکر کروں گا:

---

[1] شرح الطحاويّة (ص:۸۸)، الطبعة الأولى ۱۳۹۲ھ، نشر المكتب الإسلامي. اس کی اصل امام ابن تیمیہ اور ان کے تلمیذ امام ابن القیم رحمہما اللہ کے کلام سے منقول ہے دیکھیں مدارج السالکین لابن القیم (۴۵۰/۳).

توحید الوہیت اور اس کی اہمیت کو میں دو اسباب کی وجہ سے ذکر کروں گا:

۱: اس حیثیت سے کہ یہ انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا اہم ترین سرمایہ ہے، یہی وہ رزم گاہ ہے جس میں ہر قوم کے پیغمبر اور ان کے معاندین اور متکبرین باہم برسرپیکار رہے اور یہی موضوع قیامت کی صبح تک اہل حق اور اہل باطل کے درمیان معرکہ کا باعث بنا رہے گا، اور اسی کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کے وارثین کی قدر و منزلت بلند کرتا رہے گا۔

۲: اس حیثیت سے کہ دنیا کے جاہل مسلمانوں کے متعلق اس توحید سے انحراف کا سخت خطرہ لاحق ہے، صرف جاہل ہی نہیں بلکہ وہ لوگ جو ثقہ سمجھے جاتے ہیں اور علم کے دعویدار ہیں ان کے متعلق بھی یہی خدشہ ہے۔

ہم پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی عام دعوت پیش کرتے ہیں پھر چند پیغمبروں کی خاص صفات کی حامل دعوت کا تذکرہ کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولاً أَنِ اعْبُدُواْ اللّهَ وَاجْتَنِبُواْ الطَّاغُوتَ فَمِنْهُم مَّنْ هَدَى اللّهُ وَمِنْهُم مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلالَةُ فَسِيرُواْ فِي الأَرْضِ فَانظُرُواْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ﴾ (سورۃ النحل: ۳۶)

(ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجا کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت (ہر وہ چیز جو اللہ کے سوا پوجی جائے) سے بچو پھر بعض لوگوں کو اللہ نے ہدایت دی اور بعض پر گمراہی مسلط ہو گئی، تم زمین پر گھوم پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا؟)

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ (سورۃ الانبیاء: ۲۵)

(ہم نے آپ نے پہلے جس رسول کو بھیجا اس کی طرف وحی کی کہ بے شک نہیں ہے کوئی معبود برحق سوائے میرے بس تم میری ہی عبادت کرو)

اللہ تعالیٰ کئی انبیاء علیہم السلام کے واقعات ذکر کرنے کے بعد فرماتا ہے:

﴿إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ﴾ (الانبیاء: ۹۲)

(یہ تمہاری امت ہے جو حقیقت میں ایک ہی امت ہے اور میں تم سب کا رب ہوں پس تم میری ہی عبادت کرو)

نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ۔ وَإِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا

رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ﴾ (سورة المؤمنون: ۵۱-۵۲)

(اے پیغمبرو! پاک چیزیں کھاؤاور نیک عمل کرو، تم جو کچھ کر رہے ہو میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں اور یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں اس لئے تم مجھ ہی سے ڈرتے رہو)

امام ابن کثیر فرماتے ہیں: مجاہد، سعید بن جبیر، قتادہ اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم رحمہم اللہ اس آیت ﴿وَإِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں "دینکم واحد" یعنی تمہارا دین ایک ہی ہے[1]۔

ان دونوں آیتوں کی تشریح حدیث میں یوں ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَالْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ أُمَّهَاتُهُمْ شَتَّى وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ"[2] (میں دنیا اور آخرت میں سب سے زیادہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے قریب ہوں، تمام انبیاء علیہم السلام علاتی[3] بھائی ہیں، ان کی مائیں (شریعتیں) مختلف ہیں۔ لیکن دین ایک ہے)

اللہ تعالیٰ اولوالعزم پیغمبروں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ﴾ (سورة الشوری: ۱۳)

(اللہ نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا ہے جسے قائم کرنے کا اس نے نوح کو حکم دیا اور جو ہم نے بذریعہ وحی آپ کی طرف بھیجا ہے اور جس کی تاکید ہم نے ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ کو کی تھی کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا، مشرکین کو جس چیز کی طرف آپ انہیں بلا رہے ہیں وہ گراں گذر رہی ہے، اللہ جسے چاہتا ہے اپنا برگزیدہ بناتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرے اس کی رہنمائی کرتا ہے)

یہ تمام پیغمبر بشمول اولوالعزم من الرسل علیہم السلام کی دعوت کا خلاصہ ہے جن کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تک پہنچتی

---

[1] تفسیر ابن کثیر: ۳۶۵/۵

[2] أخرجه البخاري، ٦٠- الأنبياء، حديث (٣٤٤٣)، ومسلم (١٨٣٧/٤)، ٤٣-كتاب الفضائل، ٤٠-فضل عيسى عليه السلام، حديث(١٤٥)، وأحمد وأحمد في المسند (٤٨٢/٢، ٤٠٦، ٣١٩).

[3] "جن کا باپ ایک ہو اور مائیں مختلف" فتح الباري (٤٨٩/٦)، اور النهاية (٢٩١/٣) میں ہے کہ: انبیاء علاتی اولاد ہیں سے مراد یہ ہے کہ ان کی مائیں مختلف ہیں لیکن باپ ایک یعنی ان کا ایمان (عقیدہ) ایک ہے لیکن شریعتیں مختلف ہیں۔

ہے[1]۔

یہ تمام پیغمبر اپنی دعوت میں ایک ہی منہج پر چلتے تھے، ان کی پکار ایک ہی تھی یعنی توحید، یہی وہ مقدس امانت ہے جسے اس مقدس گروہ نے مختلف زمانوں، مختلف مکانوں، مختلف فضاؤں اور مختلف نسلوں کی انسانیت تک پہنچایا اس سے معلوم ہوا کہ توحید کا منہج ہی وہ راستہ ہے جس پر دعوت الی اللہ کے لئے چلنا ضروری ہے، یہی وہ راستہ ہے جس پر چلنا اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کے سچے متبعین کے لئے فرض کر دیا، اس میں نہ تو تبدیلی ممکن ہے اور نہ ہی اس راہ سے ہٹنا جائز ہے۔

بعض پیغمبروں کی دعوت کے نمونے

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بعض عظیم پیغمبروں کے تعلق سے یہ خبر دی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ اس منہج پر چلتے ہوئے کس طرح اپنی قوم کا سامنا کیا اور گمراہیوں کا مقابلہ کیا اور ان کی دعوت مشکل ترین مراحل میں بھی اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ منہج سے نہیں ہٹی۔ اللہ تعالیٰ سیدنا نوح اور سیدنا ھود علیہما السلام کی دعوت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمِهِ فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ إِنِّيَ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ۔ قَالَ الْمَلأُ مِن قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي ضَلاَلٍ مُّبِينٍ۔ قَالَ يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي ضَلاَلَةٌ وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ۔ أُبَلِّغُكُمْ رِسَالاَتِ رَبِّي وَأَنصَحُ لَكُمْ وَأَعْلَمُ مِنَ اللّهِ مَا لاَ تَعْلَمُونَ۔ أَوَعَجِبْتُمْ أَن جَاءكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَى رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُواْ وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔ فَكَذَّبُوهُ فَأَنجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُواْ بِآيَاتِنَا إِنَّهُمْ كَانُواْ قَوْماً عَمِينَ۔ وَإِلَى عَادٍ أَخَاهُمْ هُوداً قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ أَفَلاَ تَتَّقُونَ۔ قَالَ الْمَلأُ الَّذِينَ كَفَرُواْ مِن قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي سَفَاهَةٍ وِإِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكَاذِبِينَ۔ قَالَ يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ۔ أُبَلِّغُكُمْ رِسَالاتِ رَبِّي وَأَنَاْ لَكُمْ نَاصِحٌ

---

[1] **حدیث** أبي ذر **کی جانب اشارہ ہے:** أخرجه البخاري في التاريخ الكبير (٥/٢٤٢)، وأحمد في المسند(١٧٨/٥و١٧٩)، من طريق المسعودي عن أبي عمر الدمشقي عن عبيد بن الحسحاس عن أبي ذر. وابن حبان كما في الموارد رقم (٩٤)، وأبو نعيم في الحلية (١٦٨/١،١٦٦) وأشار إلى طرق أخرى إلى أبي ذر، وأحمد (٢٦٥/٥) وابن أبي مردويه في ((تفسيره)) نقلاً عن ابن كثير (٤٢٣/٢) والطبراني (٢٥٨/٨) وهناك طريق أخرى عن أبي أمامة في عدد الرسل وهم مئة وثلاثة عشر أخرجه الطبراني(١٣٩/٨) وابن حبان كما في الموارد (رقم: ٢٠٨٥) قال ابن كثير: وهذا على شرط مسلم.وقال الهيثمي: ((رواه الطبراني ورجاله رجال الصحيح غير أحمد بن خليد الحلبي وهو ثقة)).

أَمِينٌ۔ أَوَعَجِبْتُمْ أَن جَاءكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَى رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَاذكُرُواْ إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاء مِن بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَسْطَةً فَاذْكُرُواْ آلاء اللّهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔ قَالُواْ أَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّهَ وَحْدَهُ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ۔ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَغَضَبٌ أَتُجَادِلُونَنِي فِي أَسْمَاء سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَآؤُكُم مَّا نَزَّلَ اللّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ فَانتَظِرُواْ إِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ۔ فَأَنجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِينَ كَذَّبُواْ بِآيَاتِنَا وَمَا كَانُواْ مُؤْمِنِينَ﴾ (سورۃ الأعراف:۵۹-۷۲)

(ہم نے نوح کواس کی قوم کی طرف بھیجا،اس نے کہا: اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو،اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے،یقیناً میں تم پر ہولناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ان کی قوم کے سرداروں نے کہا: ہمارا خیال ہے کہ تم صریح گمراہی میں ہو۔آپ نے کہا: اے میری قوم! میں گمراہ نہیں ہوں بلکہ رب العالمین کا رسول ہوں،میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں،اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور اللہ کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے،کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہیں اپنی ہی قوم کے ایک آدمی کے ذریعے تمہارے رب کی جانب سے نصیحت پہنچی ہے تاکہ وہ تمہیں ڈرائے اور تم پرہیزگار بنو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔مگر انہوں نے اس کو جھٹلایا ہم نے ان کو اور ان کے ساتھ جو کشتی میں تھے بچالیا اور جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا انہیں ڈبو کر رکھ دیا بے شک وہ لوگ اندھے تھے اور عاد کی طرف ہم نے ان کی بھائی ھود کو بھیجا،اس نے کہا: اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں،کیا تم (اس کے عذاب سے) نہیں ڈرتے؟اس کی قوم کے سربرآوردہ کافروں نے کہا: ہم تمہیں کم عقلی میں مبتلا سمجھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ تم جھوٹے ہو،آپ نے کہا: اے میری قوم! مجھ میں ذرا بھی کم عقلی نہیں ہے بلکہ میں سارے جہاں کے مالک کا بھیجا ہوا رسول ہوں،کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہیں تمہارے رب کی جانب سے نصیحت ایک ایسے شخص کی معرفت آئی جو خود تمہاری اپنی قوم کا ہے تاکہ وہ تم کو (اس کے عذاب سے) ڈرائے،اور (اللہ کے اس احسان کو) یاد کرو کہ اس نے تم کو قوم نوح کا جانشین بنایا اور بدن کا پھیلاؤ بھی تم کو زیادہ دیا تو تم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو،تاکہ تم فلاح پاؤ،انہوں نے جواب دیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہم اکیلے اللہ کی عبادت کریں،اور جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے انہیں چھوڑ دیں؟اچھا اگر تو سچا ہے تو پھر جس عذاب کا ہم سے وعدہ کررہا ہے اسے لے آ۔اس نے کہا: اب تم پر اللہ کا عذاب اور غضب آنے ہی والا ہے۔کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جنہیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے ٹھہرالیا اور جس کی کوئی دلیل اللہ نے نہیں بھیجی،پھر تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کررہا ہوں۔ہم نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے

بچالیا اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ایمان نہ لائے ان کی جڑ کاٹ دی)

یہی دعوت تمام انبیاء علیہم السلام کی تھی، اس مقدس گروہ نے دعوت الی اللہ میں اللہ کی توحید اور صرف اسی کی عبادت کو اوّلیت دی، اپنی قوموں سے (سوائے ان کے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی) تکذیب تمسخر اور استہزاء پایا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكَمْ أَرْسَلْنَا مِن نَّبِيٍّ فِي الْأَوَّلِينَ- وَمَا يَأْتِيهِم مِّن نَّبِيٍّ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ﴾ (سورۃ الزخرف:٦-٧)

(ہم نے پہلے لوگوں میں کتنے ہی نبی بھیجے اور جو بھی پیغمبر ان کے پاس آتا مگر وہ اس کے ساتھ مذاق ہی کیا کرتے تھے)

پاک باز مومن نفوس پر تکذیب ٹھٹھے اور مذاق کا اثر تلواروں، قید خانو اور جسمانی تعذیب سے کہیں زیادہ ہوتا ہے، جیسا کہ عربی شاعر کہتا ہے:

وظلم ذوی القربی اشد مضاضۃ　　　　علی النفس من وقع الحسام المھند

رشتہ داروں کا ظلم دل پر ہندی تلوار کی کاٹ سے زیادہ کاری زخم لگاتا ہے۔

ایک دن ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: ''هَلْ أَتَى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ أَشَدَّ مِنْ يَوْمِ أُحُدٍ؟، قَالَ: " لَقَدْ لَقِيتُ مِنْ قَوْمِكِ مَا لَقِيتُ وَكَانَ أَشَدَّ مَا لَقِيتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ إِذْ عَرَضْتُ نَفْسِي عَلَى ابْنِ عَبْدِ يَالِيلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ فَلَمْ يُجِبْنِي إِلَى مَا أَرَدْتُ فَانْطَلَقْتُ، وَأَنَا مَهْمُومٌ عَلَى وَجْهِي فَلَمْ أَسْتَفِقْ إِلَّا وَأَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا أَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ أَظَلَّتْنِي فَنَظَرْتُ، فَإِذَا فِيهَا جِبْرِيلُ فَنَادَانِي، فَقَالَ: إِنَّ اللهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَمَا رَدُّوا عَلَيْكَ وَقَدْ بَعَثَ إِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيهِمْ فَنَادَانِي مَلَكُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَيَّ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ، فَقَالَ: ذَلِكَ فِيمَا شِئْتَ إِنْ شِئْتَ أَنْ أُطْبِقَ

عَلَيۡهِمُ الۡأَخۡشَبَيۡنِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: بَلۡ أَرۡجُوۡ أَنۡ يُخۡرِجَ اللهُ مِنۡ أَصۡلَابِهِمۡ مَنۡ يَعۡبُدُ اللهَ وَحۡدَهُ لَا يُشۡرِكُ بِهِ شَيۡئًا"[1] (کیا آپ ﷺ پر کوئی ایسا دن آیا ہے جو احد کے دن سے زیادہ سنگین تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، تمہاری قوم سے مجھے جن جن مصائب کا سامنا کرنا پڑا ان میں سب سے سنگین وہ مصیبت تھی جس سے میں گھاٹی کے دن دوچار ہوا، جب میں نے اپنے آپ کو عبد یا لیل بن عبد کلال کے صاحب زادے پر پیش کیا۔ لیکن اس نے میری بات منظور نہ کی تو میں غم والم سے نڈھال اپنے رخ پر چل پڑا اور مجھے قرن ثعالب پہنچ کر ہی افاقہ ہوا۔ وہاں میں نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بادل کا ایک ٹکڑا مجھ پر سایہ فگن ہے، میں نے بغور دیکھا تو اس میں جبریل علیہ السلام تھے، انہوں نے مجھے پکار کر کہا: آپ کی قوم نے جو بات آپ سے کہی اللہ نے اسے سن لیا ہے اب اس نے آپ کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے تاکہ آپ ان کے بارے میں اسے جو حکم دیں، اس کے بعد پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے آواز دی اور سلام کرنے کے بعد کہا: اے محمد ﷺ! آپ کی قوم نے جو بات کہی اللہ نے اسے سن لیا اور میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں، میرے رب نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اب آپ جو چاہیں مجھے حکم فرمائیں، اگر آپ چاہیں تو انہیں دو پہاڑوں کے درمیان کچل دوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (نہیں) بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ عزوجل ان کی پشت سے ایسی نسل پیدا کرے گا جو صرف ایک اللہ کی عبادت کرے گی اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائے گی)

سیرت نگاروں نے ان ٹھٹھا کرنے والوں کے بعض جوابات کو ذکر کیا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ ثقیف کے سرداروں اور شرفاء کے پاس پہنچے وہ تین بھائی تھے، عبد یالیل، مسعود اور حبیب۔ آپ ﷺ نے انہیں اللہ کی طرف بلایا اور ان سے اسلام کی مدد اور کفاران قریش کے خلاف اپنی مدد و تائید کے سلسلے میں بات کی۔ جواب میں ایک نے کہا: اگر اللہ نے تمہیں رسول بنایا ہو تو وہ کعبہ کا غلاف پھاڑے۔ دوسرے نے کہا: کیا اللہ کو تمہارے علاوہ کوئی اور نہیں ملا تھا؟ تیسرے نے کہا: میں تم سے ہرگز بات نہیں کروں گا، اگر تم واقعی پیغمبر ہو تو تمہاری بات رد کرنا میرے لئے انتہائی خطرناک ہے، اگر تم

---

[1] أخرجه البخاري، ٥٩-كتاب بدء الخلق، حديث (٣٢٣١)، ومسلم (١٤٢١/٣)، ٢٩-باب ما لقي النبي ﷺ من أذى المشركين والمنافقين، حديث (١١١). اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی دعوت کا بیان ہے اور اس راہ میں عظیم صبر، حلم و بردباری کا مظاہرہ ہے کہ ان ظالموں کو چھوڑ دینے مہلت دینے کا فرما کر ایسی ہلاکت سے بچا رہے ہیں جو انہیں ملیامیٹ کر دیتی۔ محض اللہ تعالی سے امید و رجاء رکھتے ہوئے کہ ان کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو ایک اللہ ہی کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کریں گے۔ سبحان اللہ! کیا عظیم ہدف و مشن ہے جسے صرف وہی جان سکتا ہے جس نے توحید کی نعمت کا ذائقہ چکھا ہو اور اس کی اہمیت سے واقف ہو۔

نے اللہ پر جھوٹ گھڑ رکھا ہے تو پھر مجھے تم سے بات کرنی ہی نہیں چاہیئے۔ پس رسول اللہ ﷺ ثقیف کی جانب سے کسی بھی قسم کی بھلائی سے ناامید ہو کر چل دیئے۔[1]

مذکورہ حدیث اور واقعے سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے نفوس قدسیہ پر مشرکین کے ٹھٹھے مذاق کا اثر ان ہولناک مصیبتوں، خونریز جنگوں اور روح کو لرزہ دینے والے معرکوں سے کہیں زیادہ تھا جن میں آپ کے جان نثار صحابہ کرام شہید ہوئے۔ جنگ احد جس میں ستر سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے[2] جن میں سیدنا مصعب بن عمیر[3] اور آپ کے چچا سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ[4] بھی شامل ہیں۔ آپ کا سر مبارک توڑا گیا، دندانِ مبارک شہید کئے گئے[1]، علاوہ ازیں

---

[1] البداية والنهاية لابن كثير (١٣٥/٣)، والدرر في اختصار المغازي والسير لابن عبد البر (ص:٣٥) ط.دار الكتب العلمية بيروت.

[2] قال البخاري -رحمه الله- في ٦٤- المغازي، ٢٦-باب من قتل من المسلمين يوم أحد، حديث (٤٠٧٨): حدثنا عمرو بن علي، حدثنا معاذ بن هشام، قال: حدثني أبي عن قتادة، قال: ((ما نعلم حياً من أحياء العرب أكثر شهيداً أغر يوم القيامة من الأنصار ".(ہم عرب کے قبائل میں سے کسی میں انصار سے زیادہ شہداء نہیں پاتے اور بروز قیامت بھی وہ افضل ترین ہوں گے) قال قتادة: وحدثنا أنس بن مالك: "أنه قتل منهم يوم أحد سبعون، ويوم بئر معونة سبعون، ويوم اليمامة سبعون" (ان کے یوم احد میں ستر شہید ہوئے، بئر معونہ میں ستر شہید ہوئے اور یوم یمامیہ میں بھی ستر ہی شہید ہوئے).

[3] عن خباب رضی اللہ عنہ قال: هاجرنا مع النبي ﷺ، ونحن نبتغي وجه الله فوجب أجرنا على الله، فمنا من مضى -أو ذهب- لم يأكل من أجره شيئاً كان منهم مصعب بن عمير قتل يوم أحد فلم يترك إلا نمرة، كنا إذا غطينا بها رأسه خرجت رجلاه وإذا غطيت رجلاه خرج رأسه، فقال لنا النبي ﷺ: ((غطوا بها رأسه واجعلوا على رجليه الأذخر...))، خباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہجرت کی اور ہم اس سے محض اللہ تعالی کی رضا کے طالب تھے پس اللہ تعالی کے ذمہ ہمارا اجر واجب ہوا۔ ہم میں سے کوئی ایسا بھی تھا کہ دنیا میں سے اپنے اجر کے عوض کوئی چیز کھائے بغیر چلا گیا انہی میں سے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی تھے جو یوم احد میں شہید ہوئے اور سوائے ایک چھوٹی دھاری دار چادر کے کچھ چھوڑ کر نہ گئے۔ جس کے ذریعہ سے اگر ہم ان کی سر کی طرف چھپاتے تو ان کی ٹانگیں ننگی ہو جاتیں اور اگر ٹانگوں کو چھپاتے تو ان کا سر ظاہر ہو جاتا۔ چناچہ نبی کریم ﷺ نے ہم سے فرمایا: اس چادر کے ذریعہ اس کا سر ڈھانپ دو اور پاؤں کی جانب اذخر گھاس رکھ دو۔) أخرجه البخاري ٦٤-كتاب المغازي، ٢٦-باب من قتل يوم أحد، حديث (٤٠٨٢)، ومسلم كتاب الجنائز (٢/٧) مع شرح النووي، وأحمد في المسند (١٠٩/٥)، والنسائي (٣٢/٤).

[4] آپ کی شہادت کا قصہ البخاري ٦٤-كتاب المغازي، ٣٢- باب من قتل حمزة بن عبد المطلب -رضی اللہ عنہ-، حديث (٤٠٧٢)، ومسند أحمد (٥٠٠/٣-٥٠١) میں موجود ہے۔

آپ ﷺ کو اور آپ کے صحابہ کرام کو منافقین کی جانب سے اذیتیں سہنی پڑیں، مکی زندگی میں جو مصائب آئے وہ الگ ہیں، بدر واحد کی تکلیفیں اپنی جگہ پر، ان تمام مصائب کو تو آپ نے فراموش کر دیا لیکن طائف میں اہل طائف کی جانب سے آپ کو جس حقارت اور ٹھٹھے و مذاق کا سامنا کرنا پڑا اسے زندگی کے آخری لمحات تک فراموش نہیں کر سکے۔ اسی لئے آپ نے ارشاد فرمایا: "أَشَدُّ النَّاسِ بَلاءً الأَنْبِيَاءُ، ثُمَّ الأَمْثَلُ فَالأَمْثَلُ" [2] (سب سے زیادہ آزمائشیں پیغمبروں پر آتی ہیں پھر ان پر جو ان جیسے ہیں، پھر ان پر جو ان جیسے ہیں)

ثُمَّ الأَمْثَلُ فَالأَمْثَلُ سے مراد وہ نیک لوگ ہیں جو دعوت الی اللہ میں پیغمبروں کے منہج پر چلتے ہیں، اللہ کی توحید اور ہر قسم کی عبادت کو اسی کے لئے خاص کرنے کی دعوت دیتے ہیں، اس کی ذات وصفات میں شرک کرنے سے روکتے ہیں، انہیں بھی اسی طرح تکلیفیں اور اذیتیں پہنچیں گی جس طرح کہ انبیاء علیہم السلام کو پہنچی تھیں۔

اسی لئے آپ اکثر مبلغین کو دیکھیں گے کہ وہ اس سخت اور پر خطر منہج سے کتراتے ہیں، کیوں کہ انہیں اس مشکل راہ پر چلنے سے اپنے والدین بہن بھائی، دوست واحباب اور معاشرہ و سوسائٹی کا مقابلہ کرنا پڑے گا ان کی آذیتیں، طعنے، ٹھٹھے

---

[1] عن أنس -رضی اللہ عنہ- قال: شج النبي -ﷺ- يوم أحد فقال: ((كيف يفلح قوم شجوا نبيهم ؟)) ، فنزلت { ليس لك من الأمر شيء} [آل عمران:١٢٨] [انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یوم احد میں آپ ﷺ زخمی ہو گئے تو فرمایا: وہ قوم کیسے فلاح یاب ہو سکتی ہے جس نے اپنے نبی کو زخمی کر دیا؟۔ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی (اے نبی! آپ کے اختیار میں کچھ نہیں (کہ یہ ہدایت پر آئیں یا نہ آئیں)۔۔)] أخرجه البخاري ٦٤-كتاب المغازي، ٢١-باب ليس لك من الأمر شيء، بدون رقم، ومسلم (١٤١٦/٣)، ٣٢-كتاب الجهاد والسير ٣٧- باب غزوة أحد، حديث (١٠٤).وفيه حديث سهل بن سعد برقم (١٠١) بلفظ: ((جرح وجه رسول الله ﷺ، وكسرت رباعيته وهشمت البيضة على رأسه)) . (سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ: رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا، آپ کے دندان مبارک شہید ہو گئے اور آپ کا خود سر میں پیوست ہو گیا تھا)

[2] أخرجه الترمذي (٦٠٢/٤)، ٥٦- باب ما جاء في الصبر على البلاء، حديث (٢٣٩٨)، وابن ماجة (١٣٣٤/٢)، ٢٣- باب الصبر على البلاء، حديث (٤٠٢٣)، والدارمي (٢٢٨/٢)، حديث (٢٧٨٦)، وأحمد في المسند (١٨٥/١، ١٨٠، ١٧٤، ١٧٢) كلهم من طريق عاصم بن أبي النجود وهو صدوق له أوهام عن مصعب بن سعد، قال الترمذي: حديث حسن صحيح، اور ترمذی کی تصحیح میں ان کے نزدیک کچھ نظر ہے گویا کہ اس کا حکم لگانے کے سلسلہ میں شواہد ملاحظہ کرنا چاہتے تھے۔ تو اس کے شواہد مندرجہ ذیل موجود ہیں:

١- عن أبي سعيد الخدري، أخرجه ابن ماجة (١٣٣٤/٢)، ٣٢-باب الصبر على البلاء،حديث (٤٠٢٤) قال في الزوائد إسناده صحيح نقلاً عن محمد فؤاد.

٢- من حديث فاطمة بنت اليمان أخرجه أحمد (٣٦٩/٦).

٣- من حديث أبي هريرة أشار إليه الترمذي بقوله: ((وفي الباب عن أبي هريـرة = وأخت حذيفة)) بعد إخراجه حديث سعد.

سہنے پڑیں گے۔اسی لئے وہ اس دشوار گذار، مصائب اور آلام سے بھرپور راستے کو چھوڑ کر اسلام کی ایسی تعلیمات کی تبلیغ میں زور صرف کرتے ہیں جن کے پیش کرنے میں نہ مصائب برداشت کرنے پڑتے ہیں اور نہ ذلت ورسوائی، ٹھٹھے اور مذاق کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بلکہ امت کا ایک بڑا طبقہ لپک کر ان کا استقبال کرے گا، حقارت کے بجائے انہیں عزت واحترام کے اعلیٰ مراتب پر فائز کرے گا اور حکومت بھی ان کا تعاون کرے گی اور حکمرانوں کا سایہ عاطفت ان پر اس وقت تک رہے گا جب تک کہ وہ ان پر نکتہ چینی نہیں کریں گے ان کے فریق نہیں بنیں گے۔ لیکن جب یہ ان کے مقابلے پر آجائیں تو حکمران ٹولہ انہیں نہایت سختی سے اس طرح کچل دے گا کہ گویا وہ بھی کوئی سیاسی لیڈر ہیں جو ان کی حکومت اور گدی چھین لینا چاہتے ہیں۔اور حکمران اس معاملے میں نہ رشتہ داروں کی پرواہ کرتے ہیں نہ دوستوں کی نہ مسلمانوں کی اور نہ ہی کافروں کی۔

ایسے دعاۃ اور مبلغین جب اسلام کا نام لے کر واویلا مچاتے ہیں تو ہم ان سے کہتے ہیں: جناب! ذرا رک جایئے، ذرا ہوش میں آیئے، اور اپنے آپ کو سنبھالیئے، آپ صراط مستقیم کی اس شاہراہ سے ہٹ چکے ہیں جس پر انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین کی سواریاں گذر چکی ہیں۔ جنہوں نے اللہ کی توحید اور دین کو اسی کے لئے خالص کرنے کی دعوت حق پیش کی تھی۔آپ ان کی کتنی ہی نقالی کرنا چاہیں دین کے نام پر اپنی دہشت زدہ آواز بلند کرنا چاہیں، لاکھ کوششوں، بلند بانگ داعوؤں اور مادی وسائل کی بہتات کے باوجود انبیاء علیہم السلام کے منہج پر چل نہیں سکتے، جب وافر وسائل[1] کے باوجود مقصد آپ کی نظروں سے غائب ہو گیا تو ان مادی وسائل کی کیا قدر و قیمت ہو گی، جن کا مقصد ہی ناپید ہو؟ مزید افسوس تو اس بات پر ہوتا ہے کہ یہ لوگ اللہ کے عطا کردہ اور پیغمبروں کے مقرر کردہ منہج سے ہٹ کر اپنی ان پگڈنڈیوں کو اپنانے پر مصر ہیں، جنہیں خود انہوں نے وضع کیا ہے اور انبیاء علیہم السلام کے منہج کے مقابلے میں ان کے بھڑکیلے نعروں اور بلند بانگ داعوؤں نے جاہلوں اور نادانوں کی عقلو ل کو اڑا لیا ہے۔

تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوتِ توحید اور اس کے نتیجے میں انہیں لاحق ہونے والی آزمائشوں اور بلاؤں کی خونریز داستان

---

[1] حکم وحکومت بھی دعوت الی اللہ کا ایک وسیلہ ہے (ناکہ غایت) جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ﴿الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ﴾ (الحج: ۴۱) .(یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں حکومت دے دیں تو اس میں نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں اور نیکی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں)

یہاں مفصل ذکر نہیں کی جاسکتی، ہم صرف پانچ انبیاء علیہم السلام کی دعوت اور اس سلسلے میں انہیں لاحق ہونے والی مصیبتوں کا مختصر تذکرہ کریں گے جو اہل بصیرت کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہیں اور یہ چیز ہمیں ایسی روشن راہ پر کھڑا کردے گی جس سے پھر کوئی ہلاک ہونے والا ہی ٹیڑھا ہو سکتا ہے۔

سیدنا نوح علیہ الصلوۃ والسلام

آپ ابوالبشر ثانی، اللہ کی جانب سے انسانوں کی طرف پہلے رسول ہیں، اس عظیم ہستی نے بہت طویل عمر پائی اور ساڑھے نو سو سال تک اللہ کی توحید اور اس کی خالص عبادت کی دعوت دیتے رہے اس بھرپور زندگی میں راہِ حق میں نہ کبھی تھکاوٹ محسوس کی اور نہ اکتاہٹ، دن رات، چھپ کر علی الاعلان ہر طرح دعوتِ حق دیتے رہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿إِنَّآ أَرۡسَلۡنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوۡمِهِۦٓ أَنۡ أَنذِرۡ قَوۡمَكَ مِن قَبۡلِ أَن يَأۡتِيَهُمۡ عَذَابٌ أَلِيمٌ - قَالَ يَٰقَوۡمِ إِنِّي لَكُمۡ نَذِيرٌ مُّبِينٌ - أَنِ ٱعۡبُدُواْ ٱللَّهَ وَٱتَّقُوهُ وَأَطِيعُونِ - يَغۡفِرۡ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمۡ وَيُؤَخِّرۡكُمۡ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّىۚ إِنَّ أَجَلَ ٱللَّهِ إِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُۖ لَوۡ كُنتُمۡ تَعۡلَمُونَ - قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوۡتُ قَوۡمِي لَيۡلًا وَنَهَارًا - فَلَمۡ يَزِدۡهُمۡ دُعَآءِيٓ إِلَّا فِرَارًا - وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوۡتُهُمۡ لِتَغۡفِرَ لَهُمۡ جَعَلُوٓاْ أَصَٰبِعَهُمۡ فِيٓ ءَاذَانِهِمۡ وَٱسۡتَغۡشَوۡاْ ثِيَابَهُمۡ وَأَصَرُّواْ وَٱسۡتَكۡبَرُواْ ٱسۡتِكۡبَارًا - ثُمَّ إِنِّي دَعَوۡتُهُمۡ جِهَارًا - ثُمَّ إِنِّيٓ أَعۡلَنتُ لَهُمۡ وَأَسۡرَرۡتُ لَهُمۡ إِسۡرَارًا - فَقُلۡتُ ٱسۡتَغۡفِرُواْ رَبَّكُمۡ إِنَّهُۥ كَانَ غَفَّارًا - يُرۡسِلِ ٱلسَّمَآءَ عَلَيۡكُم مِّدۡرَارًا - وَيُمۡدِدۡكُم بِأَمۡوَٰلٍ وَبَنِينَ وَيَجۡعَل لَّكُمۡ جَنَّٰتٍ وَيَجۡعَل لَّكُمۡ أَنۡهَٰرًا - مَّا لَكُمۡ لَا تَرۡجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا - وَقَدۡ خَلَقَكُمۡ أَطۡوَارًا - أَلَمۡ تَرَوۡاْ كَيۡفَ خَلَقَ ٱللَّهُ سَبۡعَ سَمَٰوَٰتٍ طِبَاقًا - وَجَعَلَ ٱلۡقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ ٱلشَّمۡسَ سِرَاجًا - وَٱللَّهُ أَنۢبَتَكُم مِّنَ ٱلۡأَرۡضِ نَبَاتًا - ثُمَّ يُعِيدُكُمۡ فِيهَا وَيُخۡرِجُكُمۡ إِخۡرَاجًا - وَٱللَّهُ جَعَلَ لَكُمُ ٱلۡأَرۡضَ بِسَاطًا - لِّتَسۡلُكُواْ مِنۡهَا سُبُلًا فِجَاجًا - قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمۡ عَصَوۡنِي وَٱتَّبَعُواْ مَن لَّمۡ يَزِدۡهُ مَالُهُۥ وَوَلَدُهُۥٓ إِلَّا خَسَارًا - وَمَكَرُواْ مَكۡرًا كُبَّارًا - وَقَالُواْ لَا تَذَرُنَّ ءَالِهَتَكُمۡ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسۡرًا - وَقَدۡ أَضَلُّواْ كَثِيرًاۖ وَلَا تَزِدِ ٱلظَّٰلِمِينَ إِلَّا ضَلَٰلًا - مِّمَّا خَطِيٓـَٰٔتِهِمۡ أُغۡرِقُواْ فَأُدۡخِلُواْ نَارًا فَلَمۡ يَجِدُواْ لَهُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ أَنصَارًا﴾ (سورۃ نوح: ۱-۲۵)

(ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ اپنی قوم کو ڈرائیں اس سے پہلے کہ ان پر دردناک عذاب آئے، انہوں نے کہا: اے میری قوم! میں تمہیں (اللہ کے عذاب سے) کھلا ڈرانے والا ہوں، کہ تم اللہ کی بندگی کرو اور اس سے ڈرو اور میرا کہا مانو (اگر ایسا کرو گے تو) وہ تمہارے گناہوں سے درگذر فرمائے گا اور تم کو مقررہ وقت تک مہلت دے گا، کیوں کہ اللہ کا

وعدہ جب آن پہنچتا ہے تو ٹل نہیں سکتا، کاش تم یہ بات سمجھتے۔ انہوں نے کہا: اے میرے رب! میں نے انہیں بلایا کہ تو انہیں بخشے انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیں اور اپنے کپڑوں سے منہ ڈھانک لئے اور اپنی روش پر اڑ گئے اور بڑا تکبر کیا، پھر میں نے انہیں پکار کر بلایا، پھر انہیں علانیہ بھی کہا اور چپکے چپکے بھی، میں نے کہا: اپنے رب سے بخشش طلب کر وہ وہ بڑا بخشنے والا ہے وہ آسمان سے تم پر خوب بارشیں برسائے گا اور تمہیں مال واولاد سے نوازے گا اور تمہیں باغات دے گا اور نہریں دے گا تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کی برتری کا عقیدہ نہیں رکھتے؟ حالانکہ اس نے تمہیں طرح طرح سے پیدا کیا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے کس طرح سات آسمان تہ بر تہ بنائے؟ اور ان میں چاند کو نور اور سورج کو چراغ بنایا؟ اور اللہ نے تم کو زمین سے اگایا (پیدا کیا) پھر تمہیں اسی میں لوٹا دے گا اور پھر اس سے نکالے گا اور اللہ نے زمین کو تمہارے لئے فرش بنایا تا کہ تم اس کی کشادہ راہوں پر چلو پھرو، نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: اے میرے رب! انہوں نے تو میری نافرمانی کی اور ان (مالداروں) کی مانبرداری کی، جن کے مال اور اولاد نے ان کی بدبختی میں اضافہ ہی کیا اور انہوں نے بہت بڑے مکر کئے اور انہوں نے کہا: ہر گز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا نہ ود کو چھوڑنا، نہ سواع کو، نہ یغوث کو، نہ یعوق کو اور نہ ہی نسر کو، اور انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا (الٰہی) تو ان کی گمراہی میں اور زیادتی کرنا، یہ لوگ اپنے گناہوں کے سبب ڈبو دئے گئے اور جہنم میں جھونک دئے گئے پھر انہوں نے اپنے لئے اللہ سے بچانے والا کوئی مددگار نہیں پایا)

اس محترم رسول کی دعوت کیا تھی؟ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعوتی زندگی کے ساڑھے نو سو سال (٩٥٠) کا خلاصہ مذکورہ آیتوں میں بیان کر دیا، اس میں اللہ کی توحید اور عبادتوں کو صرف اسی کے لئے خاص کر دینے کی تعلیم کے علاوہ اور کچھ ہے؟ اس دعوت کو پہنچانے میں آپ مسلسل کوشاں رہے، جو بھی وسیلہ ممکن تھا آزمایا، سری بھی جہری بھی، رغبت اور خواہش دلا کر بھی اور ڈرا دھمکا کر بھی، وعدے کر کے بھی وعیدیں سنا کر بھی۔ عقلی وحسی دلائل دے کر بھی خود ان کی زندگیوں کی مثالیں پیش کر کے بھی، کائنات کی نشانیاں دکھا کر بھی اور عبرتیں پیش کر کے بھی، لیکن یہ ساری دردمندی اور دلائل انہیں کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکی، وہ اپنے کفر وضلال پر برابر اڑے رہے۔ حق کے آگے متکبرانہ رویہ اختیار کیا اپنے معبودانِ باطل سے چمٹے رہے، نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا میں تباہی و بربادی سے دوچار ہوئے اور آخرت میں ہمیشہ کے عذاب میں گرفتار ہوئے۔

ہم یہاں یہ پوچھ سکتے ہیں کہ اس عظیم پیغمبر نے کیوں اتنی طویل مدت بغیر کسی تھکن اور اکتاہٹ کے توحید کے خاطر اتنی مشقتیں برداشت کیں؟ اللہ نے کیوں ان کی تعریف کی، کیوں ان کے ذکر کو محفوظ کر دیا اور کیوں ان کا شمار اولو العزم پیغمبروں میں کیا؟ توحید کی دعوت اس توجہ اور عنایت کی کیوں مستحق ہے؟ کیا اس منہج اور منطق کا اس عظیم پیغمبر کے

لئے محدود کر دینا منطق، حکمت اور عقل کے خلاف ہے یا یہی عین حکمت، صحیح منطق اور عقل سلیم کا تقاضہ ہے؟ اللہ نے آپ کو کیوں اس منہج پر چلنے کا ساڑھے نو سو سال تک پابند کیا، آپ کی تعریف کی اور آپ کی داستان کو ہمیشہ کے لئے باقی رکھا؟ اور کیوں ساری انسانیت کے سرتاج افضل الرسل ،امام الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ وہ سیدنا نوح علیہ السلام کو اپنی دعوت اور صبر میں نمونہ بنائیں؟

مقام نبوت کی قدر جاننے والے کا عقل وحکمت پر مبنی جواب یہی ہوگا کہ توحید کی دعوت، شرک پر یلغار اور اللہ کی زمین کو اس نجاست سے پاک کرنے کا عمل واقعی اس عظیم الشان مدح وثنا کا مستحق ہے، یہی عین حکمت اور عقل وفطرت کا تقاضہ ہے ہر داعی کا یہ فریضہ ہے کہ وہ اس منہج کو سمجھے اور اس الٰہی دعوت اور عظیم مقصد کو روئے زمین پر پھیلانے کے لئے اپنی ساری توانائیاں، جدوجہد اور کوششیں صرف کر دے اور اس سلسلے میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرے، ایک دوسرے کی تصدیق کرے جیسا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کیا کرتے تھے پہلے آنے والے بعد میں آنے والوں کو خوش خبری دیتے اور بعد میں آنے والے گذرے ہوئے انبیاء کی دعوت کی تصدیق وتائید کرتے اور انہیں کے چلے ہوئے راستے پر گامزن ہوتے۔

ہمیں یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ اگر اس منہج کے علاوہ اور کوئی منہج اعلیٰ وافضل ہوتا تو اللہ تعالیٰ ضرور اپنے پیغمبروں کے لئے اسے پسند کرتا اور اسے اپنانے کی ہدایت کرتا جب ایسا نہیں ہوا تو کیا مومن کے لئے یہ جائز ہے وہ اس طریقہ دعوت سے منہ موڑ کر کسی دوسرے طریقے کو اپنائے اور ان داعیوں پر دست وزبان دراز کرے جو اس ربانی منہج کی پیروی کر رہے ہیں؟؟؟

سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام

دوسرے الوالعزم پیغمبر ابو الانبیاء ،امام الموحدین خلیل اللہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ذات گرامی ہے جن کی دعوت کو نمونہ بنانے، راستے پر چلنے اور جن کی ہدایتوں کو اپنانے کا حکم اللہ رب العالمین نے سید الاوّلین والآخرین، رحمۃ للعالمین خاتم

الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو دیا ہے[1]۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے تعلق سے اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً إِنِّي أَرَاكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ- وَكَذَٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ- فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَىٰ كَوْكَبًا قَالَ هَٰذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ- فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هَٰذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِن لَّمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ- فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هَٰذَا رَبِّي هَٰذَا أَكْبَرُ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ- إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾

(سورۃ الأنعام: ۷۴-۷۹)

(جب ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے باپ آذر سے کہا: کیا تو بتوں کو معبود بناتا ہے میں تجھ کو اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھ رہا ہوں۔ اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمان اور زمین کی بادشاہت دکھلائی تا کہ وہ یقین کرنے والوں میں ہو جائے۔ جب ان پر رات کی تاریکی چھا گئی تو انہوں نے ایک تارہ دیکھا، کہا یہ میرا رب ہے، جب وہ ڈوب گیا تو کہا کہ میں ڈوب جانے والے کو پسند نہیں کرتا، جب چاند کو چمکتا دیکھا تو کہا کہ یہ میرا رب ہے، جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہا کہ اگر میرے رب نے میری رہنمائی نہیں کی تو میں گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں گا، جب آفتاب کو روشن دیکھا تو کہا کہ یہ میرا رب ہے جب وہ بھی غروب ہو گیا تو پکار اٹھے: اے میری قوم! میں تمہارے ان معبودوں سے جنہیں تم (اللہ کا) شریک ٹھہراتے ہو بیزار ہوں، میں نے یکسو ہو کر اپنا رخ اس ذات کی طرف کر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں ہر گز شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں)

شرک سے انکار اور توحید خالص کے اقرار سے لبریز، پر جوش اور طاقتور دعوت خاندان سے شروع ہو کر ساری قوم تک پھیلتی ہے، شرک و بت پرستی سے جنگ چھڑ جاتی ہے، ستاروں کی الوہیت کا عقیدہ ڈگمگا جاتا ہے، سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی حجت قائم کرنے، شرک اور اس کے باطل معتقدات کو زمین دوز کرنے کے لئے بحث و حجت کا بہترین راستہ اختیار کیا، یعنی ان

---

[1] اللہ تعالی کے اس فرمان کی جانب اشارہ ہے: ﴿ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ [النحل: ۱۲۳]. (پھر ہم نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ ملت ابراہیمی جو حنیف تھے کی اتباع کریں اور مشرکوں میں سے نہ تھے) اور اس فرمان کی طرف: ﴿قُلْ صَدَقَ اللَّهُ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ [آل عمران: ۹۵]. (کہو سچ فرمایا اللہ تعالی نے، تم ملت ابراہیمی کی پیروی کرو جو حنیف تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے)

کے معبودوں کی تحقیر کر کے انہیں بے عقل قرار دے کر ستارے چاند اور سورج پر یکے بعد دیگرے غور کر کے اور ان کے طلوع اور غروب زوال سے دوچار ہوتے ہیں تو کون اس کائنات کی حفاظت اور نگرانی کرے گا اور ان کے معاملات کی تدبیر کرے گا؟ جو شخص ان مظاہر فطرت پر اور ان کے طلوع و غروب، اقبال و ادبار پر غور کرے گا تو اس کے لئے ضروری ہو جائے گا کہ وہ ان خود ساختہ جھوٹے معبودوں کا انکار کرے، اپنے ہاتھوں کو شرک کی نجاست سے دھولے اور اس معبودِ برحق کی طرف رجوع کرے جس نے کہ آسمان اور زمین کو پیدا کیا جو نہ غائب ہوتا ہے اور نہ ٹلتا ہے جو کائنات کے تمام حالات اور حرکات و سکنات سے اچھی طرح باخبر ہے۔ جو ہر لمحہ ان کا نگران ہے، ہر وقت ان کی حفاظت اور ان کے کاموں کی تدبیر میں لگا ہوا ہے، یہ ایسے زبردست دلائل ہیں جنہیں اس مشاہدہ کی دنیا کا چپہ چپہ تقویت پہنچاتا ہے۔ اللہ سبحانہ کا فرمان ہے:

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَٰبِ إِبْرَٰهِيمَ ۚ إِنَّهُۥ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا - إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَٰٓأَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِى عَنكَ شَيْـًٔا - يَٰٓأَبَتِ إِنِّى قَدْ جَآءَنِى مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِىٓ أَهْدِكَ صِرَٰطًا سَوِيًّا - يَٰٓأَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَٰنَ ۖ إِنَّ الشَّيْطَٰنَ كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ عَصِيًّا - يَٰٓأَبَتِ إِنِّىٓ أَخَافُ أَن يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمَٰنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَٰنِ وَلِيًّا - قَالَ أَرَاغِبٌ أَنتَ عَنْ ءَالِهَتِى يَٰٓإِبْرَٰهِيمُ ۖ لَئِن لَّمْ تَنتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ ۖ وَاهْجُرْنِى مَلِيًّا - قَالَ سَلَٰمٌ عَلَيْكَ ۖ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّىٓ ۖ إِنَّهُۥ كَانَ بِى حَفِيًّا - وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ وَأَدْعُوا۟ رَبِّى عَسَىٰٓ أَلَّآ أَكُونَ بِدُعَآءِ رَبِّى شَقِيًّا - فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ وَهَبْنَا لَهُۥٓ إِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ ۖ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا - وَوَهَبْنَا لَهُم مِّن رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا﴾ (سورۃ مریم: ۴۱-۵۸)

(اس کتاب میں ابراہیم (علیہ السلام) کا ذکر کریں وہ بڑے راست باز انسان اور نبی تھے، جب انہوں نے اپنے والد سے کہا: ابا جان! آپ ان (بتوں) کی کیوں عبادت کرتے ہو، جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں اور نہ آپ کو کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں؟ ابا جان! میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا آپ میری پیروی کریں میں آپ کو سیدھا راستہ بتاؤں گا۔ ابا جان! شیطان کی عبادت نہ کیجئے کیوں کہ شیطان رحمن کا نافرمان ہے، ابا جان! مجھے ڈر ہے کہیں آپ پر اللہ کا عذاب نہ آن پڑے اور پھر آپ شیطان کے ساتھی بن جائیں (باپ نے) کہا: ابراہیم! کیا تو میرے معبودوں سے پھر گیا ہے؟ اگر تو باز نہیں آیا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا، بس تو ہمیشہ کے لئے مجھ سے جدا ہو جا، ابراہیم نے کہا: سلام ہے آپ کو، میں آپ کے لئے اپنے رب سے بخشش کی دعا کروں گا وہ مجھ پر بڑا ہی مہربان ہے میں تم کو اور تمہارے ان معبودوں کو بھی چھوڑ رہا ہوں، جنہیں تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو، مجھے یقین ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر نامراد نہیں رہوں گا، جب وہ ان سے اور ان کے ان معبودوں سے جدا ہو گئے، جن کی وہ اللہ تعالی کے سوا عبادت کرتے تھے، ہم نے انہیں اسحاق اور یعقوب عطا فرمائے اور دونوں کو ہی نبی بنایا اور

انہیں اپنی رحمت سے نوازااور انہیں بلند درجہ کی ناموری عطا کی)

توحید کی یہ پر جوش دعوت علم، منطق، عقل اور پاکیزہ اخلاق پر قائم ہے، یہ دعوت گمراہوں کو صراطِ مستقیم دکھاتی ہے۔ اس کا انکار کوئی اندھا متعصب ہی کر سکتا ہے جو جہالت، دشمنی، خواہشات، نفس اور تکبر وغرور کے دلدل میں پھنسا ہوا ہو، ورنہ کوئی بھی ذی شعور انسان ایسے بتوں کی کیسے عبادت کر سکتا ہے جو نہ سنتے ہوں اور نہ دیکھتے ہوں اور نہ اس کے کچھ کام آ سکتے ہوں؟

ہر ایک کو یہ جان لینا ضروری ہے کہ توحید کے علم سے انبیاء علیہم السلام کو طاقت ملتی تھی، اسی کے ذریعے وہ باطل، جہالت اور شرک پر یلغار کرتے تھے، یہ انبیاء علیہم السلام کا علم ہے جو راہِ حق دکھاتا اور شرک وضلالت سے بچاتا ہے، اس علم سے کوراہو نا تباہ کن جہالت ہے اور اس سے لاعلمی وہ زہر قاتل ہے جو عقل وفکر کو قتل کر دیتا ہے، اسی لئے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہا تھا:

﴿يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا﴾ (سورۃ مریم: ۴۳)

(اباجان میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس آیا ہی نہیں، آپ میری پیروی کیجئے میں آپ کو سیدھی راہ دکھاؤں گا)

اپنے باپ، خاندان اور قوم کو دعوت الی اللہ کے میدان اور حجتوں سے مغلوب کر کے آپ نے توحید کی کھلی دلیلوں سے اپنے وقت کے سرکش، ظالم اور حکمران نمرود پر پوری طاقت اور بہادری کے ساتھ یلغار کر دی۔ قرآن کہتا ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾
(سورۃ البقرۃ: ۲۵۸)

(کیا آپ کو اس شخص کا حال معلوم نہیں جس نے ابراہیم سے اس کے رب کی بابت جھگڑا کیا اس وجہ سے کہ اللہ نے اسے سلطنت دے رکھی تھی، جب ابراہیم نے کہا کہ میرا رب وہ ہے جو زندگی اور موت کا مالک ہے، اس نے کہا: میں بھی زندگی اور موت پر اختیار رکھتا ہوں، ابراہیم نے کہا: بے شک اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے، تو ذرا مغرب سے نکال لا، پھر وہ کافر حیران وششدر رہ گیا، اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس ناداں سرکش کو اللہ کی توحید اس کی ربوبیت اور الوہیت پر ایمان لانے کی دعوت دی لیکن اس نے سرکشی دکھائی اور اپنی جھوٹی الوہیت کے دعوے کی دست برداری سے انکار کر دیا، پھر آپ نے روشن اور واضح دلائل

کے ساتھ اس سے مناظرہ کیا، فرمایا:

﴿ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ ﴾
(میرا رب وہ ہے جس کے ہاتھ میں موت اور زندگی کا اختیار ہے)

یعنی وہی میرا پیدا کرنے والا مخلوق کا مدبر اور زندگی و موت کا دینے والا ہے، لیکن اس ناسمجھ ظالم نے کہا:

﴿ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ ﴾
(میں بھی جس کو چاہتا ہوں قتل کر سکتا ہوں اور جس کو چاہتا ہوں باقی رکھتا ہوں)

اس جواب میں سوائے ملمع سازی اور جاہلوں کو بھٹکانے کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام یہ کہہ رہے تھے کہ رب العالمین انسانوں جانوروں اور نباتات میں زندگی پیدا کرتا ہے۔ ان کو عدم سے وجود کا پیرہن پہناتا ہے، پھر جب ان کی عمریں ختم ہو جاتی ہیں تو انہیں ظاہری اسباب کی بنا پر یا بغیر کسی سبب کے ہی اپنی قدرت سے موت دیتا ہے، سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب دیکھا کہ نمرود ناسمجھوں اور ناکاروں کو اپنے ملمع سازانہ و فریب کارانہ جواب سے اندھیرے میں رکھنا چاہتا ہے تو آپ نے اس کی یہ کمزور دلیل وقتی طور پر قبول کر لی، اور فرمایا کہ جس الوہیت کا تو دعویدار ہے اگر سچ مچ اس کی کوئی حقیقت ہے تو:

﴿ فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ ﴾ (سورۃ البقرۃ: ۱۵۸)
(اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اسے مغرب سے نکال، پھر کافر بھونچکا رہ گیا)

سوائے حیرانی و پریشانی کے اس کے پاس کچھ نہیں اس کی دلیل ٹوٹ گئی، زبان گنگ ہو گئی، اور باطل الوہیت کا نشہ ہرن ہو گیا: ﴿ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ﴾ (سورۃ اسراء: ۸۱)

اس واقعے میں ہر صاحب بصیرت کے لئے یہ سبق موجود ہے کہ توحید کی دعوت اخلاص، عقل اور حکمت کے بلند ترین مقام پر فائز ہے، یہ گھروں سے شروع ہو کر اللہ جہاں تک چاہتا ہے پھیلتی ہے، نہ یہ بادشاہت کے خلاف اعلانِ جنگ ہے، نہ حکومت قائم کرنے کی خواہش، اگر ابراہیم علیہ السلام کا مقصد حصولِ اقتدار ہوتا تو آپ اس کے علاوہ دوسرا راستہ اپناتے۔ ایسی صورت میں بہت سے لوگ آپ کے گرد اکھٹے ہو جاتے اور آپ کا شہرہ ہو جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین اور صالح مبلغوں کے لئے ہر جگہ اور ہر زمانے میں ہدایت و راہنمائی، حق بیان کرنے اور سرکشوں پر حجت قائم کرنے

کا ہی راستہ چنا، اور سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اس فرض کو کامل طور پر نبھایا، آپ نے اپنے والد اور اپنی قوم چاہے حکومت ہو یا عوام پر دلائل و براہین سے حجت قائم کی، جب دیکھا کہ یہ لوگ شرک و کفر پر مصر اور جھوٹ و گمراہی پر قائم ہیں تو مجبوراً طاقت و قوت اور حرکت و عمل کے ذریعے کفر و شرک سے بیزاری کا اعلان کیا۔

ضلالت و گمراہی کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں بھٹکنے والی اپنی قوم کی اصلاح کا بیڑا آپ نے کہاں سے اٹھایا؟ کیا آپ نے حکومت پر حملہ کر دیا کہ یہی شر و فساد اور شرک و ضلالت کا منبع ہے؟ یا اس حاکم وقت کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا جو اپنی الوہیت کی دعویداری پر مصر تھا؟ یا آپ نے کافر حکومت اور اس کے ناسمجھ حکمران کے خلاف انقلاب کا نعرہ بلند کیا تاکہ شرک و فساد کی تمام اقسام کا خاتمہ ہو جائے اور ایک الٰہی حکومت آپ کی قیادت میں منصہ ء شہود پر آجائے؟ ان سوالوں کا جواب یہی ہے کہ حاشا و کلا انبیاء علیہم السلام کی ذاتیں ان گھٹیا راستوں پر چلنا یا عمل کرنا تو کجا اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتیں، یہ طریقے تو ظلمت و جہالت کے ماروں، دنیا و سلطنت کے خواہش مندوں کے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام توحید کے داعی راہِ حق کے رہنما، شرک و باطل سے انسانیت کو نجات دلانے والے ہیں۔ وہ جب کبھی تغیر و تبدیلی کی کوشش کرتے ہیں تو یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ انہیں کونسا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ چنانچہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے حکومت و سلطنت کے بجائے حقیقی شرک وضلالت پر تیشہ زنی کرنا مناسب سمجھا اور اس عظیم، حکیم اور حلیم پیغمبر نے یہی کر دکھایا، فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرٰهِيمَ رُشْدَهُ مِن قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ عٰلِمِينَ - إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنتُمْ لَهَا عٰكِفُونَ - قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عٰبِدِينَ - قَالَ لَقَدْ كُنتُمْ أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ - قَالُوا أَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ أَمْ أَنتَ مِنَ اللّٰعِبِينَ - قَالَ بَل رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الَّذِي فَطَرَهُنَّ وَأَنَا عَلَىٰ ذٰلِكُم مِّنَ الشّٰهِدِينَ - وَتَاللّٰهِ لَأَكِيدَنَّ أَصْنٰمَكُم بَعْدَ أَن تُوَلُّوا مُدْبِرِينَ - فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا إِلَّا كَبِيرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ إِلَيْهِ يَرْجِعُونَ - قَالُوا مَن فَعَلَ هٰذَا بِآلِهَتِنَا إِنَّهُ لَمِنَ الظّٰلِمِينَ - قَالُوا سَمِعْنَا فَتًى يَذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ إِبْرٰهِيمُ - قَالُوا فَأْتُوا بِهِ عَلَىٰ أَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُونَ - قَالُوا أَأَنتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِآلِهَتِنَا يٰإِبْرٰهِيمُ - قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هٰذَا فَاسْأَلُوهُمْ إِن كَانُوا يَنطِقُونَ - فَرَجَعُوا إِلَىٰ أَنفُسِهِمْ فَقَالُوا إِنَّكُمْ أَنتُمُ الظّٰلِمُونَ - ثُمَّ نُكِسُوا عَلَىٰ رُءُوسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰؤُلَاءِ يَنطِقُونَ - قَالَ أَفَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَنفَعُكُمْ شَيْئًا وَلَا يَضُرُّكُمْ - أُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ ۖ أَفَلَا تَعْقِلُونَ - قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِن كُنتُمْ فٰعِلِينَ - قُلْنَا يٰنَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلٰمًا عَلَىٰ إِبْرٰهِيمَ - وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْأَخْسَرِينَ﴾ (سورۃ الأنبياء: ٥١-٧٠)

(اس سے بھی پہلے ہم نے ابراہیم کو دانائی بخشی تھی اور ہم ان کو خوب جانتے تھے جب کہ انہوں نے اپنے والد اور اپنی قوم سے

کہا: یہ مورتیں کیسی ہیں جن کی تم مجاوری کرتے ہو؟انہوں نے کہا: ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی عبادت کرتے پایا ہے، انہوں نے کہا: جب تو تم اور تمہارے باپ دادا صریح گمراہی میں مبتلا تھے، انہوں نے کہا: کیا تم ہمارے پاس سچ مچ حق لائے ہو یا یونہی مذاق کر رہے ہو؟انہوں نے کہا: نہیں (میں مذاق نہیں کر رہا ہوں) درحقیقت تم سب کا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے جس نے انہیں پیدا کیا، اس پر میں گواہی دیتا ہوں، اللہ کی قسم! میں تمہاری غیر حاضری میں تمہارے بتوں کی خبر لوں گا، پھر انہوں نے ان سب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے سوائے ان میں سے سب سے بڑے کے تاکہ شاید وہ لوگ اس کی طرف رجوع کریں۔ انہوں نے کہا: جس نے بھی ہمارے معبودوں کا یہ حشر کیا ہے وہ بہت بڑا ظالم ہے (کچھ لوگوں نے) کہا: ہم نے ایک نوجوان کو اس کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا تھا، جس کا نام ابراہیم ہے، سب نے کہا: اسے تمام لوگوں کے سامنے پکڑ کر لاؤ تاکہ سب دیکھیں انہوں نے کہا: اے ابراہیم! کیا تم نے ہی ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے؟(ابراہیم علیہ السلام نے) جواب دیا: یہ کام تو ان کے سردار نے کیا ہے، تم اپنے ان (شکستہ) معبودوں سے ہی پوچھ لو اگر یہ بول سکتے ہوں۔ یہ سن کر وہ لوگ اپنے ضمیروں کی طرف پلٹے پھر (اپنے دلوں میں) کہنے لگے: کہ ظالم تو تم ہی ہو، پھر اپنے سروں کے بل اوندھے ہو گئے اور کہنے لگے: کیا تو نہیں جانتا کہ یہ بولتے نہیں ہیں؟(ابراہیم علیہ السلام نے) کہا: کیا تم اللہ کے علاوہ ان معبودوں کی عبادت کرتے ہو جن کے اختیار میں نہ تمہارا نفع ہے نہ نقصان، تف ہے تم پر اور تمہارے ان معبودوں پر جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو کیا تم اتنی بھی عقل نہیں رکھتے؟وہ کہنے لگے: اسے جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تم کچھ کر سکتے ہو، ہم نے کہا: اے آگ تو ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا ابراہیم کے لئے، گو کہ انہوں نے ان کا برا چاہا لیکن ہم نے انہیں بری طرح ناکام کر دیا)

اللہ تعالی نے آپ کو ہدایت اسی لئے عطا فرمائی کہ آپ اس کے اہل تھے، اس عظیم پیغمبر نے عقائد کے بگاڑ، حکومت کے فساد اور ایک ایسی قوم کا سامنا کیا جس کی سوجھ بوجھ گر چکی تھی، عقل بھٹک چکی تھی، انہوں نے پتھر اور لکڑی کے بت بنا لئے تھے، ستاروں کو پوجتے تھے ان پر ایک فاسد نظام حکومت چل رہا تھا، جس کا قائد ایک سرکش اور ناسمجھ حکمران تھا، جس نے ساری قوم کو اپنے قدموں پر جھکا رکھا تھا، پھر اصلاح کا عمل کہاں سے شروع کیا جاتا؟ کیا آپ نے اصلاح کا عمل حاکم سے معرکہ آرائی کے ذریعے شروع کیا، کیوں کہ وہ اللہ کی شریعت کے بجائے جاہلی قوانین کے ذریعے حکومت کر رہا تھا، بلکہ اپنے رب ہونے کا مدعی تھا اور قانون سازی کو اپنا حق سمجھتا تھا؟ یا آپ اصلاح کا عمل قوم اور جاہل حکومت کے عقائد کی اصلاح سے شروع کرتے؟قرآن ہمیں امام الانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے تعلق سے بیان کرتا ہے کہ انہوں نے اصلاح کا عمل اللہ کی توحید خالص اس

کی عبادت کی دعوت، شرک و کفر سے اعلانِ جنگ اور شرک واسبابِ شرک کی بیخ کنی سے شروع کیا، انہیں عملی طور پر اللہ کی توحید کی طرف بلایا اس میدان میں قوم اور حکومت سے خم ٹھونک کر مقابلہ کیا اور دلیل و حجت سے انہیں مغلوب کر دیا، یہاں تک کہ انہیں اعتراف کرنا پڑا کہ ہمیں شرک و ضلالت، اندھے تعصب اور باپ دادا کی تقلید کے مقابلے میں کسی برہان و دلیل کی کوئی ضرورت نہیں ہے:

﴿قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عَابِدِينَ﴾ (سورۃ الأنبیاء: ۵۳)

(ہم نے اپنے باپ دادوں کو انہیں کی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے)

جب ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کے معبودوں کو توڑنے کی حکمتِ عملی تیار کر لی، بھرپور ہمت، طاقت اور بہادری سے اس پروگرام کو عملی جامہ پہنایا، آپ کے اس جرأت مندانہ اقدام[1] نے حکومت اور قوم کو آپ کے خلاف مشتعل کر دیا، انہوں نے ایک کھلے فیصلے کے لئے آپ کو مدعو کیا۔ پھر آپ کو الزام دے کر پوچھا:

﴿قَالُوا أَأَنْتَ فَعَلْتَ هَذَا بِآلِهَتِنَا يَا إِبْرَاهِيمُ﴾ (سورۃ الأنبیاء: ۶۲)

(اے ابراہیم! کیا تم نے ہی ہمارے معبودوں کا یہ حشر کیا ہے؟)

آپ نے ان پر بھرپور طنز کرتے ہوئے فرمایا:

﴿بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا فَاسْأَلُوهُمْ إِن كَانُوا يَنطِقُونَ﴾ (سورۃ الأنبیاء: ۶۳)

---

[1] یہ عظیم جرأت مندانہ عمل اور جو توحید کو اپنانے اور شرک کو چھوڑ دینے کی پر حکمت دعوت اس سے پہلے بیان ہوئی وہ موجودہ دور کے بہت سے داعیان اصلاح کے نزدیک سطحی اور غیر اہم معاملات میں پڑنے کے مترادف ہے لاحول ولاقوۃ إلا باللہ (سچ فرمایا اللہ تعالی نے کہ) ﴿فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ﴾ (الحج: ۴۶) (درحقیقت آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں)۔

اور شیخ فوزان فرماتے ہیں: کیونکہ ایسے داعیان کے نزدیک دعوت کی ابتداء حکمرانوں اور حکومت کی اصلاح سے شروع ہونی چاہیئے نا کہ اصلاح عقیدہ سے، چناچہ ان کے اس نظریہ کے مطابق تو ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام اور دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام صحیح منہج دعوت اپنانے میں غلطی کر گئے!۔

(یہ حرکت توان کے بڑے کی معلوم ہوتی ہے، اگر یقین نہ آئے تو انہیں سے پوچھ لو کہ کس نے ان کی یہ درگت بنائی ہے؟)

آپ کا یہ طنز ان پر کڑک دار بجلی بن کر گرا، وہ مخبوط الحواس ہو کر کہہ اٹھے:

﴿لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هَؤُلَاءِ يَنطِقُونَ﴾ (سورة الأنبياء:٦٥)

((انہوں نے ذلت سے سر جھکا کر کہا) تم تو جانتے ہی ہو کہ یہ بول نہیں سکتے)۔

جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ان سے دلیل اور حجت کا ہتھیار چھین لیا تو وہ طاقت کا سہارا لینے پر کمر بستہ ہو گئے جو ہر جگہ ہر زمانے میں دلیل اور حجت سے عاجز ہر ظالم کا پسندیدہ ہتھیار ہوتا ہے، چلا اٹھے:

﴿حَرِّقُوهُ وَانصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ﴾ (سورة الأنبياء:٦٨)

(اسے جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تم کچھ کرنا چاہتے ہو؟)

لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے دوست کو ان کے شر سے بچا لیا اور کافروں کے مکر کو انہیں پر لوٹا دیا:

﴿قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَى إِبْرَاهِيمَ﴾ (سورة الأنبياء:٦٩)

(ہم نے کہا: اے آگ! تو ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا)

انہوں نے ان کے ساتھ برائی کرنی چاہی لیکن ہم نے انہیں بری طرح ناکام کر دیا۔ اس ہولناک آگ کا ٹھنڈا ہونا اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا نجات پانا آپ کی نبوت کی صداقت کی عظیم دلیل ہے، ساتھ ہی آپ کی لائی ہوئی توحید کی سچائی اور قوم کے شرک وضلالت کے بطلان کی واضح نشانی ہے، اللہ نے آپ کو اس حکمت سے بھرپور دعوت، اس جہاد اور عظیم قربانی کا بہترین بدلہ عنایت فرمایا، جیسا کہ ارشاد قرآنی ہے:

﴿وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ-وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ-وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ﴾
(سورة الأنبياء:٧١-٧٣)

(اور ہم نے ان کو اور لوط علیہما السلام کو بچا کر اس سرزمین کی طرف لے گئے جس میں ہم نے تمام جہاں والوں کے لئے برکت رکھی تھی اور ہم نے آپ کو اسحاق عطا کیا اور اس پر مزید یعقوب اور تمام کو ہم نے نیک بنایا، اور ہم نے انہیں پیشوا بنا دیا کہ وہ ہمارے

حکم سے لوگوں کی رہبری کریں، اور ہم نے ان کی طرف نیک کام کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوۃ دینے کی وحی (تلقین) کی اور وہ سب کے سب ہمارے عبادت گذار بندے تھے)

سیدنا یوسف علیہ الصلوۃ والسلام

تیسرے پیغمبر سیدنا یوسف علیہ السلام کی ذات گرامی ہے جو کریم ابن الکریم ہیں[1]۔ آپ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک مستقل سورت نازل فرمائی ہے، جو آپ کے بچپن سے لے کر وفات تک کے اہم حالات وواقعات پر مشتمل ہے، کہ گردش ایام کے کتنے مصائب کا آپ نے صبر، حکمت، بردباری اور نبوت کی طاقت سے مقابلہ کیا۔ آپ فرعون (سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا نہیں، بلکہ فرعون وہ لقب ہے جو مصری حکمرانوں نے اپنے لئے اختیار کیا تھا) کے گھر کے فساد اور اس کے اہل خانہ کے ظلم کے شکار ہوئے۔ آپ نے اس قوم کے عقائد کو جانا جن میں آپ نے زندگی گذاری تھی، اس قوم کا سب

---

[1] یہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کی جانب اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کی شان میں فرمایا:

"الْكَرِيمُ ابْنُ الْكَرِيمِ ابْنِ الْكَرِيمِ ابْنِ الْكَرِيمِ يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عليهم السلام" أخرجه البخاري ٦٠-كتاب الأنبياء، باب: ١٨، حديث (٣٣٩٠، ٣٣٨٢)، وأحمد في المسند (٩٦/٢). (کریم (شریف)، کریم کے بیٹے اور کریم کے پوتے اللہ کے نبی سیدنا یوسف علیہ السلام ہیں جو اللہ کے نبی سیدنا یعقوب علیہ السلام کے بیٹے، اللہ کے نبی سیدنا اسحاق علیہ السلام کے پوتے اور اللہ کے خلیل سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پڑپوتے ہیں)

اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ عزت دار وشرف والا انسان کون ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "أَتْقَاهُمْ لِلّٰهِ" (جو اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہو) صحابہ نے عرض کی ہم اس سے متعلق نہیں پوچھ رہے، تو فرمایا: "فَأَكْرَمُ النَّاسِ يُوسُفُ نَبِيُّ اللهِ ابْنُ نَبِيِّ اللهِ ابْنِ نَبِيِّ اللهِ ابْنِ خَلِيلِ اللهِ" (تو پھر سب سے زیادہ شرف والے یوسف علیہ الصلوۃ والسلام جو اللہ کے نبی تھے اور اللہ کے نبی کے بیٹے اور نبی کے پوتے تھے اور خلیل اللہ کے پڑپوتے تھے) انہوں نے کہا ہم اس سے متعلق بھی نہیں پوچھ رہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُونِي؟ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقُهُوا" (پھر کیا عرب کے قبائل کے متعلق پوچھ رہے ہو؟ تو سن لو جو جاہلیت میں ان میں سے بہترین تھا وہی اسلام میں بھی بہترین ہے بشرطیکہ سمجھداری سے کام لے یعنی دین میں فقاہت رکھے) أخرجه البخاري، ٦٠- الأنبياء حديث (٣٣٨٣)، والترمذي (٢٩٣/٥)، التفسير باب ١٣، حديث (٣١١٦)، وأحمد في المسند (٤١٦/٢، ٣٣٢) كلاهما من طريق محمد ابن عمرو عن أبي سلمة عن أبي هريرة، بلفظ: ((إن الكريم ابن الكريم ابن الكريم يوسف بن يعقوب بن إسحاق بن إبراهيم -عليهم السلام-

سے بڑا فساد اللہ کے علاوہ بتوں اور گائے کی پرستش تھی۔ جس کے خلاف آپ نے نہایت حکمت سے تبلیغ کی۔ آپ کا مفصل واقعہ تو بڑا طویل ہے، ہم صرف قید خانے میں آپ کی دعوت کی جانب اشارہ کرتے ہیں، ارشاد قرآنی ہے:

﴿ وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيَانَ قَالَ أَحَدُهُمَا إِنِّي أَرَانِي أَعْصِرُ خَمْرًا وَقَالَ الآخَرُ إِنِّي أَرَانِي أَحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِي خُبْزًا تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ- قَالَ لاَ يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلاَّ نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَن يَأْتِيكُمَا ذَلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لاَّ يُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَهُم بِالآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ- وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَآئِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ مَا كَانَ لَنَا أَن نُّشْرِكَ بِاللّهِ مِن شَيْءٍ ذَلِكَ مِن فَضْلِ اللّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لاَ يَشْكُرُونَ- يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَأَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ- مَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِهِ إِلاَّ أَسْمَاءً سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَآؤُكُم مَّا أَنزَلَ اللّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ إِنِ الْحُكْمُ إِلاَّ لِلّهِ أَمَرَ أَلاَّ تَعْبُدُواْ إِلاَّ إِيَّاهُ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لاَ يَعْلَمُونَ ﴾

(سورۃ یوسف: ۳۶-۴۰)

(اور ان کے ساتھ ہی دو غلام قید خانے میں داخل ہوئے، ان میں سے ایک نے کہا: میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں شراب کشید کر رہا ہوں، دوسرے نے کہا: میں نے دیکھا ہے کہ میں اپنے سر پر روٹی اٹھائے ہوئے ہوں جسے پرندے کھا رہے ہیں۔ ہمیں آپ اس کی تعبیر بتلائیے، ہمیں آپ نیک آدمی معلوم ہوتے ہیں، آپ نے فرمایا: یہاں تمہیں جو کھانا دیا جاتا ہے اس کے تمہارے پاس پہنچنے سے پہلے ہی میں اس کی تعبیر بتلادوں گا، یہ سب اس علم کی بدولت ہے جو مجھے میرے رب نے عطا کیا ہے، (بات یہ ہے کہ) میں نے ان لوگوں کا مذہب چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور جو آخرت کے منکر ہیں میں اپنے باپ دادوں (یعنی) ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے دین کا پابند ہوں، ہمیں ہر گز یہ سزاوار نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک کریں، ہم پر اور تمام لوگوں پر یہ اللہ کا خاص فضل ہے لیکن اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں۔ اے میرے قید کے ساتھیوں ! کیا کئی متفرق رب بہتر ہیں یا ایک زبردست (سب پر) غالب اللہ ؟ اس کے علاوہ جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ صرف نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لئے ہیں اللہ نے ان کی کوئی سند نازل نہیں کی، فرمانروائی کا حق صرف اللہ ہی کے لئے ہے، اس کا حکم ہے کہ تم سوائے اس کے کسی اور کی عبادت نہ کرو، یہی ٹھیک (راستہ) دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے)

اس نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے حکمرانوں کے محلات میں زندگی بسر کی، ان کے تمام مفاسد آپ کی نظر میں عیاں تھے بلکہ عملاً آپ نے ان عالی شان محلات کے باسیوں کے مکروفریب، شروفساد اور ظلم وستم کو قید کی صورت میں برداشت کیا اور ایسی قوم میں

آپ نے زندگی بسر کی جو بتوں، گائے اور ستاروں کی پجاری تھی، آپ کے سامنے اصلاح کا ایک بڑا میدان تھا، پھر آپ نے اصلاح کا عمل کہاں سے شروع کیا؟ کیا آپ نے اپنی دعوت کا آغاز اپنے جیل کے ساتھیوں کو ظالم حکمرانوں کے خلاف بھڑکانے سے کیا جو آپ ہی کی طرح ظلماً قید خانے میں ٹھونس دئے گئے تھے؟ اگر آپ یہ طرز عمل اختیار کرتے تو یقیناً یہ ایک سیاسی راستہ تھا، یا آپ نے فرصت کے لمحات میں اپنی دعوت کو وہیں سے شروع کیا جہاں سے آپ کے آباء واجداد بالخصوص موحد اعظم سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور تمام انبیاء علیہم السلام نے شروع کیا تھا، اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر زمانے میں اور ہر جگہ اصلاح کا واحد راستہ عقیدۂ توحید اور عبادت کو اللہ کے لئے خاص کرنے کی دعوت ہی ہے اسی لئے آپ نے اپنے عظیم اجداد کی پیروی کرتے ہوئے عقیدۂ توحید کو پیش کرنے، مشرکین کے عقائد اللہ کے علاوہ ان کے بتوں، گائے اور ستاروں کی عبادت پر نکیر کرنے اور انہیں حقیر ثابت کرنے کا صحیح راستہ اختیار کیا۔

توحید کی صدا دیتی اور شرک کا انکار کرتی اس دعوت کو، آپ نے اس قول سے تقویت پہنچائی کہ :

﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ﴾ (فرمانروائی کا حق صرف اللہ کے لئے ہے)[1]

(یہ کونسی حاکمیت ہے؟) پھر آپ نے اس حاکمیت کی تفسیر خود فرمائی کہ وہ اللہ کی توحید اور صرف اسی کی عبادت ہے:

﴿أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ﴾ (یوسف: ۴۰)

(اس نے حکم دیا کہ سوائے اس کے کسی اور کی عبادت نہ کرو اور یہی سیدھا راستہ ہے)

[1] یہ آیت قواعد توحید میں سے اساسی قاعدہ ہے جسے اللہ تعالی نے اپنی نبی یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کی زبانی ارشاد فرمایا لیکن صد افسوس کے آجکل اکثر ایسے دینی سیاسی اصلاحی داعیان نظر آئیں گے جو اس آیت کے اساسی مدلول یعنی اللہ وحدہ لا شریک کے لئے اخلاص عبادت سے پھیر کر اپنے سیاسی مدلول یعنی اسلامی ریاست کا قیام جہاں ان کے گمان کے مطابق اللہ تعالی کی زمین پر اس کی خلافت ونیابت کے طور پر اسلامی شریعت کا نفاذ ہو گا کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور اس میں اس قدر مبالغہ آرائی کی کہ لوگوں کو اس آیت کا اصل معنی تک بھلا دیا گیا اور اب اس آیت سے صرف اور صرف ان کا یہی جدید مفہوم سمجھا جاتا ہے۔ لاحول ولا قوۃ إلا باللہ۔ اور یہی سلوک انہوں نے تمام یا اکثر آیات توحید کے ساتھ کیا ہے۔

اور توحید کے تعلق سے فرماتے ہیں:

﴿ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لاَ يَعْلَمُونَ ﴾ (یوسف: ۴۰)

(یہی ٹھیک (راستہ) دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے)

آپ اسی حکومت کے اعلیٰ منصب پر پہنچتے ہیں[1] اور اپنی دعوت اور نبوت پر قائم رہتے ہوئے توحید کی مسلسل دعوت دیتے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہی امور کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مِكِينٌ أَمِينٌ۔ قَالَ اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ ﴾ (سورۃ یوسف: ۵۴-۵۵)

(بادشاہ نے کہا: اسے میرے پاس لاؤ تا کہ میں اسے اپنے خاص کاموں کے لئے مقرر کرلوں، پھر جب اس نے آپ سے بات کی تو کہنے لگا: اب آپ ہمارے ہاں ذی عزت و مرتبت اور امین ہیں۔ آپ نے کہا: زمین کے خزانے میرے سپرد کر دیجئے کیوں کہ میں حفاظت کرنے والا ہوں، اور علم بھی رکھتا ہوں)

پھر آپ نے اپنے رب کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِن تَأْوِيلِ الأَحَادِيثِ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ أَنتَ وَلِيِّي فِي الدُّنُيَا وَالآخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ ﴾ (سورۃ یوسف: ۱۰۱)

(اے میرے رب تو نے مجھے حکومت بخشی اور خواب کی تعبیر کا علم عطا کیا، آسمانوں اور زمین کے بنانے والے! تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا سرپرست ہے، میرا خاتمہ اسلام پر کر اور مجھے صالحین سے ملا دے)

اللہ تعالیٰ خاندان فرعون کے ایک مومن کی زبانی آپ کی دعوت کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

---

[1] شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کتاب "الحسبۃ" (ص:۷) میں فرماتے ہیں: (اسی طرح سے یوسف الصدیق علیہ الصلوٰۃ والسلام فرعون مصر کے نائب تھے جبکہ خود بادشاہ اور اس کی قوم مشرک تھی۔ لیکن آپ اپنے اس منصب پر رہ کر بقدر استطاعت عدل وانصاف اور امور خیر انجام دیتے اور حسب امکان انہیں صحیح ایمان وعقیدے کی دعوت بھی دیا کرتے تھے)

﴿ وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِن قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِّمَّا جَاءَكُم بِهِ حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَن يَبْعَثَ اللَّهُ مِن بَعْدِهِ رَسُولًا كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ ﴾ (سورۃ المومن: ۳۴)

(اور اس سے پہلے بھی یوسف تمہارے پاس واضح دلیلیں لے کر آئے تھے، پھر بھی تم ان کی لائی تعلیم میں شک وشبہ کرتے رہے، یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہوگئی تو تم نے کہا کہ اس کے بعد اللہ کسی اور رسول کو ہرگز نہیں بھیجے گا، اسی طرح اللہ گمراہ کرتا ہے ہر اس شخص کو جو حد سے بڑھ جانے والا اور شکی ہے)

قرآن مجید نے ہمارے سامنے سیدنا یوسف علیہ السلام کی جو سیرت پیش کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ توحید کی دعوت نہایت ہی اہم ہے اور شرک ایسی برائی ہے جسے ختم کرنے میں مومن کو کبھی کوئی نرمی اور مداہنت اختیار نہیں کرنی چاہیئے، چاہے داعی کے حالات کیسے بھی کیوں نہ ہوں، آپ کا یہ واقعہ ہمیں یہ بھی بتلاتا ہے کہ عقیدۂ توحید کی اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام انبیاء ومرسلین علیہم السلام کے نزدیک کیا عظمت اور بلند مقام ہے اور یہ کہ عقیدۂ توحید اور دین کے دیگر فروعات میں (اولیت وترجیح کے اعتبار سے) کتنا عظیم فرق اور امتیاز ہے۔ کسی مسلمان بالخصوص داعی کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی حکومت کا ایسا عہدہ جو عقیدۂ توحید میں خلل کا باعث ہو یا اس کے منافی ہو قبول کرے، جیسے مشرکین کے کاہنوں کی طرح کاہن بن جائے یا بتوں (مزاروں) کا مجاور بن بیٹھے، اگر کسی نے ایسا کیا تو اس کا شمار گمراہ مشرکین میں ہوگا۔

قانونی حیثیت سے اگر اسلامی حکومت قائم ہوگئی تو ضروری ہے کہ اللہ کا قانون نافذ کیا جائے، اگر کسی نے ایسا نہیں کیا تو وہ فرمان الٰہی کے مطابق کافر ہوگا:

﴿ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ﴾ (سورۃ المائدہ: ۴۴)

(جنہوں نے اللہ کے احکام کے مطابق فیصلہ نہیں کیا تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور علماء کرام کے فتوؤں کی روشنی میں اگر کوئی شخص اللہ کی شریعت کو حقیر جانے اور غیر شرعی فیصلوں کو حلال سمجھے تو وہ کفرِ اکبر کا مرتکب ہے۔ اگر اللہ کی شریعت کی قدر کرتے ہوئے غیر شرعی قانون کو حلال نہ سمجھتے ہوئے صرف اپنے نفسانی خواہشات کے غلبہ کی وجہ سے اللہ کے حکم کے بجائے اپنا حکم چلاتا ہے تو ایسا شخص کفر اصغر کا مرتکب ہوگا۔

اگر اسلامی حکومت قائم نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ ہر نفس کو اتنی ہی تکلیف دیتا ہے جتنی کہ اس کے بس میں ہے۔ ایسی

حالت میں مسلمان کسی بھی غیر مسلم حکومت کا عہدہ اس شرط پر قبول کر سکتا ہے کہ وہ انصاف پر قائم رہے گا اور اللہ کی نافرمانی میں ان کی اطاعت نہیں کرے گا، اور اللہ کے قانون کے خلاف فیصلہ نہیں کرے گا۔ جیسا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے کیا، آپ نے ایک کافر بادشاہ کی نیابت کا منصب سنبھالا جو اللہ کی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتا تھا، جیسا کہ قرآن ارشاد فرماتا ہے:

﴿مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ﴾ (سورۃ یوسف: ۷۶)

(آپ اپنے بھائی (بنیامین) کو بادشاہ کے دین (قانون) کی رو سے روک نہیں سکتے تھے)

لیکن آپ کافر نظامِ حکومت کے اعلیٰ منصب پر فائز رہتے ہوئے بھی رعایا کے درمیان انصاف کرتے رہے اور انہیں توحید کے دعوت دیتے رہے۔

اس میں ان لوگوں کی زبردست تردید ہے جو عقیدۂ توحید کو ہیچ سمجھتے ہوئے شرک اور مشرکین سے تال میل رکھتے اور محبت کی پینگیں بڑھاتے ہیں، توحید کے مبلغین اور شرک کے دشمنوں کو نظرِ حقارت سے دیکھتے اور توحید کے مبلغین کے معیار پر اترنے سے ناک بھوں چڑھاتے ہیں، دراصل یہ لوگ سیاسی مکار ہیں۔ جن کے دل اور کانوں پر توحید کی بات بڑی ہی گراں گذرتی ہے، افسوس تو اس پر ہوتا ہے کہ ایسے سیاسی مبلغین بر خود غلط اس خوش گمان میں مبتلا ہیں کہ وہ میدان دعوت کے بہت بڑے مجاہد اور پہلوان ہیں، کیا ایسے افراد اور جماعتیں کامیاب ہو سکتی ہیں، جن کا موقف پیغمبروں کی دعوت کے تعلق سے اس قدر گھٹیا ہو؟؟؟ الا یہ کہ وہ اپنے اس منہج سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں سچی توبہ کریں۔

سیدنا موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام

سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قوی اور امین کے لقب سے یاد فرمایا ہے، آپ کے دعوت بھی توحید پر ہی مرکوز تھی اور اپنے دامن میں ہدایت اور حکمت کی انوار اور تجلیات سمیٹے ہوئی تھی۔ آپ نے دنیا کے سب سے بڑے طاغوت اور متکبر حکمران فرعون کے گھر میں پرورش پائی، کفر وطغیان اور ظلم واستبداد کے وہ نمونے دیکھے جن کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، آپ نے اپنی قوم بنی اسرائیل پر ذلت و نکبت، ظلم و ستم، بچوں کے قتل اور عورتوں کی درماندگی کے وہ مناظر دیکھے جنہیں آج تک دنیائے انسانیت نے دیکھا نہ تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ﴾ (سورۃ القصص: ۴)

(بے شک فرعون نے زمین پر سرکشی کر رکھی تھی اور وہاں کے لوگوں کے گروہ بنا رکھے تھے، ان میں سے ایک گروہ کو کمزور کر رکھا تھا، ان کے لڑکوں کو ذبح کر دیتا تھا، اور ان کی لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا، بے شک وہ مفسدوں میں تھا)

بے شک قومِ فرعون مشرک وبت پرست تھی، کیا موسیٰ علیہ السلام نے اس قوم کے عقیدے کی اصلاح سے اپنی دعوت کا آغاز کیا یا بنو اسرائیل کے حقوق کے مطالبے، اسلامی سلطنت کے قیام کی جدوجہد ظالموں اور سرکشوں سے حکومت کی باگ و ڈور چھین لینے اور بالخصوص فرعون جیسے ناسمجھ اور سرکش کے خلاف میدانِ کارزار میں قدم رکھنے کے اعلان سے اپنی دعوت کا آغاز کیا؟ جواب یہی ہے کہ آپ کی دعوت بھی اپنے پیش روآباء وبرادران انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کی طرح تھی۔ آپ کے رب نے آپ کو توحید کی تلقین اور اپنی رسالت کے لئے چن لیا تھا، ارشاد باری ہے:

﴿وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى-إِذْ رَأَى نَارًا فَقَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّي آتِيكُم مِّنْهَا بِقَبَسٍ أَوْ أَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى-فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ يَا مُوسَى-إِنِّي أَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى-وَأَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحَى-إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي، إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَىٰ﴾

(سورۃ طہ: ۹-۱۵)

(کیا تمہیں موسیٰ (علیہ السلام) کا قصہ معلوم ہے جب انہوں نے ایک آگ دیکھی اور اپنے گھر والوں سے کہا: ذرا ٹھہرو! مجھے آگ دکھائی دے رہی ہے، شاید کہ میں تمہارے لئے کوئی انگارہ لے آؤں، یا آگ کے پاس راستے کی اطلاع پاؤں، جب وہاں پہنچے تو پکارا گیا: اے موسی! میں ہی آپ کا رب ہوں، اپنی جوتیاں اتاریں۔ آپ مقدس وادی طوی میں ہیں۔ میں نے آپ کو چن لیا ہے، اب آپ کی طرف جو کچھ وحی کی جائے اسے بغور سنیں، بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں آپ میری ہی عبادت کریں اور میری یاد کے لئے نماز قائم کریں، یقیناً قیامت آنے والی ہے جسے میں پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں، تاکہ ہر شخص اپنی کوشش کے مطابق بدلہ پائے)

آپ کو رسالت کے آغاز ہی میں عقیدۂ توحید بتلایا گیا اور شخصی طور پر آپ کو مکلف کیا گیا کہ اسے حرزِ جان بنالیں، پھر

آپ کو حکم ہوا کہ اسی دعوت کو لے کر فرعون کے پاس جائیں، ساتھ ہی اللہ نے آپ کو دعوت کا حکمت بھرا اسلوب بھی بتایا، جس سے آپ نے فرعون کا سامنا کیا۔ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے:

﴿اذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ - فَقُلْ هَل لَّكَ إِلَىٰ أَن تَزَكَّىٰ - وَأَهْدِيَكَ إِلَىٰ رَبِّكَ فَتَخْشَىٰ﴾ (سورۃ النازعات: ۱۷-۱۹)

(آپ فرعون کے پاس جائیں اس نے سرکشی اختیار کر رکھی ہے اور اس سے کہیں کہ کیا تو اپنی درستگی اور اصلاح چاہتا ہے؟ اور میں تیرے رب کی طرف تیری رہنمائی کروں تا کہ تیرے اندر اس کا خوف پیدا ہو)

پھر آپ کے (بڑے) بھائی سیدنا ہارون علیہ السلام کو نبوت عطا کر کے آپ کے ہاتھوں کو مضبوط کیا گیا تا کہ اچھی طرح حجت قائم کی جا سکے، پھر دونوں کو دعوت الی اللہ میں نرمی کی تعلیم دی گئی کیوں کہ یہ اس شخص کی ہدایت کا اقرب ترین وسیلہ ہے جسے اللہ ہدایت دینا چاہتا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿اذْهَبَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ - فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ﴾ (سورۃ طہ: ۴۳-۴۴)

(آپ دونوں فرعون کے پاس جائیں اس نے بڑی سرکشی کی ہے اسے نرمی سے سمجھائیں شاید کہ وہ سمجھ لے یا ڈر جائے)

آپ دونوں نے اللہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے، فرعون کی ہدایت اور توبہ کی امید کرتے ہوئے اس کو اللہ کی طرف بلایا تا کہ وہ اللہ سے ڈر جائے اور ظلم و شرک کے بھیانک انجام سے بچ جائے۔ لیکن فرعون نے آپ دونوں کی نرم اور حکمت سے بھرپور دعوت کو رد کر دیا، سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نبی ہونے کی بڑی بڑی نشانیاں پیش کیں۔ لیکن اس سرکش کی سرکشی اور تکذیب زیادہ ہی ہوتی چلی گئی۔ قرآن کہتا ہے:

﴿فَكَذَّبَ وَعَصَىٰ - ثُمَّ أَدْبَرَ يَسْعَىٰ - فَحَشَرَ فَنَادَىٰ - فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ - فَأَخَذَهُ اللَّهُ نَكَالَ الْآخِرَةِ وَالْأُولَىٰ﴾

(سورۃ النازعات: ۲۱-۲۵)

(پھر اس نے جھٹلایا اور نہ مانا، پھر چالبازیاں کرنے کے لئے پلٹا، پھر سب کو جمع کر کے پکار کر کہا: میں ہی تمہارا سب سے بڑا رب ہوں، پھر اللہ نے اسے آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑ لیا)

فرعونی ناانصافی اور طغیان کے مقابل سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کا صبر جمیل اور عمل پر

مبنی موقف

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَالَ الْمَلَأُ مِن قَوْمِ فِرْعَونَ أَتَذَرُ مُوسَى وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُواْ فِي الأَرْضِ وَيَذَرَكَ وَآلِهَتَكَ قَالَ سَنُقَتِّلُ أَبْنَاءهُمْ وَنَسْتَحْيِي نِسَاءهُمْ وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ﴾ (سورۃ الأعراف:۱۲۷)

(قومِ فرعون کے سرداروں نے کہا: کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو یونہی چھوڑ دے گا کہ وہ زمین میں فساد مچاتے پھریں اور تجھ کو اور تیرے معبودوں کو چھوڑ رکھیں؟ (فرعون نے) کہا: ہم ان کے بیٹوں کو قتل کرائیں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیں گے، ہم کو ان پر ہر طرح کا زور حاصل ہے)

سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ان مجرمین کی نظر میں گناہ کیا تھا؟ یہی کہ آپ اللہ کی توحید کے داعی، فرعون اور اس کی بندگی کے منکر تھے۔ پھر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا موقف ان انسانیت سوز اور درندگیت و بربریت سے بھرپور سزاؤں کے مقابل کیا تھا؟ بس یہی کہ عقیدۂ توحید پر قائم رہا جائے صبر جمیل سے کام لیا جائے اور ان مصائب کے مقابلے کے لئے اللہ سے مدد طلب کی جائے پھر اس صبر اور ثابت قدمی کے نتیجے میں اللہ کی نصرت کے میٹھے پھل کا انتظار کیا جائے۔

﴿قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللّهِ وَاصْبِرُواْ إِنَّ الأَرْضَ لِلّهِ يُورِثُهَا مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾

(سورۃ الأعراف:۱۲۸)

(موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو، زمین اللہ کی ہے، اپنے بندوں میں سے جس کو وہ چاہتا ہے مالک بنا دیتا ہے، اور آخری کامیابی انہیں کی ہوتی ہے جو (اللہ سے) ڈرتے ہیں)

جب فرعون اور اس کی قوم کے ایمان لانے کی کوئی امید باقی نہیں رہی بلکہ بنو اسرائیل پر اور مصائب بڑھائے گئے ایسے عالم میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے صرف یہی ایک مطالبہ کیا کہ وہ بنو اسرائیل کو مصر سے نکلنے اور ہجرت کرنے کی اجازت دے، تاکہ وہ اس کے ظلم سے بچنے کے لئے جہاں اللہ چاہے وہاں چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَأْتِيَاهُ فَقُولَا إِنَّا رَسُولَا رَبِّكَ فَأَرْسِلْ مَعَنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ قَدْ جِئْنَاكَ بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكَ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى﴾ (سورۃ طه:۴۷)

(تم دونوں اس کے پاس جاؤاور کہو کہ ہم دونوں تیرے رب کے پیغمبر ہیں، تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے کے لئے چھوڑ دے اور انہیں سزائیں نہ دے، ہم تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے نشانی لے کر آئے ہیں اور سلامتی ہے اس کے لئے جو ہدایت کی پیروی کرے)

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعوتِ توحید ربانی کی روشن مثال ہے جو نور اور حکمت سے بھری ہوئی ہے، جس میں مدعوئین کی ہدایت اور ان کے گناہوں سے پاک ہونے کی شدید تمنا ہے، اس میں مصائب کو برداشت کرنے اور ظلم و تعدی اور مشکلات کا صبر و حکمت سے مقابلہ کرنے کا عزم ہے، اللہ تعالیٰ سے مومنوں کی مدد اور ظالموں کی ہلاکت کی پر زور امید ہے اور ساتھ ہی ان مبلغین کے لئے اچھے انجام کی خوش خبری بھی ہے جو اپنی دعوت سے اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور انسانوں کی اصلاح کر کے انہیں اللہ سے جوڑتے اور صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔

سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آپ سید الانبیاء و خاتم المرسلین ہیں۔ آپ تمام شریعتوں میں سب سے افضل و اکمل شریعت کے مالک ہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا، بشیر و نذیر، اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور سراجِ منیر بنا کر روانہ کیا۔ آپ نے کوئی ایسی بھلائی نہ چھوڑی جو امت کو نہ بتلائی ہو اور نہ کوئی ایسی برائی چھوڑی جس سے امت کو نہ ڈرایا ہو، اس عظیم پیغمبر نے اپنی دعوت کا آغاز مبادیٔ اسلام میں سے کس چیز سے کیا؟ اور کہاں سے اپنی دعوت کا آغاز فرمایا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی دعوت کا آغاز وہیں سے کیا جہاں سے تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی دعوت کی ابتداء کی تھی، یعنی عقیدۂ توحید، اللہ کی خالص بندگی اور لا الہ الا اللہ کی دعوت، کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی اور پیغمبر کے تعلق سے یہ تصور بھی کیا جا سکتا ہے کہ وہ اصولِ رسالت کی اصل عظیم سے ہٹ کر کسی دوسری چیز سے اپنی دعوت کا آغاز کریں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی آواز جو آپ کی قوم کے کانوں سے ٹکرائی وہ تھی ''قُوْلُوا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ''[1] (کہہ دو! اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں)، یہ

[1] مسند احمد ۱۵۶۹۵ الصحیح المسند للوداعی ۵۱۶

سنتے ہی متکبرین چیخ پڑے:

﴿ أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَهًا وَاحِدًا إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ- وَانطَلَقَ الْمَلَأُ مِنْهُمْ أَنِ امْشُوا وَاصْبِرُوا عَلَى آلِهَتِكُمْ إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ يُرَادُ ﴾
(سورۃ ص: ۵-۶)

(کیا اس نے سارے معبودوں کی جگہ بس ایک معبود بناڈالا، واقعی یہ تعجب انگیز بات ہے، ان کے سردار یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ چلتے بنو اور اپنے معبودوں پر جمے رہو، یقیناً اس بات میں کوئی غرض شامل ہے)

آپ اسی دعوت پر مکی زندگی پر محیط تیرہ سال برابر محنت کرتے رہے، قسم ہاقسم کے مصائب جھیلنے کے باوجود نہ کبھی تھکتے اور نہ کبھی بیزار ہوتے، آپ پر باقی چار اسلام کے ارکان میں سے کوئی رکن بھی فرض نہیں کیا گیا، نماز دسویں سال فرض ہوئی، بس چند اخلاقی احکام تھے جن کا آپ اپنی قوم کو حکم دیتے تھے جیسے صلہ رحمی، پاک دامنی، سچائی وغیرہ۔ لیکن دعوت کا محور مشرکین سے اصل اختلاف کا موضوع یہی اصل عظیم یعنی عقیدۂ توحید تھا اور اللہ تعالیٰ نے اسی اصلِ عظیم کو قائم کرنے کا آپ کو حکم دیا تھا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ- أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاء مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللهِ زُلْفَى إِنَّ اللهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ إِنَّ اللهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ ﴾
(سورۃ الزمر: ۲-۳)

(ہم نے اس کتاب کو تمہاری طرف برحق نازل کیا ہے، لہٰذا تم صرف اللہ ہی کی عبادت کرو دین کو اسی کے لئے خاص کرتے ہوئے، خبردار! دین خالص اللہ ہی کا ہے اور جن لوگوں نے اس کے سوا اولیاء بنا رکھے ہیں (اور یہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ اللہ تک ہماری رسائی کرادیں گے اور اللہ خود ان تمام باتوں کا فیصلہ کرے گا جس کے بارے میں یہ لوگ اختلاف کررہے ہیں، اور اللہ اس شخص کو راہِ راست نہیں دکھاتا جو جھوٹا اور منکر حق ناشکرا ہے)

نیز ارشاد ہے:

﴿ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ- وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ- قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ- قُلِ اللهَ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهُ دِينِي ﴾ (سورۃ الزمر: ۱۱-۱۴)

((اے نبی ان سے) کہہ دو کہ: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں صرف اللہ کی ہی عبادت کروں دین کو اس کے لئے خالص کرتے

ہوئے، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا فرمانبردار بن جاؤں، کہہ دو مجھے تو اپنے رب کی نافرمانی کرتے ہوئے بڑے دن کا عذاب کا خوف لگتا ہے، کہہ دو کہ میں تو اللہ کی ہی عبادت کروں گا اس کے لئے اپنے دین کو خالص کرتے ہوئے)

پھر ارشاد فرماتا ہے:

﴿قُلْ إِنَّ صَلاَتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ- لاَ شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَاْ أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾

(سورۃ الانعام: ١٦٢-١٦٣)

(کہہ دو! میری نماز میری تمام عبادتیں (قربانی وغیرہ) میری زندگی اور میری موت خالص اللہ کے لئے ہے، جو سارے جہانوں کا رب ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور مجھ کو اسی کا حکم دیا گیا ہے، اور میں سر اطاعت خم کرنے والوں میں سب سے پہلا ہوں)

ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دعوت کو ساری انسانیت تک پہنچانے اور اسے سچا تسلیم کرانے اور اس پر عمل کرانے کا حکم دیا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُواْ رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ- الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الأَرْضَ فِرَاشاً وَالسَّمَاء بِنَاء وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاء مَاء فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقاً لَّكُمْ فَلاَ تَجْعَلُواْ لِلّهِ أَندَاداً وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

(سورۃ البقرۃ: ٢١-٢٢)

(اے لوگوں! اپنے رب کی عبادت کرو، جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا، تاکہ تم (اس کے عذاب سے) بچ سکو، جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتار کر اس سے پھل پیدا کر کے تمہیں روزی دی (خبردار) جانتے بوجھتے اللہ کا مدمقابل نہ ٹھہراؤ)

پھر ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَإِلَـهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ لاَّ إِلَهَ إِلاَّ هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ﴾ (سورۃ البقرۃ: ١٦٣)

(تم سب کا ایک ہی معبود ہے، اس کے سواء کوئی معبودِ برحق نہیں، وہ بہت رحم کرنے والا اور نہایت مہربان ہے)

نیز فرماتا ہے:

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ لا إِلَـهَ إِلاَّ هُوَ يُحْيِـي وَيُمِيتُ فَآمِنُواْ بِاللّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾

(سورۃ الاعراف:۱۵۸)

(کہہ دو: اے لوگو! میں تم تمام کی طرف اس اللہ کا پیغمبر ہوں جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، اس کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، اللہ پر ایمان لے آؤ اور اس کے بھیجے ہوئے نبی امی پر جو کہ اللہ پر اور اس کے احکام پر یقین رکھتا ہے اور اس کی اتباع کرو تاکہ تم راہِ راست پر آجاؤ)

اس موضوع پر کئی آیات ہیں جن میں سے چند ہم نے اس لئے پیش کیں تاکہ توحید کی دعوت کے تعلق سے محمد رسول اللہ ﷺ کا منہج واضح ہو سکے۔ اگر احادیث پر نظر ڈالی جائے تو بے شمار احادیث سے یہ ثابت ہوگا کہ آپ ﷺ کی دعوت کا آغاز بھی توحید سے ہوا اور اختتام بھی توحید پر ہوا، اور آپ ﷺ زندگی بھر اسی پر قائم رہے۔

(۱) عمرو بن عبسہ السلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: ”كُنْتُ وَأَنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَظُنُّ أَنَّ النَّاسَ عَلَى ضَلَالَةٍ، وَأَنَّهُمْ لَيْسُوا عَلَى شَيْءٍ وَهُمْ يَعْبُدُونَ الْأَوْثَانَ، فَسَمِعْتُ بِرَجُلٍ بِمَكَّةَ يُخْبِرُ أَخْبَارًا، فَقَعَدْتُ عَلَى رَاحِلَتِي فَقَدِمْتُ عَلَيْهِ، فَإِذَا رَسُولُ اللهِ ﷺ مُسْتَخْفِيًا جُرَآءُ عَلَيْهِ قَوْمُهُ، فَتَلَطَّفْتُ حَتَّى دَخَلْتُ عَلَيْهِ بِمَكَّةَ، فَقُلْتُ لَهُ: مَا أَنْتَ، قَالَ: "أَنَا نَبِيٌّ"، فَقُلْتُ: وَمَا نَبِيٌّ؟ قَالَ: "أَرْسَلَنِي اللهُ"، فَقُلْتُ: وَبِأَيِّ شَيْءٍ أَرْسَلَكَ؟ قَالَ: "أَرْسَلَنِي بِصِلَةِ الْأَرْحَامِ، وَكَسْرِ الْأَوْثَانِ، وَأَنْ يُوَحَّدَ اللهُ لَا يُشْرَكُ بِهِ شَيْءٌ"، قُلْتُ لَهُ: فَمَنْ مَعَكَ عَلَى هَذَا؟ قَالَ: "حُرٌّ وَعَبْدٌ"، قَالَ: "وَمَعَهُ يَوْمَئِذٍ أَبُو بَكْرٍ، وَبِلَالٌ مِمَّنْ آمَنَ بِهِ“[1] (میں زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کو گمراہ تصور کرتا تھا اور سمجھتا تھا کہ وہ کسی حقیقت پر نہیں ہیں اور لوگ بتوں کی پرستش کرتے تھے، میں نے مکہ کے ایک آدمی کے متعلق سنا کہ وہ مختلف خبریں دیتا ہے۔ میں سوار ہو کہ مکہ آیا، اس وقت محمد ﷺ چھپ چھپ کر دین کی دعوت دے رہے تھے اور آپ کی قوم آپ پر جری ہو گئی تھی، میں چھپ کر آپ کے متعلق معلومات حاصل کرتا رہا یہاں تک کہ آپ کے پاس پہنچ گیا، میں نے آپ سے پوچھا: آپ کون ہیں؟ آپ نے جواب دیا: میں اللہ کا نبی

---

[1] أخرجه مسلم (٥٦٩/١)، ٦-كتاب صلاة المسافرين، ٥٢- باب إسلام عمرو بن عبسة، حديث (٢٩٤)، وأحمد في المسند (١١٢/٤).

ہوں، میں نے کہا: نبی کیا ہوتا ہے؟فرمایا: اللہ نے مجھے اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ میں نے سوال کیا: کن چیزوں کا حکم دے کر بھیجا ہے؟فرمایا: مجھے صلہ رحمی، بتوں کو توڑنے، اللہ کی توحید اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانے کا حکم دے کر بھیجا ہے ۔میں نے کہا: اس دعوت میں آپ کے ساتھ کون ہیں؟جواب دیا: آزاد بھی اور غلام بھی۔ کہتے ہیں کہ اس وقت آپ پر ایمان لانے والوں میں (آزاد) سیدنا ابو بکر صدیق اور (غلام) سیدنا بلال رضی اللہ عنہما شامل تھے)

(۲) جس وقت عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ المخزومی مشرکین مکہ کی جانب سے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے دربار میں پہنچے اور انہوں نے نجاشی کو ان مسلمانوں کے خلاف اکساتے ہوئے کہا تھا جو مکہ والوں کے ظلم وستم سے تنگ آکر حبشہ میں پناہ لینے پر مجبور پر ہو گئے تھے: ''أَيُّهَا الْمَلِكُ، إِنَّهُ قَدْ صَبَا إِلَى بَلَدِكَ مِنَّا غِلْمَانٌ سُفَهَاءُ، فَارَقُوا دِينَ قَوْمِهِمْ، وَلَمْ يَدْخُلُوا فِي دِينِكَ، وَجَاءُوا بِدِينٍ مُبْتَدَعٍ لَا نَعْرِفُهُ نَحْنُ، وَلَا أَنْتَ ... مَا هَذَا الدِّينُ الَّذِي فَارَقْتُمْ فِيهِ قَوْمَكُمْ، وَلَمْ تَدْخُلُوا فِي دِينِي، وَلَا فِي دِينِ أَحَدٍ مِنْ هَذِهِ الْأُمَمِ؟ قَالَتْ: فَكَانَ الَّذِي كَلَّمَهُ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، فَقَالَ لَهُ: أَيُّهَا الْمَلِكُ، كُنَّا قَوْمًا أَهْلَ جَاهِلِيَّةٍ، نَعْبُدُ الْأَصْنَامَ، وَنَأْكُلُ الْمَيْتَةَ، وَنَأْتِي الْفَوَاحِشَ، وَنَقْطَعُ الْأَرْحَامَ، وَنُسِيءُ الْجِوَارَ، يَأْكُلُ الْقَوِيُّ مِنَّا الضَّعِيفَ، فَكُنَّا عَلَى ذَلِكَ حَتَّى بَعَثَ اللهُ إِلَيْنَا رَسُولًا مِنَّا نَعْرِفُ نَسَبَهُ وَصِدْقَهُ وَأَمَانَتَهُ وَعَفَافَهُ، فَدَعَانَا إِلَى اللهِ لِنُوَحِّدَهُ وَنَعْبُدَهُ، وَنَخْلَعَ مَا كُنَّا نَعْبُدُ وَآبَاؤُنَا مِنْ دُونِهِ مِنَ الْحِجَارَةِ وَالْأَوْثَانِ، وَأَمَرَنَا بِصِدْقِ الْحَدِيثِ، وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ وَصِلَةِ الرَّحِمِ وَحُسْنِ الْجِوَارِ وَالْكَفِّ عَنِ الْمَحَارِمِ وَالدِّمَاءِ، وَنَهَانَا عَنِ الْفَوَاحِشِ، وَقَوْلِ الزُّورِ وَأَكْلِ مَالَ الْيَتِيمِ وَقَذْفِ الْمُحْصَنَةِ، وَأَمَرَنَا أَنْ نَعْبُدَ اللهَ وَحْدَهُ لَا نُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَأَمَرَنَا بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَالصِّيَامِ، قَالَتْ: فَعَدَّدَ عَلَيْهِ أُمُورَ الْإِسْلَامِ، فَصَدَّقْنَاهُ وَآمَنَّا بِهِ وَاتَّبَعْنَاهُ عَلَى مَا جَاءَ بِهِ، فَعَبَدْنَا اللهَ وَحْدَهُ فَلَمْ نُشْرِكْ بِهِ شَيْئًا، وَحَرَّمْنَا مَا حَرَّمَ عَلَيْنَا وَأَحْلَلْنَا مَا أَحَلَّ لَنَا، فَعَدَا عَلَيْنَا قَوْمُنَا فَعَذَّبُونَا وَفَتَنُونَا عَنْ دِينِنَا لِيَرُدُّونَا إِلَى عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ مِنْ عِبَادَةِ اللهِ، وَأَنْ نَسْتَحِلَّ مَا كُنَّا نَسْتَحِلُّ مِنَ الْخَبَائِثِ، فَلَمَّا قَهَرُونَا وَظَلَمُونَا وَشَقُّوا عَلَيْنَا وَحَالُوا بَيْنَنَا وَبَيْنَ دِينِنَا، خَرَجْنَا إِلَى بَلَدِكَ وَاخْتَرْنَاكَ عَلَى مَنْ

سِوَاكَ وَرَغِبْنَا فِي جِوَارِكَ، وَرَجَوْنَا أَنْ لَا نُظْلَمَ عِنْدَكَ"[1] (اے بادشاہ! آپ کے ملک میں کچھ نا سمجھ نوجوان بھاگ کر آئے ہیں، انہوں نے اپنی قوم کا دین چھوڑ دیا ہے، لیکن آپ کے بھی دین میں داخل نہیں ہوئے، بلکہ ایک نیا دین ایجاد کیا ہے جسے نہ ہم جانتے ہیں اور نہ آپ، نجاشی نے مسلمانوں سے سوال کیا کہ: وہ کونسا دین ہے جس کے لئے تم نے اپنی قوم کو چھوڑا، نہ میرے دین میں داخل ہوئے اور نہ ہی دوسری قوموں کے دین میں؟ مسلمانوں کے ترجمان سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا:

اے بادشاہ! ہم ایسی قوم تھے جو جاہلیت میں مبتلا تھی، ہم بتوں کو پوجتے، مردار کھاتے، بدکاریاں کرتے، قرابت داروں سے تعلق توڑتے اور ہمسایوں سے بدسلوکی کرتے تھے، اور ہم میں سے طاقت ور کمزور کو کھا رہا تھا، ہم ایسی حالت میں تھے کہ اللہ نے ہم میں سے ایک رسول بھجا جس کی اعلیٰ نسبی سچائی، امانت اری اور پاک دامنی سے ہم اچھی طرح واقف تھے، اس نے ہمیں اللہ کی طرف بلایا اور سمجھایا کہ ہم صرف ایک اللہ کو مانیں اور اسی کی عبادت کریں اور اس کے علاوہ جن پتھروں اور اوثان (بت، قبر، مزاروں) کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے انہیں چھوڑ دیں۔ اس نے ہمیں سچ بولنے امانت ادا کرنے، قرابت جوڑنے، پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے اور حرام کاری و خونریزی سے باز رہنے کا حکم دیا اور فواحش میں ملوث ہونے جھوٹ بولنے یتیم کا مال کھانے اور پاک دامن عورتوں پر جھوٹی تہمت لگانے سے منع کیا، اس نے ہمیں یہ بھی حکم دیا کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، اس نے ہمیں نماز، روزے اور زکوۃ کا حکم دیا۔ سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کے احکام گنائے پھر کہا: ہم نے اس پیغمبر کو سچا مانا اس پر ایمان لائے اور اس کے لائے ہوئے دین کی پیروی کی، چنانچہ ہم نے صرف اللہ کی عبادت کی اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا، اور جن باتوں کو اس پیغمبر نے حرام بتایا انہیں حرام مانا، اور جن کو حلال بتایا انہیں حلال جانا اس پر ہماری قوم ہم سے بگڑ گئی اس نے ہم پر ظلم و ستم کیا اور ہمیں ہمارے دین سے پھیرنے کے لئے آزمائشوں اور سزائوں سے دوچار کیا تاکہ ہم اللہ کی عبادت چھوڑ کر بت پرستی کی طرف پلٹ جائیں اور جن گندی چیزوں کو ہم حرام سمجھتے ہیں انہیں حلال سمجھنے لگیں۔ جب انہوں نے ہم پر بہت قہر، ظلم کیا زمین تنگ کر دی اور

[1] امام احمد (۲۰۲/۱)، (۲۹۰/۵) کہتے ہیں کہ ہمیں یعقوب یعنی ابن ابراہیم ابن سعد الزہری (ثقہ) نے بیان کیا، ہمیں میرے والد نے کہتے ہیں انہیں محمد بن اسحاق نے مجھے محمد بن مسلم بن عبیداللہ ابن شہاب نے انہوں نے ابو بکر بن عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام المخزومی عن ام سلمہ بنت ابی امیہ (یعنی ام المومنین رضی اللہ عنہا)، اور یہ سند صحیح ہے الا محمد بن اسحاق کے لیکن انہوں نے بھی تحدیث کی تصریح فرمادی ہے پس ان کی حدیث حسن ہے۔

ہمارے اور ہمارے دین کے درمیان روک بن کر کھڑے ہوگئے تو ہم نے آپ کے ملک کی راہ لی اور دوسروں پر آپکو ترجیح دیتے ہوئے آپ کی پناہ میں رہنا پسند کیا، اس امید سے کہ اے بادشاہ آپ کے پاس ہم پر ظلم نہیں کیا جائے گا)

(٣) ہرقل (روم کے بادشاہ) نے صلح حدیبیہ کے وقفے میں اللہ کے رسول ﷺ کا حال ابو سفیان رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "مَاذَا يَأْمُرُكُمْ؟" (وہ تمہیں کن باتوں کا حکم دیتے ہیں؟) ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے جواب دیتے ہوئے کہا تھا: "اعْبُدُوا اللهَ وَحْدَهُ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَاتْرُكُوا مَا يَقُولُ آبَاؤُكُمْ، وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالصِّلَةِ"[1] (وہ کہتے ہیں: کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ، تمہارے باپ دادا جو کچھ کہتے ہیں اس کو چھوڑ دو اور وہ ہمیں نماز، سچائی، پرہیزگاری، پاک دامنی اور قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتے ہیں)

یہ تمام احادیث ہم پر آپ ﷺ کی مکی و مدنی زندگی کی دعوت کو واضح کرتی ہیں۔

عقیدۂ توحید "لاالہ الااللہ" کی وجہ سے صحابہ پر مصائب

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عقیدۂ توحید، ایک اللہ کی عبادت کو مضبوطی سے تھام لینے اور شرک و کفر کے انکار کی وجہ سے بے پناہ مصائب کا شکار ہونا پڑا۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "أَوَّلُ مَنْ أَظْهَرَ الإِسْلَامَ سَبْعَةٌ: رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ، وَعَمَّارٌ، وَأُمُّهُ سُمَيَّةُ، وَصُهَيْبٌ، وَبِلَالٌ، وَالْمِقْدَادُ، فَأَمَّا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَمَنَعَهُ اللهُ تَعَالَى بِعَمِّهِ أَبِي طَالِبٍ، وَأَمَّا أَبُو بَكْرٍ فَمَنَعَهُ اللهُ بِقَوْمِهِ، وَأَمَّا سَائِرُهُمْ فَأَخَذَهُمُ الْمُشْرِكُونَ وَأَلْبَسُوهُمْ أَدْرُعَ الْحَدِيدِ، ثُمَّ صَهَرُوهُمْ فِي الشَّمْسِ، فَمَا مِنْهُمْ أَحَدٌ إِلَّا وَأَتَاهُمْ عَلَى مَا أَرَادُوا إِلَّا بِلَالًا، فَإِنَّهُ هَانَتْ عَلَيْهِ نَفْسُهُ فِي اللهِ، وَهَانَ عَلَى قَوْمِهِ فَأَعْطَوْهُ الْوِلْدَانَ فَجَعَلُوا يَطُوفُونَ بِهِ فِي شِعَابِ مَكَّةَ، وَهُوَ يَقُولُ: أَحَدٌ أَحَدٌ"[2] (سب سے پہلے سات اشخاص نے اپنے اسلام کو ظاہر کیا: محمد

---

[1] أخرجه البخاري ١-كتاب بدء الوحي، باب ٧، حديث (٦) یہ طویل حدیث کا ٹکڑا ہے۔

[2] أخرجه الحاكم في المستدرك (٣/٢٨٤)، وصححه وذكره الذهبي في سير أعلام النبلاء (١/٣٤٨)، وقال:وله إسناد صحيح.وانظر في الإستيعاب (١/١٢٥-١٢٦)، والحلية لأبي نعيم (١/١٤٩).

ﷺ، ۲: ابو بکر، ۳: عمار، ۴: سمیہ (عمار کی والدہ محترمہ)، ۵: صہیب، ٦: بلال، ۷: مقداد رضی اللہ عنہم ۔ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے چچا ابو طالب کی وجہ سے محفوظ رکھا، ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھی ان کی قوم کے سبب سے محفوظ رکھا۔ باقی تمام کو مشرکین چلچلاتی دھوپ میں لوہے کی زرہیں پہنا کر ڈال دیتے، ان میں سے کوئی ایسا نہیں تھا جس نے مشرکین کا کہانہ مانا ہو سوائے بلال رضی اللہ عنہ کے ان کی جان اللہ کے لئے ان پر ذلیل کر دی گئی اور وہ اپنی قوم میں ذلیل کئے گئے ان کی گردن میں رسی ڈال کر لڑکوں کے حوالے کر دیا جاتا وہ ان کو مکہ کے گلی کوچوں میں گھسیٹتے پھرتے اور وہ برابر کہتے رہے: ''أحد أحد'' یعنی اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے)۔

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ امیہ بن خلف گرمی کے دنوں میں سخت دھوپ کے وقت سیدنا بلال کو تپتے ہوئے میدان میں پیٹھ کے بل گرادیتا، پھر ایک بھاری چٹان آپ کے سینے پر رکھ دیتا اور کہتا: اللہ کی قسم! تجھے یا تو اسی طرح مرنا ہوگا یا محمد کا انکار کر کے لات وعزی کی عبادت کرنی ہوگی، اس مصیبت کے عالم میں بھی آپ کی زبان سے ''أحد أحد'' نکلتا رہتا، یعنی اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے[1]۔

سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا کو عقیدۂ توحید کے اقرار کی وجہ سے زندگی کی آخری ہچکی تک سزادی گئی۔ کیا یہ تکالیف آپ کو اس لئے دی گئیں کہ آپ سیاسی لیڈر تھیں؟

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اسلام میں سب سے پہلے شہید ہونے والی سیدنا عمار بن یاسر کی والدہ سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا ہیں، ابو جہل نے ان کی شرمگاہ میں نیزہ مار کر انہیں شہید کر دیا[2]۔ ابن سعد کہتے ہیں: وہ مکہ میں پہلے پہل ایمان لانے والوں میں سے ایک تھیں اور ان لوگوں میں سے ایک تھیں جنہیں اللہ کے لئے ایذائیں دی گئیں تاکہ وہ اسلام سے برگشتہ ہو جائیں، لیکن آپ نے نہایت صبر سے ان سزاؤں کا سامنا کیا، یہاں تک کہ ایک دن ابو جہل ان پر سے گذرا اور نیزہ اٹھا کر ان کی شرمگاہ میں مارا اور

---

[1] (۳۱۸/۱).

[2] الطبقات لابن سعد (۲٦۴/۸-۲٦۵)، قال: أخبرني إسماعيل بن عمر أبو المنذر، حدثنا سفيان الثوري عن منصور عن مجاهد قال: ... فذكره، وهو إسناد صحيح إلى مجاهد.

آپ وہیں تڑپ تڑپ کر مر گئیں[1]۔

مدنی دور میں توحید کا اہتمام

رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کے مدینہ ہجرت کرنے اور انصار و مہاجرین کے کندھوں پر اسلامی ریاست کے قائم ہونے کے بعد بھی توحید کا اہتمام پہلے سے کہیں زیادہ ہو گیا، توحید کی اہمیت پر قرآنی آیتیں مسلسل نازل ہوتی رہیں اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اسی مرکز و محور پر گردش کرتی رہیں۔

۱: توحید کے اس قدر اہتمام کے باوجود آپ ﷺ گاہے بگاہے جب کبھی فرصت پاتے تو جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم سے توحید کی بیعت لیتے تھے دیگر لوگوں کی تو بات ہی کیا، ارشاد ربانی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي معروف فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾

(الممتحنة: ۱۲)

(اے نبی! جب تمہارے پاس مومن عورتیں ان باتوں پر بیعت کرنے کے لئے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی، چوری نہیں کریں گی، زناکاری نہ کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی، اور کوئی ایسا بہتان نہیں باندھیں گی جسے خود اپنے ہاتھ پیر کے آگے سے گھڑا ہو اور کسی نیک کام میں آپ کی حکم عدولی نہیں کریں گی تو آپ ان سے بیعت لیا کریں اور ان کے لئے بخشش طلب کریں، بے شک اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے)

یہ آیتیں اگرچہ کہ عورتوں کی بیعت سے متعلق ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ انہی باتوں پر مردوں سے بھی بیعت لیا کرتے تھے:

[1] الطبقات لابن سعد (۸/۲٦۴).

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس میں صحابہ کرام سے کہا: "تُبَايِعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللهِ شَيْئًا، وَلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَزْنُوا، وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ، قَرَأَ الْآيَةَ الَّتِي أُخِذَتْ عَلَى النِّسَاءِ: ﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ﴾، فَمَنْ وَفَّى مِنْكُمْ، فَأَجْرُهُ عَلَى اللهِ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا، فَعُوقِبَ بِهِ، فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا، فَسَتَرَهُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عَلَيْهِ، فَهُوَ إِلَى اللهِ، إِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ، وَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ"[1] (مجھ سے بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروگے، چوری اور زناکاری نہیں کروگے، اپنی اولاد کو قتل نہ کروگے (سورۃ ممتحنہ کی آیت اذا جاءك المؤمنات میں عورتوں سے جن جن باتوں پر بیعت لینے کا حکم دیا گیا تھا آپ نے مردوں سے انہیں باتوں پر بیعت لی) پھر فرمایا: جس نے اس بیعت کو پورا کیا اس کا ثواب اللہ پر ہے، جو ان گناہوں کا مرتکب ہوا (سوائے شرک کے) اور دنیا میں ہی سزا دیا گیا یہ سزا اس کے لئے کفارہ بن جائے گی اور جو ان کبائر کا مرتکب ہوا اور اللہ نے اس کے گناہوں پر پردہ ڈال دیا، اس کا معاملہ آخرت میں اللہ کے ہاتھ میں ہے، چاہے تو اس کو بخشے یا عذاب دے)

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کئی ایسی احادیث ذکر کی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے مضمون کی بیعت عورتوں سے لیا کرتے تھے، اس سلسلے میں آپ نے سیدہ عائشہ[2]، امیمہ بنت رقیقہ[3]، ام عطیہ[4]، سلمی بنت قیس[5] (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ تھیں) رائطہ بنت سفیان الخزاعیہ[6] رضی اللہ عنہن کی روایات کو ذکر کر کے فرمایا کہ آپ

---

[1] رواه البخاري ٢- كتاب الايمان، باب (١١)، حديث (١٨)، ٦٣- كتاب مناقب الأنصار، ٤٣- باب وفود الأنصار، حديث (٣٨٩٢)، ومسلم ٢٩- كتاب الحدود، ١٠- باب الحدود كفارات لأهلها، حديث (٤١-٤٢)، والنسائي (١٢٨/٧).

[2] رواه البخاري ٦٥- كتاب التفسير: تفسير سورة الممتحنة، ٢- باب { إذا جاءك المؤمنات مهاجرات}، حديث (٤٨٩١)، وابن ماجة (٩٥٩/٢)، ٢٤- كتاب الجهاد، ٤٣- باب بيعة النساء، حديث (٢٨٧٤).

[3] رواه أحمد في المسند (٣٥٧/٦)، والنسائي كتاب البيعة، باب بيعة النساء، (١٣٤/٧).

[4] أخرجه البخاري ٦٥- كتاب التفسير: تفسير سورة الممتحنة، ٣- باب { إذا جاءك المؤمنات يبايعنك}، حديث (٤٨٩٢)، ومسلم كتاب الجنائز، (٢٣٨/٦) شرح النووي.

[5] مسند أحمد (٣٧٩/٦-٣٨٠ ، ٤٢٢-٤٢٣) وفي إسناده سليط بن أيوب قال الحافظ: مقبول، وقال الذهبي في ((الكاشف)) (٣٨٨/١): وثّق. فهو حسن لشواهده.

[6] مسند أحمد (٣٦٥/٦).

ﷺ عورتوں سے ان باتوں کی پابندی کی بیعت لیتے تھے، پھر آپ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما[1] کی روایت اور دیگر احادیث کو بیان کیا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ معاملہ صرف عورتوں کے لئے ہی مخصوص نہیں بلکہ آپ ﷺ انہی باتوں پر مردوں سے بھی بیعت لیا کرتے تھے، جیسا کہ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا حدیث سے ظاہر ہے اسی طرح کی ایک حدیث سیدنا عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

سیدنا عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ تِسْعَةً أَوْ ثَمَانِيَةً أَوْ سَبْعَةً، فَقَالَ: " أَلَا تُبَايِعُونَ رَسُولَ اللهِ؟ "، وَكُنَّا حَدِيثَ عَهْدٍ بِبَيْعَةٍ، فَقُلْنَا: قَدْ بَايَعْنَاكَ يَا رَسُولَ اللهِ، ثُمَّ قَالَ: " أَلَا تُبَايِعُونَ رَسُولَ اللهِ؟ "، فَقُلْنَا: قَدْ بَايَعْنَاكَ يَا رَسُولَ اللهِ، ثُمَّ قَالَ: " أَلَا تُبَايِعُونَ رَسُولَ اللهِ؟ "، قَالَ: فَبَسَطْنَا أَيْدِيَنَا، وَقُلْنَا: قَدْ بَايَعْنَاكَ يَا رَسُولَ اللهِ فَعَلَامَ نُبَايِعُكَ؟ قَالَ: " عَلَى أَنْ تَعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ وَتُطِيعُوا، وَأَسَرَّ كَلِمَةً خَفِيَّةً، وَلَا تَسْأَلُوا النَّاسَ شَيْئًا، فَلَقَدْ رَأَيْتُ بَعْضَ أُولَئِكَ النَّفَرِ، يَسْقُطُ سَوْطُ أَحَدِهِمْ، فَمَا يَسْأَلُ أَحَدًا يُنَاوِلُهُ إِيَّاهُ"[2]

(ہم نو، آٹھ یا سات آدمی اللہ کے رسول اللہ ﷺ کی مجلس مبارک میں تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کروگے؟ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم تو بیعت کر چکے ہیں، پھر آپ نے دوبارہ فرمایا: اللہ کے رسول سے بیعت نہیں کروگے؟ ہم نے پھر کہا کہ ہم تو بیعت کر چکے ہیں۔ آپ ﷺ نے پھر تیسری بار فرمایا کہ کیا اللہ کے رسول ﷺ سے بیعت نہیں کروگے؟ پس ہم نے اپنے ہاتھ بڑہا دیئے اور کہا: اے اللہ کے رسول جب ہم آپ سے

---

[1] في البخاري ٦٥- كتاب التفسير ٣- باب { إذا جاءك المؤمنات يبايعنك}، حديث (٤٨٩٥)، ومسلم ٨- كتاب صلاة العيدين ٨- باب صلاة العيدين، حديث (١)،اور یہ ایک طویل حدیث ہے جس میں ہے کہ فرمایا: آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی {يا أيها النبي إذا جاءك المؤمنات يبايعنك على أن لا يشركن بالله شيئاً} (اے نبی جب مومن عورتیں تمہارے پاس بیعت کرنے کو آئیں اس بات پر کہ اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی) یہاں تک کے اس کی تلاوت سے فارغ ہوئے، پھر فرمایا: کیا تم ان باتوں پر بیعت کرتی ہو؟ تو ان میں سے ایک عورت نے (سب کی طرف سے) کہا: جی ہاں! اے اللہ کے نبی ﷺ۔۔۔)

[2] أخرجه مسلم ١٢- كتاب الزكاة، ٣٥- باب المسألة للناس، حديث (١٠٨)، وأبوداود ٣- كتاب الزكاة، ٢٧- باب كراهية المسألة، حديث (١٦٤٢)، وأحمد (٦/٢٧)، والنسائي (١/١٨٦)، وابن ماجة ٢٤- كتاب الجهاد ٤١- باب البيعة، حديث (٢٨٦٧).

بیعت کر چکے ہیں تو پھر کس چیز پر بیعت کریں؟ آپ نے فرمایا: اس بات پر کہ اللہ کی عبادت کروگے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کروگے، پانچ وقت کی نماز ادا کروگے اور اپنے حاکموں کی اطاعت کروگے اور ایک بات آپ نے نہایت آہستگی سے ارشاد فرمائی: "اور لوگوں کے آگے کبھی دست سوال دراز نہیں کروگے" راوی کہتے ہیں: میں نے ان صحابہ میں سے بعض کو دیکھا ہے اگر ان کا چابک بھی زمین پر گر جاتا تو کسی کو اٹھا کر دینے کے لئے نہیں کہتے تھے)

۲: آپ ﷺ اپنے مبلغوں معلموں، قاضیوں اور گورنروں کو مختلف ممالک کے بادشاہوں کے پاس توحید کی دعوت دے کر بھیجتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے خادم خاص سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: "أَنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ كَتَبَ إِلَى كِسْرَى وَإِلَى قَيْصَرَ وَإِلَى النَّجَاشِيِّ وَإِلَى كُلِّ جَبَّارٍ، يَدْعُوهُمْ إِلَى اللهِ تَعَالَى، وَلَيْسَ بِالنَّجَاشِيِّ الَّذِي صَلَّى عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ"[1] (آپ ﷺ نے کسری[2]، قیصر، نجاشی اور ہر متسلط حکمران کو خط لکھ کر اللہ کی طرف بلایا، یہاں نجاشی سے مراد وہ نجاشی (سیدنا اصحمہ رضی اللہ عنہ) نہیں جن کی نمازِ جنازہ غائبانہ آپ ﷺ نے ادا کی تھی)۔

آپ ﷺ نے قیصر کی جانب جو خط روانہ کیا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خط کے ذریعے آپ ﷺ کا مقصد توحید کی دعوت دینی تھی، جو مندرجہ ذیل الفاظ پر مشتمل تھا: "بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللهِ وَرَسُولِهِ إِلَى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ، سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى، أَمَّا بَعْدُ، فَإِنِّي أَدْعُوكَ بِدِعَايَةِ الْإِسْلَامِ أَسْلِمْ تَسْلَمْ يُؤْتِكَ اللهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ، فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْأَرِيسِيِّينَ، و﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ، أَنْ لَا نَعْبُدَ إِلَّا اللهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا، وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللهِ، فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا: اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾ (آل عمران:

---

[1] أخرجه مسلم (١٣٩٧/٣)، ٣٢-كتاب الجهاد، ٢٧- باب كتب النبي -ﷺ- إلى ملوك الكفار يدعوهم إلى الله عز وجل، حديث (٧٥)، والترمذي ٤٣- كتاب الاستئذان ٢٣- باب في مكاتبة المشركين، حديث (٢٧١٦)، من حديث أنس، وأحمد (٣٣٦/٣)، من حديث جابر بلفظ: ((وكتب رسول الله -ﷺ- قبل أن يموت بخمس إلى كسرى وقيصر وإلى كل جبار)) (عن جابر ان الفاظ کے ساتھ کہ آپ ﷺ نے اپنی وفات سے پانچ (برس) پہلے کسری وقیصر اور تمام جابر بادشاہوں کے نام خطوط روانہ کیئے)۔

[2] دیکھیں آپ ﷺ نے جو خط بادشاہ فارس کسری کے نام بھیجا تھا۔ (البداية والنهاية ٣٦٩/٤، قیصر کو لکھے گئے خط کے قریب ہی)۔

۶۴)"[1] (اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے، اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد ﷺ کی جانب سے شاہِ روم ہرقل کی طرف، سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی، میں تجھے اسلام کے منشور کی طرف بلاتا ہوں ،اسلام لائے گا تو سلامتی میں رہے گا، اللہ تجھے دوہرا ثواب عطا کرے گا، اگر تو نے اعراض کیا تو تجھ پر تیری رعایا[2] کا بھی گناہ ہوگا، (اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے، ہے وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں اور اللہ کے سوا ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں، پھر یہ لوگ اگر رخ پھیر لیں تو کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں))۔

جس وقت یہ خط ہرقل کے پاس پہنچا اس نے قریش کے قافلے سے ابو سفیان رضی اللہ عنہ بن حرب (جو اس وقت کافر تھے) کو بلا بھیجا، وہ اس مدت میں تجارت کے لئے ملک شام آئے ہوئے تھے جس میں کہ آپ ﷺ نے قریش اور ابو سفیان سے (حدیبیہ کے مقام پر دس سال کے لئے) صلح کی تھی ،وہ ایلیاء (یروشلم) میں قیصر کے پاس لائے گئے اس نے آپ

---

[1] یہ اور اس کے بعد والی ایک ہی حدیث کے ٹکڑے ہیں أخرجه البخاري ١-كتاب بدء الوحي، باب (٢)، حديث (٦)، وأحمد (٢٦٢/١) اور یہ ایک طویل حدیث ہے جسے ہم نے اختصاراً بیان کیا گیا ہے۔

[2] یہاں رعایا کے لئے الاریسیون کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا معنی ہے الفلاحون یعنی کسان لوگ انہیں الاکارون بھی کہا جاتا ہے کہ وہ کمزور لوگ وغیرہ جو ہرقل کی پیروی کرتے تھے اور وہ ان کے شرک میں پڑے رہنے کا سبب بن رہا تھا۔ اور ان زعماء ولیڈروں کے بارے یہی اللہ تعالی کا عدل اور سنت رہی ہے کہ وہ یوم قیامت اپنے بوجھ اٹھانے کے ساتھ ساتھ جنہوں نے حق و توحید سے انحراف اور اس کے خلاف جنگ میں ان کی پیروی کی ان کے بھی بوجھ اٹھانے والے ہیں۔ ﴿لِيَحْمِلُوا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ أَلَا سَاءَ مَا يَزِرُونَ﴾ (النحل: ۲۵) (یہ اپنے بوجھ بھی کامل طور پر یوم قیامت اٹھائیں گے اور ان کے بوجھ بھی اٹھائیں گے جنہیں بغیر علم کے انہوں نے گمراہ کیا، کیا ہی برا بوجھ ہے جو یہ اٹھائیں گے) اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا" (صحيح مسلم: ٢٦٧٤) (جو کوئی ہدایت کی طرف دعوت دے تو اسے جو اس ہدایت کی پیروی کریں گے ان کے مثل بھی اجر ملے گا مگر ان پیروی کرنے والوں کے اجر میں سے کچھ کم نہ کیا جائے گا، اور جو کوئی گمراہی کی جانب دعوت دے اس پر ان لوگوں کا بھی گناہ ہوگا جنہوں نے اس کی پیروی کی مگر پیروی کرنے والوں کے گناہوں میں کچھ کم نہ ہوگا)

ﷺ کے تعلق سے ابو سفیان سے کئی سوالات کئے جن میں سے ایک سوال یہ بھی تھا، ''مَاذَا يَأْمُرُكُمْ؟'' (یہ پیغمبر تمہیں کن باتوں کا حکم دیتے ہیں؟) ابو سفیان نے جواب دیتے ہوئے کہا تھا: ''اعْبُدُوا اللهَ وَحْدَهُ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَاتْرُكُوا مَا يَقُولُ آبَاؤُكُمْ، وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالصِّلَةِ''[1] (صرف اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، تمہارے باپ دادا جو کچھ کہتے تھے اسے چھوڑ دو، وہ ہمیں نماز سچائی پرہیز گاری، پاک دامنی اور قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتے ہیں)۔

۳: آپ اپنی فوج کو کلمہ توحید کی بلندی کے لئے جہاد کرنے کا حکم دیتے، کیوں کہ ''مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ''[2] (جو شخص اس لئے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو ایسے شخص کا جہاد ہی جہاد فی سبیل اللہ ہے)، آپ ﷺ اپنے کمانڈروں کو جنگ شروع کرنے سے پہلے توحید کی دعوت دینے کا حکم دیتے: سیدنا بریدہ بن الحصیب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: ''كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا بَعَثَ أَمِيرًا عَلَى سَرِيَّةٍ أَوْ جَيْشٍ أَوْصَاهُ بِتَقْوَى اللهِ فِي خَاصَّةِ نَفْسِهِ وَبِمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ خَيْرًا، وَقَالَ: إِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، فَادْعُهُمْ إِلَى إِحْدَى ثَلَاثِ خِصَالٍ أَوْ خِلَالٍ فَأَيَّتُهَا أَجَابُوكَ إِلَيْهَا فَاقْبَلْ مِنْهُمْ، وَكُفَّ عَنْهُمْ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَإِنْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلَى دَارِ الْمُهَاجِرِين،۔۔۔ فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَادْعُهُمْ إِلَى إِعْطَاءِ الْجِزْيَةِ، فَإِنْ أَجَابُوا فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ، فَإِنْ أَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللهِ تَعَالَى وَقَاتِلْهُمْ، وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ فَأَرَادُوكَ أَنْ تُنْزِلَهُمْ عَلَى حُكْمِ اللهِ تَعَالَى فَلَا تُنْزِلْهُمْ، فَإِنَّكُمْ لَا تَدْرُونَ مَا يَحْكُمُ اللهُ

---

[1] اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

[2] بخاری، باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا، ح ۲۵۹۹، مسلم، باب ۴۲- باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا، ح ۵۰۲۹۔ مکمل حدیث میں کسی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ ایک شخص غصے میں، یا حمیت میں، یا مال غنیمت کے لئے، یا اپنے چرچے کے لئے، یا دکھلاوے اور ریاء کاری کے لئے لڑتا ہے ان میں سے کون سا فی سبیل اللہ ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ان میں سے کوئی نہیں بلکہ: جو شخص اس لئے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو ایسے شخص کا جہاد ہی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ (ط ع)

فِيهِمْ وَلَكِنْ أَنْزِلُوهُمْ عَلَى حُكْمِكُمْ ثُمَّ اقْضُوا فِيهِمْ بَعْدُ مَا شِئْتُمْ“ [1] (جب بھی رسول اللہ ﷺ کسی سریہ [2] یا فوج کو روانہ کرتے تو اس کے کمانڈر کو اپنے اور اپنے مسلمان ساتھیوں کے متعلق اللہ سے ڈرنے اور بھلائی اختیار کرنے کی تاکید کرتے اور فرماتے تھے: جب تم مشرکین میں سے دشمنوں کا سامنا کرو تو انہیں تین باتوں کی دعوت دو اگر ان تین میں سے کسی ایک کو مان لیں تو ان کے اس مان لینے کو قبول کرو اور ان کے ساتھ جنگ سے رک جاؤ، انہیں اسلام کی طرف بلاؤ اگر وہ مان لیں تو ان ان کا ایمان قبول کرلو اور ان سے جنگ کرنے سے رک جاؤ، پھر انہیں اپنے مقام سے دارالمہاجرین (مدینہ نبویہ) منتقل ہو جانے کی دعوت دو۔۔۔ اگر وہ دعوت اسلام کو انکار کر دیں ان سے جزیہ مانگو، اگر وہ اس کو مان لیں تو تم بھی اس کو مان لو اور ان سے رک جاؤ، اگر وہ اس کا بھی انکار کر دیں تو پھر اللہ سے مدد طلب کر کے ان سے جنگ کرو، اگر تم نے کسی قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور وہ تم سے یہ مطالبہ کریں کہ وہ اللہ کے فیصلہ پر ہتھیار ڈالیں گے تو تم اسے نہ مانو کیوں کہ تم نہیں جانتے کہ اللہ ان کے متعلق کیا فیصلہ فرمائے گا، بلکہ انہیں اپنے فیصلہ پر ہتھیار ڈالنے کے لئے کہو، اس کے بعد ان کے تعلق سے جو فیصلہ تم کرنا چاہو کرو)

حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ کی مانند حدیث نعمان بن مقرن المزنی رضی اللہ عنہ بھی ہے جس کی جانب مسلم، ابوداود، ابن ماجہ نے اپنے اس قول کے ذریعہ اشارہ فرمایا کہ علقمہ نے فرمایا میں نے مقاتل بن حیان سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا مجھے مسلم بن ھیصم نے نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے یہ روایت بیان کی۔

۴- رسول اللہ ﷺ نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر، قاضی اور معلم بنا کر بھیجا اور یہ نصیحت فرمائی: ”إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ۔ وفی روایۃ: إِلَى أَنْ يُوَحِّدُوا اللهَ۔ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوكَ لِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوكَ لِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوكَ لِذَلِكَ، فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ

---

[1] أخرجه مسلم (١٣٥٦/٣-١٣٥٧)، ٣٣-كتاب الجهاد، ٢- باب تأمير الإمام على البعوث، حديث (٣)، وأبو داود (٨٣/٣)، ٩-كتاب الجهاد، ٩- باب في دعاء المشركين ، حديث (٢٦١٢)، والترمذي (١٨٢/٤)، ٢٢-كتاب السير، ٤٨- باب وضع النبي -ﷺ- في القتال، حديث(١٦١٧)، وابن ماجة، ٢٤-كتاب الجهاد، ٣٨-باب وصية الإمام، حديث(٢٨٥٨).

[2] سریہ اس جنگ کو کہتے ہیں جس میں آپ ﷺ بذات خود شریک نہ ہوئے بلکہ اپنے لشکر کو روانہ فرمایا اور جس جنگ میں آپ ﷺ بنفس نفیس شریک ہوئے اسے غزوہ کہا جاتا ہے۔(ط ع)

الْمَظْلُومِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللهِ حِجَابٌ"[1] (تم اہلِ کتاب کے پاس جارہے ہو، انہیں سب سے پہلے لا الہ الا اللہ کی گواہی دینے کی طرف بلاؤ، دوسری روایت میں ہے: انہیں اللہ کی توحید اور میری رسالت کی طرف بلاؤ۔ اگر انہوں نے تمہارا کہا مان لیا تو انہیں بتاؤ کہ اللہ نے پر شب وروز میں پانچ (۵) نمازیں فرض فرمائی ہیں، پھر اگر وہ اس میں بھی تمہارا کہا مان لیں تو انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالی نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے جو ان کے مال داروں سے لے کر انہیں کے فقراء پر خرچ کی جائے گی، اگر وہ اسے بھی مان لیں تو تم (زکوۃ لیتے وقت) ان کے اچھے اور پسندیدہ مالوں سے دور رہو، اور مظلوم کی بددعا سے بچو کیوں کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے)۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے تمام داعیان، امراء اور قاضیوں کو اس قسم کی وصیت فرمایا کرتے تھے۔

۴: اللہ تعالیٰ نے توحید کو قائم کرنے اور زمین کو شرک کی نجاست سے پاک کرنے کے لئے ہی جہاد کو فرض کیا۔

ارشاد ہے:

﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لاَ تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلّهِ فَإِنِ انتَهَواْ فَلاَ عُدْوَانَ إِلاَّ عَلَى الظَّالِمِينَ﴾

(سورۃ البقرۃ: ۱۹۳)

(ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ شرک باقی نہ رہے اور دین اللہ کا ہو جائے، اگر وہ رک جائیں (تو تم بھی رک جاؤ) زیادتی ظالموں پر ہی ہے)

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: (یعنی آپ ان سے اس وقت تک جہاد کرتے رہیں جب

---

[1] أخرجه البخاري، ٦٤-كتاب المغازي، ٦٠-باب بعث أبي موسى ومعاذ إلى اليمن قبل حجة الوداع، حديث(٤٣٤٧) و ٩٧-كتاب التوحيد، ١- باب ما جاء في دعاء النبي –ﷺ- إلى توحيد الله تبارك وتعالى، حديث(٧٣٧٢) یہاں بخاری کے لفظ ہیں: (فليكن أوّل ما تدعوهم إلى أن يوحدوا الله، فإذا عرفوا ذلك...) (وہ پہلی چیز جس کی طرف تم انہیں دعوت دو وہ اللہ تعالی کی توحید کی دعوت ہو، اگر وہ یہ جان ومان لیں تو۔۔۔) الحديث.ومسلم ١-كتاب الإيمان، ٧٥- باب الدعاء إلى الشهادتين وشرائع الإسلام، حديث(٢٩-٣٠) دوسرے الفاظ یہ ہیں: ((فليكن أوّل ما تدعوهم إليه عبادة الله عزّ وجل فإذا عرفوا ذلك...)) الحديث (وہ پہلی چیز جس کی طرف تم انہیں دعوت دو وہ اللہ تعالی کی عبادت ہو، اگر وہ یہ جان ومان لیں تو۔۔۔).

تک کہ اللہ کے ساتھ شرک ختم نہ ہو جائے اور صرف اللہ کی ہی عبادت ہونے لگے، بتوں، باطل خداؤں اور شریکوں کی عبادت ختم ہو جائے، عبادت اور اطاعت اصنام واوثان[1] کے بجائے صرف اللہ کی ہی ہو۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب تک شرک ختم نہ ہو۔ اس تفسیر کی سندیں قتادہ، مجاہد، سدی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما تک پہنچتی ہیں۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہاں دین سے مراد اوامر اور نواہی میں اللہ کی عبادت اور اطاعت ہے۔ پھر فرمایا اسی میں سے اعشی کا یہ شعر بھی ہے:

هو دان الرباب إذ كرهوا الدين دراكاً بغزوة وصيال

پھر آپ نے اس کی سند کو ربیع تک ذکر کیا۔ "ویکون الدین للہ" کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: یہاں تک کہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کی جائے اور وہ لا الہ الا اللہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کی دعوت دی اور اسی کے لئے جہاد کیا)[2]۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، فَمَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ، وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللهِ"[3] (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جہاد کروں جب تک کہ وہ لا إله إلا الله کا اقرار کریں، جس نے لا إله إلا الله کہا مجھ

---

[1] اصنام (بتوں) اور اوثان میں یہ فرق ہے کہ صنم بت کی صورت میں بنا ہوا ہوتا ہے جبکہ وثن عام ہے جس کے لئے ضروری نہیں کہ وہ بت ہی ہو بلکہ وہ قبر، شجر وحجر کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں یہ دعاء فرمائی کہ "اللهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَثَنًا، لَعَنَ اللهُ قَوْمًا اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ" مسند احمد ۷۳۵۸ شاملہ، شیخ البانی نے تحذیر الساجد اور احکام الجنائز میں صحیح کہا ہے۔ (اے اللہ میری قبر کو وثن نہ بنانا، اللہ تعالی نے لعنت فرمائی اس قوم پر جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا) ایک اور روایت میں ہے "اللهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَثَنًا يُعْبَدُ، اشْتَدَّ غَضَبُ اللهِ عَلَى قَوْمٍ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ" (مسند احمد ۱۳/۸۷) (اے اللہ میری قبر کو وثن (بت وغیرہ) نہ بنانا کہ جس کی عبادت کی جائے، اللہ تعالی کا شدید غضب نازل ہوا اس قوم پر جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا تھا) تو وثن قبر بھی ہو سکتی ہے اور اس کے ساتھ اگر وہی معاملہ کیا جائے عبادت کا جو اللہ تعالی کے ساتھ کیا جاتا ہے تو وہ بھی بت ہے اور شرک ہے۔ اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو شرک محض بتوں کی عبادت کو تصور کرتے ہیں اور قبر پرستی ومزار پرستی کو نہیں۔ (ط ع)

[2] (۱۹۴/۲-۱۹۵).

[3] صحیح بخاری ۲۹۴۶، ۶۹۲۴، ۷۲۸۵

سے اس نے اپنا مال اور جان بچا لیا مگر اسلام کے حق سے[1] اور اس کا حساب اللہ پر ہے) اور امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خلیفۂ رسول ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس وقت یہی کہا تھا جب انہوں نے مانعین زکوۃ کے خلاف جہاد کرنے کا عزم کیا تھا کہ: ''كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ، وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللهِ''[2] (آپ لوگوں سے کیسے جنگ کریں گے جب کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جہاد کروں جب تک کہ وہ لا إله إلا الله کا اقرار کریں، جس نے اس کا اقرار کر لیا اس نے مجھ سے اس نے اپنا مال اور جان بچا لیا مگر اسلام کے حق سے اور اس کا حساب اللہ پر ہے)۔ اس پر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''وَاللهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ، وَالزَّكَاةِ، فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ، وَاللهِ لَوْ مَنَعُونِي عَنَاقًا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهَا''[3] (سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ کی قسم! میں ہر اس شخص سے جنگ کروں گا جو نماز اور زکوۃ میں فرق کرتا ہے، اور زکوۃ مال کا حق ہے، اللہ کی قسم! اگر وہ ایک رسی بھی جو عہد نبوی میں دیتے تھے نہ دیں تو اس کے نہ دینے کی وجہ سے میں ان سے جنگ کروں گا)

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، فَإِذَا قَالُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ، ثُمَّ قَرَأَ ﴿إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ، لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُسَيْطِرٍ﴾ (الغاشية: ٢١-٢٢)''[4] (مجھے لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کریں اور اگر وہ لا الہ الا اللہ کہہ دیں تو وہ مجھ سے اپنا خون اور مال بچا لیں گے سوائے اگر ان کے لینے کا حق بنتا ہو، اور باقی اعمال کا حساب

---

[1] جیسے کوئی شرعی حدود وغیرہ تو ایک مسلمان کی جان لی جا سکتی ہے جیسے شادی شدہ زانی اور قاتل وغیرہ مگر حدود کا نفاذ حاکم وقت کی ذمہ داری ہے نا کہ ہر مسلمان اسے خود اپنے ہاتھ میں لے لے۔ (ط ع)

[2] أخرجه مسلم ١-كتاب الإيمان، باب(٨)، حديث (٣٥)، والترمذي (٤٣٩/٥)، ٤٨-كتاب التفسير، تفسيرسورة الغاشية، حديث (٣٣٤١)، وابن ماجة ٣٦-كتاب الفتن، باب (١)، حديث (٣٩٢٨).

[3] البخاري ٥٦-الجهاد، ١٠٢-باب دعاء النبي ﷺ- الناس إلى الإسلام والنبوة، ولا يتخذ بعضهم بعضاً أرباباً من دون الله، حديث (٢٩٤٦)، ومسلم ١-كتاب الإيمان، الباب (٨)، حديث (٣٣)، وأبو داود ٩-الجهاد، ١٠٤-باب على ما يقاتل المشركون حديث (٢٦٤٠)، وابن ماجة ٣٦-كتاب الفتن، باب الكف عمن قال: لا إله إلا الله، حديث (٣٩٢٨).

[4] أخرجه البخاري ٢٤-كتاب الزكاة، ١-باب وجوب الزكاة، حديث (١٣٩٩)، ومسلم ١-كتاب الإيمان، باب (٨)، حديث (٣٣).

اللہ تعالی کے ذمہ ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: آپ کا کام نصیحت کرنا ہے، اور آپ ان پر کوئی داروغہ تو نہیں)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ، إِلَّا بِحَقِّهَا، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ" [1] (مجھے لوگوں سے جہاد کا حکم دیا گیا ہے، جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ اور محمد الرسول اللہ کی گواہی دیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں۔ اگر وہ یہ کرلیں تو وہ مجھ سے اپنا خون اور مال بچالیں گے سوائے اگر ان کے لینے کا حق بنتا ہو، اور باقی اعمال کا حساب اللہ تعالی کے ذمہ ہے)

اگر سیدنا ابو بکر، عمر، ابو ہریرہ اور جابر رضی اللہ عنہم کی احادیث پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ تمام احادیث توحید کے موضوع پر ہی مشتمل ہیں۔ ان میں دیگر ارکان ذکر نہیں کئے گئے ہیں، اس مسئلہ کا اس قدر اہتمام رسالت مآب ﷺ کی نظر میں اس کی عظمت اور اہمیت کو ثابت کرتا ہے، کیوں نہ ہو جب کہ تمام اسلام کے ارکان اسی توحید کے تقاضے، واجبات، حقوق اور فرائض ہیں۔ اس ضمن میں جو بات میں کہتا ہوں وہ یہ کہ: اللہ کے رسول ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب کہ "مجھے لا الہ الا اللہ کہنے تک لوگوں سے جہاد کا حکم دیا گیا ہے"۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ جب انہوں نے یہ کلمہ کہہ دیا ہے تو پھر ان سے جنگ کرنی جائز نہیں ہے، اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا یہ جواب" جو شخص نماز اور زکوۃ میں فرق کرے گا میں اس سے جنگ کروں گا" اللہ کے رسول ﷺ کے موقف کی تائید میں تھا۔ اگر آپ کو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مندرجہ بالا روایت کا پتہ ہوتا تو وہ فی الفور اسی سے استدلال کرتے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے بیٹے کی مندرجہ بالا روایت کا علم ہوتا تو وہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ پر کبھی اعتراض نہیں کرتے، اگر حاضرین (جن میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے) کو ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کا پتہ ہوتو شیخین کو اس کا حوالہ دے کر یاد دلاتے۔

شاید عقیدۂ توحید کا اس قدر شدید اہتمام اور بار بار اس کی طرف رہنمائی اور اس موضوع سے متعلق رسول اللہ

---

[1] أخرجه البخاري ٢- كتاب الإيمان، ١٧- باب {فإن تابوا وأقاموا الصلاة وآتوا الزكاة فخلوا سبيلهم}، حديث (٢٥)، ومسلم ١- كتاب الإيمان، باب (٨)، حديث (٣٦).

ﷺ کا زیادہ احادیث ارشاد فرمانے کا راز وہی ہو جس کا اشارہ ہم نے اوپر کر دیا تھا۔اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی ربانی تعلیمات میں سب سے اہم چیز توحید الوہیت ہے، یہی چیز پیغمبروں اور ان کے دشمنوں کے درمیان معرکہ کا باعث بنی اور اس مقدس گروہ نے باطل اور ضلال کے ہر معرکہ پر مشرکوں اور کافروں سے خون ریز جنگ لڑی اور مشرکین نے انبیاء علیہم السلام سے جس باطل دین کے دفاع کے لئے ٹکر لی وہ بت پرستی،انبیاء اور صالحین کی قبر پرستی،ان کے لئے نیاز، چڑھاوے،ان سے خوف اور امید،اللہ کے پاس ان کی شفاعت کی امید اور اپنی مرادوں کے پوری ہونے کے لالچ پر حکام ومحکومین کے دل جڑے رہنا تھا۔ یہی وہ شرک اکبر ہے جو کبھی بخشا نہیں جائے گا۔اسی کے خلاف تمام پیغمبر تادم حیات کمربستہ رہے۔ ہم نے گذشتہ صفحات میں امام الحنفاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بت شکنی کے واقعہ کو بالتفصیل ذکر کیا تھا اور یہ بات بھی بتائی تھی کہ آپ ﷺ نے کس طرح ہر اس ذریعے کو بند کر دیا جس کی وجہ سے شیطان انسانوں کے لئے اپنی عبادت کی راہیں نکالتا ہے، چاہے وہ آلھۃ (خداؤں) کے نام پر ہوں یا اولیاء کے نام پر یا اور کسی گمراہ کن طریقے اور شعار پر۔

وہ خون ریز جنگ جسے قرآن اور صاحب قرآن نے مشرکین کے خلاف چھیڑ رکھا تھا قرآن کے الفاظ میں یہ ہے:

﴿ أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّى- وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَى- أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنثَى- تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَى- إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاء سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا أَنزَلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنفُسُ وَلَقَدْ جَاءهُم مِّن رَّبِّهِمُ الْهُدَى ﴾ (سورۃ النجم:۱۹-۲۳)

(کیا تم نے لات وعزی اور تیسرے منات کی حقیقت پر غور کیا ہے؟ کیا تمہارے لئے بیٹے ہیں اور اللہ کے لئے بیٹیاں، یہ تو بڑی بے انصاف تقسیم ہے دراصل یہ صرف نام ہیں جو تم نے اور تمہارے آباء واجداد نے رکھ لئے ہیں، اللہ نے اس کی کوئی سند نازل نہیں کی ہے، یہ صرف اپنے وہم وگمان اور خواہشات نفس کے پیچھے بھاگ رہے ہیں اور جب کہ ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے)

غور کریں کہ مشرکین کے معبودوں کی اس سے بھی زیادہ اور کیا تحقیر ہو سکتی ہے اور ان کے خلاف کون سی ایسی جنگ ہے جو برپا نہیں کی گئی؟ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ- حُنَفَاء لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاء فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ ﴾ (سورۃ الحج:۳۰-۳۱)

(تم بتوں کی گندگی سے بچوں اور جھوٹی بات سے پرہیز کرو، اللہ کے لئے یکسو ہو کر رہو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے گویا وہ آسمان سے گرپڑا، اب یا تو اسے پرندے اچک کرلے جائیں گے، یا ہوا کسی دور دراز جگہ پھینک دے گی)

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾
(سورۃ المائدہ: ٩٠)

(اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور پانسے یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے بچتے رہو تاکہ فلاح پاؤ)

عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کی گزری ہوئی حدیث میں تھا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: (کیا اللہ نے آپ کو رسول بنایا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ہاں، میں نے کہا: کیا احکامات دئے ہیں؟ فرمایا: یہ کہ صرف اللہ کی عبادت کی جائے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے، بتوں کو توڑا جائے اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کی جائے)[1]۔

سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے دربار میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا: (یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ایک رسول بھیجا، جن کی سچائی، پاک دامنی اور وقار کو ہم جانتے ہیں، اس نے ہمیں اللہ کی طرف بلایا کہ ہم اس کو اکیلا مان کر صرف اسی کی عبادت کریں، ہم اور ہمارے باپ داد اللہ کو چھوڑ کر جن اوثان اور پتھروں کی عبادت کرتے ہوئے چلے آرہے ہیں انہیں چھوڑ دیں)[2]۔

ابوسفیان نے شاہِ روم ہرقل سے کہا تھا: (وہ ہمیں کہتے ہیں کہ صرف اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، تمہارے باپ داد جو کچھ کہتے ہیں چھوڑ دو۔۔۔)[3]۔

---

[1] تخریج گزر چکی ہے۔
[2] تخریج گزر چکی ہے۔
[3] تخریج گزر چکی ہے۔

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ اللهَ بَعَثَنِي رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ، وَأَمَرَنِي رَبِّي بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ، وَالْمَزَامِيرِ، وَالْأَوْثَانِ، وَالصَّلِيبِ، وَأَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ"[1] (اللہ نے مجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت اور ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور میرے رب نے مجھے موسیقی اور گانے بجانے کے آلات، اوثان، صلیب اور جاہلیت کے تمام امور ختم کرنے کا حکم دیا ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی سچی تعلیمات کے ذریعے اسلام کی کھلی تبلیغ اور سراً وعلانیاً بت پرستی پر یلغار نے مشرک سرداروں کا قافیہ تنگ اور ناطقہ بند کر دیا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس میں نرمی نہیں برتی جاسکتی اور سچی دعوت اسی بات کی متقاضی ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: "لَمَّا أَنْ مَرِضَ أَبُو طَالِبٍ، دَخَلَ عَلَيْهِ رَهْطٌ مِنْ قُرَيْشٍ فِيهِمْ أَبُو جَهْلٍ، قَالَ: فَقَالُوا: إِنَّ ابْنَ أَخِيكَ يَشْتُمُ آلِهَتَنَا، وَيَفْعَلُ وَيَفْعَلُ، وَيَقُولُ وَيَقُولُ، فَلَوْ بَعَثْتَ إِلَيْهِ فَنَهَيْتَهُ، فَبَعَثَ إِلَيْهِ أَوْ قَالَ: جَاءَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَدَخَلَ الْبَيْتَ۔۔۔ قَالَ أَبُو طَالِبٍ: أَيِ ابْنَ أَخِي، مَا بَالُ قَوْمِكَ يَشْكُونَكَ؟ يَزْعُمُونَ أَنَّكَ تَشْتُمُ آلِهَتَهُمْ، وَتَقُولُ وَتَقُولُ، وَتَفْعَلُ وَتَفْعَلُ؟ قَالَ: فَأَكْثَرُوا عَلَيْهِ مِنَ الْقَوْلِ، قَالَ: فَتَكَلَّمَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ: يَا عَمِّ، إِنِّي أُرِيدُهُمْ عَلَى كَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ يَقُولُونَهَا، تَدِينُ لَهُمْ بِهَا الْعَرَبُ، وَتُؤَدِّي إِلَيْهِمْ بِهِ الْعَجَمُ الْجِزْيَةَ، قَالَ: فَفَزِعُوا لِكَلِمَتِهِ وَلِقَوْلِهِ، قَالَ: فَقَالَ الْقَوْمُ: كَلِمَةٌ وَاحِدَةٌ؟ نَعَمْ وَأَبِيكَ وَعَشْرًا، قَالَ: وَمَا هِيَ؟ قَالَ أَبُو طَالِبٍ: وَأَيُّ كَلِمَةٍ هِيَ يَا ابْنَ أَخِي؟ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ. قَالَ: فَقَامُوا فَزِعِينَ يَنْفُضُونَ ثِيَابَهُمْ، وَهُمْ يَقُولُونَ: ﴿أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَهًا وَاحِدًا إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾ (ص: ۵)"[2] (جب جناب ابو طالب بیمار ہوئے تو قریش کا ایک وفد ان کی خدمت میں آیا جن میں

[1] مسند احمد ۲۱/۲۱۹، المعجم الکبیر للطبرانی ۲۰۲/۷، مسند الطیالسی ۱۲۱۸، قال الالبانی فی تخریج مشکوۃ المصابیح ۳۵۸۰ اسنادہ ضعیف۔

[2] مسند الإمام أحمد (۳۶۲/۱)، والترمذي ۴۸-کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ ص، حدیث (۳۲۳۲)اس کی سند میں یحیی بن عمارہ یا کہا جاتا ہے ابن عباد ہے اسے ابن حبان نے ثقات میں بیان فرمایا اور حافظ ابن حجر تہذیب التهذیب (۲۵۹/۱۱ میں فرماتے ہیں مقبول ہے۔ دیکھیئے التقریب ۳۵۴/۲ اور امام ذہبی الکاشف ۲۲۴/۳ میں فرماتے ہیں اس کی توثیق کی گئی ہے۔ اور اسے ابن جریر ۱۶۵/۲۳ نے اپنی اسناد سے اعمش تک روایت فرمایا ہے۔ کہتے ہیں ہمیں بیان کیا عباد بن سعید بن جبیر نے انہوں نے ابن عباس سے روایت کی۔ اور اس طرق سے بھی روایت کی گئی ہے عن الاعمش عن یحیی بن عمارہ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس اس کی سند میں کچھ ضعف ہے لیکن یہ تحسین کی محتمل بھی ہے، تنبیہ:. مسند احمد میں عباد بن جعفر ہے مجھے اس

(جاری ہے۔۔۔)

ابو جہل بھی تھا، انہوں نے کہا: 'آپ کا بھتیجا ہمارے معبودوں کی برائی کرتا ہے اور یہ یہ کہتا رہتا ہے، آپ اسے بلا کر اس کام سے باز رکھیں'۔ ابو طالب نے آپ ﷺ کو بلایا، آپ گھر میں تشریف لائے تو ابو طالب نے کہا: 'بھتیجے! یہ آپ کی قوم آپ کی شکایات لے کر میرے پاس آئی ہے کہ آپ ان کے معبودات کی برائی کرتے ہیں اور اس اس طرح کی باتیں کرتے ہیں'۔۔۔ راوی کہتے ہیں: انہوں نے بہت سی باتیں کیں۔۔۔ آخر آپ ﷺ نے بولنے کی اجازت چاہی اور فرمایا: 'چچا جان! میں ان سے صرف ایک بات ایسی کہلوانا چاہتا ہوں اگر وہ اسے قبول کر لیں تو عرب ان کے آگے سرنگوں ہو جائے گا اور عجم انہیں جزیہ دے گا' آپ ﷺ کی بات سن کر وفد گھبرا گیا اور کہنے لگا: ایک بات ہی نہیں، تمہارے باپ کی قسم! دس باتیں بھی مان لیں گے، بتاؤ تو سہی آخر وہ ایک بات کونسی ہے؟ آپ نے فرمایا: 'لا إله إلا الله' (اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں) یہ سنتے ہی مشرکین کپڑے جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: (کیا اس نے سارے معبودات کی جگہ بس ایک ہی معبود بنا ڈالا یہ تو بڑی عجیب بات ہے))۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''اجْتَمَعَتْ قُرَيْشٌ يَوْمًا قَالُوا: انْظُرُوا أَعْلَمَكُمْ بِالسِّحْرِ وَالْكَهَانَةِ، وَالشِّعْرِ، فَلْيَأْتِ هَذَا الرَّجُلَ الَّذِي قَدْ فَرَّقَ جَمَاعَتَنَا، وَشَتَّتَ أَمْرَنَا وَعَابَ دِينَنَا، فَلْيُكَلِّمْهُ فَلْيَنْظُرْ مَاذَا يَرُدُّ عَلَيْهِ، فَقَالُوا: مَا نَعْلَمُ أَحَدًا غَيْرَ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ، فَقَالُوا: أَنْتَ يَا أَبَا الْوَلِيدِ، فَأَتَاهُ عُتْبَةُ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، أَنْتَ خَيْرٌ أَمْ عَبْدُ اللهِ؟ فَسَكَتَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، ثُمَّ قَالَ: أَنْتَ خَيْرٌ أَمْ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ؟ فَسَكَتَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ: فَإِنْ كُنْتَ تَزْعُمُ أَنَّ هَؤُلَاءِ خَيْرٌ مِنْكَ، فَقَدْ عَبَدُوا الْآلِهَةَ الَّتِي عِبْتَهَا، وَإِنْ كُنْتَ تَزْعُمُ أَنَّكَ خَيْرٌ مِنْهُمْ، فَتَكَلَّمْ حَتَّى نَسْمَعَ قَوْلَكَ، إِنَّا وَاللهِ مَا رَأَيْنَا سَخْلَةً قَطُّ أَشْأَمَ عَلَى قَوْمِهِ مِنْكَ، فَرَّقْتَ جَمَاعَتَنَا، وَشَتَّتَ أَمْرَنَا، وَعِبْتَ دِينَنَا، وَفَضَحْتَنَا فِي الْعَرَبِ، حَتَّى لَقَدْ طَارَ فِيهِمْ أَنَّ فِي قُرَيْشٍ سَاحِرًا، وَأَنَّ فِي قُرَيْشٍ كَاهِنًا، وَاللهِ مَا نَنْتَظِرُ إِلَّا مِثْلَ صَيْحَةِ الْحُبْلَى، أَنْ يَقُومَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ بِالسُّيُوفِ حَتَّى نَتَفَانَى. أَيُّهَا الرَّجُلُ، إِنْ كَانَ إِنَّمَا بِكَ الْحَاجَةُ، جَمَعْنَا لَكَ حَتَّى تَكُونَ أَغْنَى قُرَيْشٍ رَجُلًا وَإِنْ كَانَ إِنَّمَا بِكَ الْبَاءَةُ، فَاخْتَرْ أَيَّ نِسَاءِ قُرَيْشٍ شِئْتَ، فَلْنُزَوِّجَنَّكَ عَشْرًا۔ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: فَرَغْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ۔ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ﴿بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔

بن عمارہ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس اس کی سند میں کچھ ضعف ہے لیکن یہ تحسین کی محتمل بھی ہے، تنبیہ: مسند احمد میں عباد بن جعفر ہے مجھے اس کا ترجمہ نہیں ملا جبکہ امام ابن کثیر نے اس بات پر نص بیان کی ہے کہ احمد نے عباد سے غیر منسوب روایت کی ہے۔ دیکھئے تفسیر ابن کثیر (۴۶/۷)

حم، تَنْزِيلٌ مِنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ﴾ حَتَّى بَلَغَ ﴿فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ﴾. فَقَالَ عُتْبَةُ: حَسْبُكَ حَسْبُكَ مَا عِنْدَكَ غَيْرُ هَذَا؟ قَالَ: لا، فَرَجَعَ إِلَى قُرَيْشٍ، فَقَالُوا: مَا وَرَاءَكَ؟ فَقَالَ: مَا تَرَكْتُ شَيْئًا أَرَى أَنَّكُمْ تُكَلِّمُونَهُ أَلا قَدْ كَلَّمْتُهُ، قَالُوا: فَهَلْ أَجَابَكَ؟ قَالَ: لا وَالَّذِي نَصَبَهَا بَنِيَّةً مَا فَهِمْتُ شَيْئًا مِمَّا قَالَ غَيْرَ أَنَّهُ أَنْذَرَكُمْ صَاعِقَةً مِثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ، قَالُوا: وَيْلَكَ يُكَلِّمُكَ رَجُلٌ بِالْعَرَبِيَّةِ لا تَدْرِي مَا قَالَ؟ قَالَ: لا وَاللهِ مَا فَهِمْتُ شَيْئًا مِمَّا قَالَ غَيْرَ ذِكْرِ الصَّاعِقَةِ"[1] (قریش ایک دن جمع ہوئے اور آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ کسی اچھے جادو جاننے والے کاہن اور شاعر شخص کو لاکر اس شخص(یعنی رسول اللہ ﷺ) سے بات کرائی جائے، جس نے ہماری جماعت میں پھوٹ ڈال دیا، شیرازہ منتشر کر ڈالا اور ہمارے دین میں عیب نکالے۔تاکہ دیکھا جائے کہ وہ کیا جواب دیتا ہے۔ تمام نے کہا: ان خصائل کا حامل صرف عتبہ بن ربیعہ ہے۔ لوگوں نے کہا: اے ابوالولید! آپ کوشش کرکے دیکھیں، عتبہ آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے محمد! ﷺ 'آپ بہتر ہیں یا(آپ کے والد) عبداللہ؟' آپ خاموش رہے' پھر کہا: 'آپ بہتر ہیں یا(آپ کے دادا) عبدالمطلب؟' آپ پھر بھی خاموش رہے، پھر کہا: 'اگر آپ انہیں اپنے سے بہتر مانتے ہیں تو انہوں نے بھی انہیں خداؤں کی پرستش کی ہے جن کے عیب آپ بیان کررہے ہیں، اگر آپ اپنے کو ان سے بہتر سمجھ رہے ہوں تو آپ ارشاد فرمائیں ہم سنیں گے، کیوں کہ ہم نے آج تک آپ کی قوم میں کوئی کمزوری و بزدلی نہیں دیکھی جو آپ سے زیادہ بدشگون ہو، آپ نے ہماری جماعت میں پھوٹ ڈال دی، صفوں میں انتشار پھیلایا، ہمارے دین میں عیب نکالے اور ہمیں عرب میں رسوا کردیا، یہاں تک کہ لوگوں میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ قریش میں ایک جادوگر پیدا ہوا ہے اور کاہن نکلا ہے، اللہ کی قسم! اب ہمیں اس کے علاوہ کچھ سجھائی نہیں دیتا کہ ہم ایک دوسرے پر تلواریں سونت کر پل پڑیں اور آپس میں ہی ایک دوسرے کو فنا کے گھاٹ اتار دیں، اے شخص! اگر آپ کی کوئی ضرورت ہو تو بتادیں تاکہ دولت کے انبار آپ کے قدموں پر لگادیں اور آپ مکہ کے سب سے بڑے رئیس اور مالدار بن

---

[1] المنتخب من مسند عبد بن حميد (ص:۲۰۸)، رقم(۱۱۴۱)، ومسند أبي يعلى الموصلي (ل۱۰۱)، كلاهما عن أبي بكر بن أبي شيبة، حدثنا علي بن محمد عن الأجلح عــن = الذيال بن حرملة الأسدي عن جابر رضي الله عنه مرفوعاً. قال ابن كثير في تفسيره (۱۵۱/۷) بعد أن ساق الحديث بإسناده عن عبد بن حميد وأبي يعلى: وقد ساقه البغوي في تفسيره بسنده عن محمد بن فضيل عن الأجلح وهو ابن عبد الله الكندي وقد ضعف بعض الشيء عن الذيال...لكن الحافظ قال عنه في التقريب (۴۶/۱): صدوق شيعي من السابعة، وقال الذهبي في الكاشف (۹۹/۱): وثقه ابن معين وغيره وضعفه النسائي وهو شيعي. وشيخه الذيال قال الحافظ عنه في تعجيل المنفعة (ص:۸۴): ((عن جابر وابن عمر والقاسم بن مخيمرة، وعنه فطر بن خليفة وحصين والأجلح وحجاج بن أرطأة: وثقه ابن حبان)). وبقية رجال الإسناد ثقات.

جائیں، اگر حسین و جمیل عورتوں کی خواہش ہے تو قریش کی ایک نہیں دس عورتوں سے شادی کرا دیں گے'۔ آپ ﷺ نے فرمایا: 'کیا آپ فارغ ہو گئے؟' اس نے کہا: 'ہاں'۔ آپ نے فرمایا: 'اب میری سنو'۔ اس نے کہا: 'ٹھیک ہے سنوں گا'۔ آپ نے فرمایا:

﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم: حم۔ تَنزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ كِتَابٌ فُصِّلَتْ آيَاتُهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ۔ بَشِيرًا وَنَذِيرًا فَأَعْرَضَ أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ۔ وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ وَفِي آذَانِنَا وَقْرٌ وَمِن بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ إِنَّنَا عَامِلُونَ﴾ (سورۃ فصلت: ۱-۵)

(شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ حم، یہ رحمن اور رحیم کی طرف سے نازل کی ہوئی ایسی کتاب ہے جس کی آیات کھول کھول کر بیان کر دی گئی ہیں، عربی قرآن، ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں، جو بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہے، لیکن ان میں سے اکثر نے منہ موڑا اور وہ سنتے نہیں ہیں، کہتے ہیں کہ جس چیز کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو اس کے لئے ہمارے دلوں پر پردہ پڑا ہوا ہے، ہمارے کانوں میں بہرا پن ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان ایک پردہ حائل ہے، تم اپنا کام کرو، ہم بھی اپنا کام کریں گے)

عتبہ دونوں ہاتھ پیچھے زمین پر ٹیک لگا کر چپ چاپ سنتا رہا، جس وقت آپ اس پر پہنچے:

﴿فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ﴾ (سورۃ فصلت: ۱۳)

(اگر اب بھی یہ روگردانی کریں تو آپ فرما دیں میں تمہیں اس کڑک سے ڈراتا ہوں جو عاد و ثمود کے کڑک کی طرح ہو گی)

عتبہ نے سنا تو چلا اٹھا: بس کریں، بس کریں، کیا آپ کے پاس اس کے علاوہ بھی کچھ ہے؟ آپ نے فرمایا: کچھ نہیں۔ عتبہ اٹھا اور قریش کے پاس آیا، لوگوں نے پوچھا کیا خبر لائے ہو؟ اس نے کہا: ہر وہ بات جو تم اس سے کرنا چاہتے تھے، میں نے کی، لوگوں نے کہا: پھر اس نے کیا جواب دیا؟ اس نے کہا: رب کعبہ کی قسم! میں اس کی کوئی بات سمجھ نہیں سکا سوائے اس کے کہ اس نے اس کڑک سے ڈرایا ہے جو عاد اور ثمود کی کڑک کی طرح ہے۔ لوگوں نے کہا: افسوس وہ تم سے عربی میں بات کر رہا تھا اور تم اتنا بھی سمجھ نہیں پائے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں کڑک کے سوا کچھ سمجھ نہیں سکا)۔

یہ جنگ زبانی نفسیاتی اور دلائل کی جنگ تھی جو مشرکین پر گہری تنقید ان کے معبودوں کی تحقیر اور ان کے عقل

مندوں کو نادان اور انہیں گمراہ اور جاہل ثابت کرنے کے لئے تھی، تاکہ جو ہلاک ہو تو دلائل کے ظاہر ہونے کے بعد ہلاک ہو اور جو زندہ رہے تو دلیل سے زندہ رہے۔

زمین کی بتوں سے تطہیر اور قبروں کو برابر کرنے کا اہتمام

دلائل کی اس جنگ اور دعوت و بیان کے اس اسلوب سے اللہ نے قریش کے چند نوجوانوں کو اور اوس و خزرج کے علاوہ عرب کے کئی قبائل کو ہدایت عطا کی، ان کی بصیرت دوبالا ہو گئی، ان پر توحید اور اس کا مقام واضح ہو گیا، شرک و بت پرستی کی حقارت کھل گئی اور دنیا و آخرت میں وہ شرک کی ہولناکیوں سے باخبر ہو گئے۔ یہ رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جہاد، صبر، شرک اور مظاہر شرک (طواغیت، اوثان، بتوں، مزاروں) کے خلاف ان کی بھرپور یلغار کے عظیم اور پاک ثمرات ہیں۔

جب مسلمانوں کی طاقت بڑھ گئی اور ایک اسلامی اسٹیٹ کا قیام عمل میں آیا تو آپ ﷺ نے بتوں کو توڑنے اور ان کی نجاست سے زمین کو پاک کرنے کا عملی قدم اٹھایا، کیوں کہ نسلِ انسانی کو سب سے بڑا خطرہ انہیں سے لاحق ہے۔ اسی لئے امام الحنفاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو خصوصی دعا کرنی پڑی:

﴿وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَن نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ﴾ (ابراھیم: ۳۵-۳۶)

(اے اللہ مجھ کو اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچانا، میرے رب ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے)

اسی لئے آپ ﷺ نے زمین کو بتوں سے پاک کرنے کی ٹھانی اور قبروں کو برابر کرنے کا حکم دیا، کیوں کہ یہ بھی انسانوں کو گمراہ کرنے میں بتوں کی ہی طرح ہیں۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا: ''دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ وَحَوْلَ الْكَعْبَةِ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَسِتُّونَ

نُصُبًا، فَجَعَلَ يَطْعُنُهَا بِعُودٍ فِي يَدِهِ ، وَيَقُولُ: جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ، جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ"[1] (نبی اکرم ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کے ارد گرد تین سو ساٹھ (٣٦٠) بت نصب تھے۔ پس آپ ﷺ نے انہیں اپنی چھڑی سے توڑنا شروع کر دیا اور یہ تلاوت کرتے جاتے: حق آگیا اور باطل بھاگ، حق آگیا اور باطل سے نہ شروع میں کچھ ہو سکا اور نہ آئندہ کچھ ہو سکتا ہے)۔

رسول اللہ ﷺ نے ذی الخلصہ کے خاتمے کے لئے مدینے سے خثعم کے جانب ایک لشکر ارسال فرمایا جنہوں نے ان سے جنگ فرمائی۔ جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ: "كَانَ بَيْتٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، يُقَالُ لَهُ: ذُو الْخَلَصَةِ، وَالْكَعْبَةُ الْيَمَانِيَةُ، وَالْكَعْبَةُ الشَّأْمِيَّةُ، فَقَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ: أَلَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ ، فَنَفَرْتُ فِي مِائَةٍ وَخَمْسِينَ فَارِسٍ مِنْ أَحْمَسَ فَكَسَرْنَاهُ، وَقَتَلْنَا مَنْ وَجَدْنَا عِنْدَهُ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ، فَدَعَا لَنَا وَلِأَحْمَسَ وفی لفظ للبخاری: وَكَانَ ذُو الْخَلَصَةِ بَيْتًا بِالْيَمَنِ لِخَثْعَمَ وَبَجِيلَةَ، فِيهِ نُصُبٌ تُعْبَدُ، يُقَالُ لَهُ: الْكَعْبَةُ"[2] (رسول اللہ ﷺ نے ذی الخلصہ کے لئے ایک لشکر تیار کیا جنہیں مدینہ سے خثعم روانہ فرمایا پس انہوں نے جہاد فرمایا۔ سیدنا جریر بن عبدالبجلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کہ زمانہ جاہلیت میں (یمن میں) ایک گھر تھا جسے ''ذوالخلصة، الكعبة اليمانية، الكعبة الشامية'' کہا جاتا تھا، اللہ کے رسول ﷺ نے مجھ سے فرمایا: "آپ مجھے ذوالخلصہ سے راحت کیوں نہیں پہنچاتے (یعنی اسے تباہ کر کے)؟" میں قبیلہ احمس کے ڈیڑھ سو سواروں کے ساتھ گیا اور ذوالخلصہ کو توڑ دیا، اس کے پاس جتنے لوگ پائے ان تمام کو قتل کر دیا، پھر آپ کو اس کی تباہی کی خبر دی، آپ ﷺ نے میرے و قبیلہ احمس کے حق میں دعا فرمائی) بخاری کے الفاظ یہ ہیں: (ذوالخلصہ یمن میں قبیلہ خثعم اور بجیلہ کا ایک گھر تھا جس میں بتوں کی عبادت کی جاتی تھی، اسے کعبہ بھی کہا جاتا تھا)

---

[1] أخرجه البخاري ٤٦-كتاب المظالم، حديث (٢٤٧٨)، و٦٤-كتاب المغازي، ٤٨-باب أين ركز النبي ﷺ رايته يوم الفتح، حديث (٤٢٨٧)، ٦٥-كتاب التفسير، تفسير سورة الإسراء، ١٢-باب { وقل جاء الحق وزهق الباطل ...}، حديث (٤٧٢٠)، ومسلم ٣٢-كتاب الجهاد، ٣٢-باب إزالة الأصنام من حول الكعبة، حديث (٨٧)، والترمذي ٤٨-كتاب التفسير، ١٨-تفسير سورة الإسراء، حديث (٣١٣٨)، والإمام أحمد في المسند (٣٧٧/١).

[2] أخرجه البخاري ٦٤-كتاب المغازي، ٦٢-باب غزوة ذي الخلصة، أحاديث (٤٣٥٧،٤٣٥٦،٤٣٥٥)، ومسلم ٤٤-كتاب فضائل الصحابة، ٢٩-باب من فضائل جرير بن عبد الله رضي الله عنهما، حديث (١٣٧،١٣٦)، وأبو داود (٢١٥/٣)، ٩-كتاب الجهاد، ١٧٧-باب بعثة البشراء، حديث (٢٧٧٢)، والإمام أحمد في المسند (٣٦٢-٣٦٠/٤).

اس نبوی تعبیر کہ " مجھے راحت پہنچاؤ" سے معلوم ہوا کہ بتوں کا وجود آپ کے لئے بستر کا کانٹا بن گیا تھا، جس سے بے قرار ہو گئے۔ جب تک ان کا نشان نہیں مٹا دیا گیا نہ آپ نے چین پایا اور نہ راحت محسوس کی۔

لیکن آج اسلام کے نام نہاد اکثر مبلغوں کی آنکھوں کے سامنے شرک کے تمام مظاہر پوری آب وتاب کے ساتھ نمایاں ہیں لیکن ان کے سر پر جوں تک نہیں رینگتی، نہ ہی سکون قلب میں کوئی ہلچل پیدا ہوتی ہے۔ اور نہ ہی اس بے حسی کا محاسبہ کا انہیں کچھ خیال آتا ہے، بلکہ اس سے بھی سخت اور کڑوی حقیقت یہ ہے کہ یہ الٹا یہ لوگ ان لوگوں کے خلاف شکوہ رکھتے ہیں کہ جو اس جہالت پر مبنی (شرک وبدعات کی) بدترین صورتحال پر نکیر کرے اور اس کا درد محسوس کرے۔

سیدنا ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "لَمَّا فَتَحَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَكَّةَ بَعَثَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلَى نَخْلَةٍ، وَكَانَتْ بِهَا الْعُزَّى، وَكَانَتْ عَلَى ثَلَاثِ سَمُرَاتٍ، فَقَطَعَ السَّمُرَاتِ، وَهَدَمَ الْبَيْتَ الَّذِي كَانَ عَلَيْهَا، ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ: ارْجِعْ، فَإِنَّكَ لَمْ تَصْنَعْ ۔ فَرَجَعَ خَالِدٌ، فَلَمَّا أَبْصَرَتْ بِهِ السَّدَنَةُ، وَهُمْ حَجَبَتُهَا، أَمْعَنُوا فِي الْجَبَلِ وَهُمْ يَقُولُونَ: يَا عُزَّى يَا عُزَّى، فَأَتَاهَا خَالِدٌ، فَإِذَا هِيَ امْرَأَةٌ عُرْيَانَةٌ، نَاشِرَةٌ شَعْرَهَا، تَحْتَفِنُ التُّرَابَ عَلَى رَأْسِهَا، فَعَمَّمَهَا بِالسَّيْفِ حَتَّى قَتَلَهَا، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ: تِلْكَ الْعُزَّى"[1] (جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا، تو سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو "نخلہ" روانہ کیا۔ وہاں "عزی" دیوی تھی، وہ تین کیل دار میخوں کے دروازوں کے پیچھے تھے۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے دروازے کاٹ دئے اور جو گھر اس عزی پر بنایا گیا تھا اسے ڈھا دیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو اس کی اطلاع دی، آپ نے فرمایا: "جاؤ تم نے کچھ بھی نہیں کیا" ۔سیدنا خالد رضی اللہ عنہ پھر پلٹے، جب وہاں کے مجاوروں نے آپ کو دیکھا تو "یا عزی یا عزی" کہتے ہوئے پہاڑوں میں چھپ گئے۔ وہاں سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے ایک ننگی عورت کو دیکھا جو اپنے بال پھیلائے ہوئے سر پر مٹی ڈال رہی تھی۔ آپ نے تلوار اس کے جسم میں چبھوئی یہاں تک کہ وہ مر گئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی

---

[1] أخرجه النسائي في التفسير في الكبرى كما في تحفة الأشـراف (٢٣٥/٢)، أخبرنا علي بن المنذر أخبرنا ابن فضيل حدثنا الوليد بن جميع عن أبي الطفيل لما فتح رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم مكّة ... الحديث، وهو إسناد حسن.وانظر تفسير ابن كثير (٤٢٩/٧-٤٣٠).

خبر دی، آپ نے فرمایا: ہاں یہی عزی تھی)۔[1]

(منات، یثرب کے اوس و خزرج اور ان کے ہم مشربوں کی دیوی تھی، آپ ﷺ نے سیدنا ابو سفیان رضی اللہ عنہ یا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اسے منہدم کرنے کے لئے روانہ فرمایا)[2]۔

(قبیلہ ثقیف کے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے گذارش کی کہ ان کے بت لات کو تین سال تک نہ توڑا جائے۔ آپ نے نہیں مانا، پھر انہوں نے ایک سال کی مہلت مانگی، آپ ﷺ نے مہلت دینے سے انکار کر دیا، پھر ایک ماہ کی درخواست کی، لیکن آپ نے اسے بھی نہیں مانا، دراصل یہ چاہتے تھے کہ اگر ان کی دیوی کو چھوڑ دیا جائے تو وہ ان کے مال و اسباب، عورتوں اور بچوں کو محفوظ رکھے گی اگر اس کو نقصان پہنچایا جائے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے سبب انہیں نقصان اٹھانا پڑے، لیکن آپ ﷺ نے ایک دن کی مہلت دئے بغیر سیدنا ابو سفیان اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کو اسے ڈھانے کے لئے روانہ کیا)[3]۔

---

[1] اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو حب اولیاء کے نام پر قبر پرستی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مزار یا قبر کو پوجنا تو شرک ہے اور مشرکین عرب انہی بے جان چیزوں کو پوجتے تھے جو کہ شرک ہے۔ لیکن ہم انبیاء و اولیاء کے ساتھ جو کرتے ہیں کہ ان سے دعاء کرنا اور ان کے نام کی نذر نیاز کرنا وہ شرک نہیں۔ حالانکہ اس حدیث میں بھی سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس مزار کو گویا شرک کی اصل سمجھتے ہوئے تباہ کر دیا مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو نے کچھ بھی نہیں کیا! کیونکہ اصل مقصود وہ مزار یا قبر نہیں ہوتی بلکہ اس میں جو بزرگ ہستی مدفون ہے وہ مقصود و مطلوب ہوتی ہے۔ اور بت بھی جس شخصیت کا ہوتا ہے اس کی روح کی جانب توجہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ یہ مظاہر شرک تو محض ایک توجہ کے مرکز کی حیثیت رکھتے ہیں جیسے کعبہ شریف اللہ تعالی کی عبادت کی خاطر توجہ کا مرکز ہے۔ لہذا انبیاء و اولیاء کی عبادت کرنے والے بھی مشرکین ہیں نہ کہ محض بے جان بتوں کو معبود سمجھنے والے۔ (طع)

[2] السيرة لابن هشام (٨٥/١-٨٦).

[3] السيرة لابن هشام (٥٤٠/٢-٥٤١)، وابن جرير (١٤٠/٣)، والبداية والنهاية (٣٢/٥) ط. مكتبة المعارف، وعيون الأثر لابن سيد النّاس (٢٢٨/٢)، وزاد المعاد (٤٩٩/٣-٥٠٠).

''عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ: أَمَرَهُ أَنْ يَجْعَلَ مَسْجِدَ الطَّائِفِ حَيْثُ كَانَ طَاغِيَتُهُمْ''[1] (سیدنا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: رسول اللہ نے طائف میں اس جگہ مسجد بنانے کا حکم دیا جہاں کہ ان کا بت ہوا کرتا تھا)

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: (انہوں نے لات کا نام اللہ کے نام سے مشتق کر کے رکھا تھا، اللہ کی تانیث (مؤنث) انہوں نے ''لاتّ'' سے بناڈالی، اللہ ان کے باطل اقوال سے بہت بلند ہے۔ قتادہ، ابن عباس، مجاہد اور ابن زید کہتے ہیں کہ: لات حاجیوں کے لئے ستو گھولا کرتا تھا جب وہ مر گیا، لوگ اس کی قبر پر مجاور بن گئے اور اس کی عبادت شروع کر دی)[2]۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ''حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبُو الأَشْهَبِ، حَدَّثَنَا أَبُو الْجَوْزَاءِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، فِي قَوْلِهِ: ﴿اللَّاتَ وَالْعُزَّى﴾ كَانَ اللَّاتُ رَجُلًا يَلُتُّ سَوِيقَ الْحَاجِّ''[3] (حدثنا مسلم بن ابراہیم حدثنا ابوالاشھب حدثنا ابوالجوزاء عن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ''اللاتّ والعزّیٰ'' کی تفسیر روایت کرتے ہیں کہ لات حاجیوں کا ستو گھولا کرتا تھا)۔

جبکہ قبر پرستی اور بت پرستی کا فتنہ ایک ہی باب سے تعلق رکھتا تھا اور ان کے درمیان آپس میں بہت گہرا رشتہ ہے۔ کیونکہ یہ اوثان، بت وانصاب (مورتیاں) صالحین وبزرگوں کی محبت میں غلو کرتے ہوئے بنائی جاتی اور پوجی جاتی ہیں۔ جیسا کہ قوم نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ود، سواع، یغوث، یعوق ونسر کے ساتھ کیا جو کہ ان کی قوم کے اولیاء وصالحین تھے۔

بالکل اسی طرح سے اگر قبروں کو پکا کر کے ان پر تعمیر کی گئی، ان کی جانب ثواب وعقیدت کی غرض سے رقت سفر باندھی جاتی اور وہاں نذرانے، نیازیں، چادریں اور قربانیاں چڑھائی جاتی یہ سب بہت سی امتوں میں جن کا حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے صالحین امت کی محبت اور غلو کے نتیجے ہی میں رونما ہوا۔

بہرحال جب یہ دونوں باتیں (قبر پرستی وبت پرستی) ایک ہی باب سے تعلق رکھتی تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] أخرجه ابن ماجة ۴-كتاب المساجد، حديث (۷۴۳)، وأبو داود ۲-الصلاة، حديث (۴۵۰)، اس کے رجال ثقات ہیں سوائے عبداللہ بن عیاض کے اور وہ بھی مقبول ہے

[2] في التفسير (۵۸/۲۷-۵۹)، والسيرة لابن هشام (ص:۸۷-۸۹)، جہاں انہوں نے عرب کے اصنام ومعبودات اور ان کی عبادات کا طویل ذکر فرمایا۔

[3] في الصحيح، ٦٥- كتاب التفسير: تفسير سورة النجم، ٢- باب {أفرأيتم اللات والعزى}.

پکی قبروں کے انہدام کے سلسلے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ اٹھار کھا، اور اس پر تعمیر کرنے، یا اونچا کرنے، چونا گچھ کرنے، اس پر یا اس کی جانب نماز پڑھنے کی برائی سے انتہائی سختی کے ساتھ روکا اور ان لوگوں پر لعنت فرمائی جو قبروں کو مساجد بنالیتے ہیں۔

ابو الہیاج الاسدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں مجھے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "أَلَا أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهُ، وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ"[1] (کیا میں تجھے اس مشن پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا اور وہ یہ تھا کہ کوئی صورت و مورت نہ چھوڑنا مگر اسے مٹاڈالنا اور کوئی اونچی قبر نہ دیکھنا مگر اسے زمین بوس کر دینا)۔

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو پکی و اونچی قبروں کو بھی مسمار کرنے کے لئے روانہ کیا جیسا کہ تماثیل و تصاویر کو مٹانے کا حکم فرمایا اور اس حقیقت کا بھی انکار ممکن نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی ٹولیاں بنا کر مختلف علاقوں میں بتوں اور قبروں کو مسمار کرنے کے لئے بھیجا کرتے تھے جیسا کہ ہم نے پہلے بھی بیان کیا۔

ثمامہ بن شفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "كُنَّا مَعَ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ بِأَرْضِ الرُّومِ بِرُودِسَ، فَتُوُفِّيَ صَاحِبٌ لَنَا، فَأَمَرَ فَضَالَةُ بْنُ عُبَيْدٍ بِقَبْرِهِ فَسُوِّيَ، ثُمَّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَأْمُرُ بِتَسْوِيَتِهَا"[2] (ہم سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کے ساتھ روم (اٹلی) کے جزیرہ روڈس میں تھے کہ ہمارے ایک ساتھی کا انتقال ہو گیا، سیدنا فضالہ نے تدفین کے بعد اس کے قبر کو برابر کرنے کا حکم دیا۔ پھر فرمایا کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبروں کو برابر کرنے کا حکم دیتے ہوئے سنا ہے)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: "نَهَى رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ، وَأَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ، وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهِ"[3] (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پختہ کرنے، اس پر بیٹھنے اور اس پر عمارت (درگاہ/مزار) بنانے سے روکا ہے)

---

[1] أخرجه مسلم ١١-كتاب الجنائز، ٣١-باب الأمر بتسوية القبر، حديث (٩٣)، وأبو داود ١٥-كتاب الجنائز، ٧٢- باب في تسوية القبر، حديث (٣٢١٨)، والترمذي ٨-كتاب الجنائز، ٥٦- باب ما جاء في تسوية القبور، حديث (١٠٤٩)، والنسائي (٤/٨٨)، وأحمد في المسند (١/٩٦،١٢٩).

[2] أخرجه مسلم ١١- كتاب الجنائز، ٣١- باب الأمر بتسوية القبر، حديث (٩٢)، وأبو داود ١٥- كتاب الجنائز، ٧٢- باب في تسوية القبور، حديث (٣٢١٩)، والنسائي (٤/٨٨-٨٩).

[3] أخرجه مسلم ١١- كتاب الجنائز، ٣٢- باب النهي عن تجصيص القبور والبناء عليها، حديث (٩٤)، وأبو داود ١٥- كتاب الجنائز، ٧٦- باب في البناء على القبر، حديث (٣٢٢٥)، والنسائي (٤/٨٨).

سیدنا ابو مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ”لَا تُصَلُّوا إِلَى الْقُبُورِ، وَلَا تَجْلِسُوا عَلَيْهَا“[1] (میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: قبروں کی طرف رخ کر کے نماز نہ پڑھو، اور نہ ہی ان پر (مجاور بن کر) بیٹھو)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَثَنًا يُعْبَدُ، اشْتَدَّ غَضَبُ اللهِ عَلَى قَوْمٍ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ“[2] (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا، جس کی عبادت کی جائے، اس قوم پر اللہ کا سخت غضب نازل ہوا جنھوں نے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا)

امت کے سب سے بڑے خیر خواہ، ناصح اور امین صلی اللہ علیہ وسلم کو بتوں اور قبروں کی جانب سے امت کو لاحق ہونے والے خطرے کا احساس زندگی کی آخری سانس تک رہا۔

سیدنا جندب بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی وفات سے پانچ (دن) پہلے یہ فرماتے ہوئے سنا: ”إِنِّي أَبْرَأُ إِلَى اللهِ، أَنْ يَكُونَ لِي مِنْكُمْ خَلِيلٌ، فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى، قَدِ اتَّخَذَنِي خَلِيلًا، كَمَا اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي خَلِيلًا، لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا، أَلَا وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ، أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ، إِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذَلِكَ“[3] (میں اللہ کی جناب میں برأت پیش کرتا ہوں

---

[1] أخرجه مسلم ١١-كتاب الجنائز، ٣٣- باب النهي عن الجلوس على القبر، حديث (٩٨، ٩٧)، وأبو داود ١٥-كتاب الجنائز، ٧٧- باب كراهية القعود على القبر، حديث (٣٢٢٩).

[2] أخرجه مالك في الموطأ ٩-كتاب قصر الصلاة في السفر، ٢٤- باب جامع الصلاة، حديث (٨٥) مرسلاً، وأحمد (٢٤٦/٢)، ثنا سفيان عن حمزة بن المغيرة عن سهيل بن أبي صالح عن أبيه عن أبي هريرة رضي الله عنه مرفوعاً.وابن سعد في الطبقات (٢٤٠/٢-٢٤١)، من طريق مالك به، و(٢٤١/٢-٢٤٢)، من طريق سفيان عن حمزة به. وأبو نعيم في الحلية (٣١٧/٧) من طريق سفيان عن حمزة به.

[3] أخرجه مسلم ٥-كتاب المساجد، ٣- باب النهي عن بناء المساجد على القبور، حديث (٢٣)، والنسائي في الكبرى (٣٢٨/٦) كما في تحفة الأشراف (٢٤٣/٢)، وأبو عوانة (٤٠١/١)، والطبراني (١٠٨/٢)، حديث (١٦٨٦)، وابن سعد في الطبقات (٢٤٠/٢) مختصراً.

کہ تم میں سے کوئی میرا خلیل[1] ہو، کیوں کہ اللہ نے مجھے اپنا خلیل بنایا ہے جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا، اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہوتے، خبردار! تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو مسجد بنا لیتے تھے یاد رکھو! قبروں کو مسجد نہ بنانا، میں تم کو اس سے روکتا ہوں)

جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رفیق اعلیٰ کی مرافقت کو پسند کر لیا اور موت کا وقت قریب آگیا اس وقت بھی سب سے اہم کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیا کہ امت کو قبروں کے فتنے سے آگاہ کیا۔ لیکن افسوس! امت کی اکثریت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قدر سخت اہتمام کے باوجود اس فتنے کے خطرے سے بے خبر پڑی ہے۔

سیدہ ام المومنین عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں: ''لَمَّا نَزَلَ بِرَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيصَةً لَهُ عَلَى وَجْهِهِ، فَإِذَا اغْتَمَّ بِهَا كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ، فَقَالَ: وَهُوَ كَذَلِكَ، لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مِثْلَ مَا صَنَعُوا''[2] (جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو اپنی چادر منہ پر ڈالتے اور جب گھٹن ہوتی تو اسے چہرۂ مبارک سے ہٹا دیتے اور اسی حالت میں فرماتے: اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر جنہوں نے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کی قبروں کو مساجد بنا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اس فعل سے اپنی امت کو ڈرا رہے تھے)۔

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں فرمایا: ''أَدْخِلُوا عَلَيَّ

---

[1] خلیل "خلة" سے ہے جو محبت کا سب سے عظیم درجہ ہے کہ جس کے بعد دل میں کسی اور کے لئے جگہ باقی نہیں رہتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلیل اللہ کے درجے پر فائز ہیں جیسا کہ ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام تھے۔ اس سے بعض نام نہاد عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو محبت رسول و اولیاء کے نام پر شرک میں مبتلا رہتے ہیں کی جہالت آشکارا ہوتی ہے کہ حبیب اللہ ہونے کو گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بلند رتبہ سمجھتے ہیں جیسا کہ ان کے اشعار و کتابت اور نعروں وغیرہ میں ہوتا ہے۔ یا حبیب اللہ اور خلیل اللہ جو کہ اس سے کئی بلند درجہ ہے اس کا ذکر تک نہیں جبکہ وہ خاص ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور حبیب اللہ تو عام مومن بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ فرمایا ﴿إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾ (البقرۃ: ۱۹۵) (اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے)۔ (القول المفید علی کتاب التوحید از شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مختصر تاثر) (ط ع)

[2] أخرجه البخاري ٢٣-كتاب الجنائز ٦١ -باب ما يكره من اتخاذ المساجد على القبور، حديث(١٣٣٠) وباب٩٦- حديث(١٣٨٩) ومسلم، ٥- كتاب المساجد باب النهي عن بناء المساجد على القبور حديث(١٩) عن عائشة، وحديث(٢٢) عن عائشة وابن عباس رضي الله عنهم، والنسائي (٣٣/٢)، والإمام أحمد المسند (٢١٨/١)، (٣٤/٦)، والدارمي(٢٦٧/١).

أَصْحَابِي ، فَدَخَلُوا عَلَيْهِ وَهُوَ مُتَقَنِّعٌ بِبُرْدَةٍ مَعَافِرِيٍّ، فَقَالَ: لَعَنَ اللهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ"[1] (رسول اللہ ﷺ نے اپنی اس بیماری میں جس میں کہ آپ کی وفات ہوئی فرمایا: "میرے صحابہ کو میرے پاس لاؤ" جب صحابہ کرام آپ کی خدمت میں تشریف لائے تو آپ ﷺ ایک یمنی چادر[2] منہ پر اوڑھے لیٹے ہوئے تھے، آپ نے چہرہ مبارک سے چادر ہٹائی اور فرمایا: "یہود اور نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو، جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا)

ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ : "كَانَ آخِرُ مَا تَكَلَّمَ بِهِ نَبِيُّ اللهِ ﷺ أَنْ أَخْرِجُوا يَهُودَ الْحِجَازِ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَاعْلَمُوا أَنَّ شِرَارَ النَّاسِ الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْقُبُورَ مَسَاجِدَ"[3] (وہ آخری بات جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائی یہ تھی کہ : حجاز کے یہود کو جزیرۂ عرب سے نکال دو، جان رکھو کہ لوگوں میں سے بدترین لوگ وہ ہیں جو قبروں کو مساجد بنالیتے ہیں)

آپ مسلم ممالک کے مشرق و مغرب میں گھوم پھر کر دیکھ لیں آپ کو عجائبات نظر آئیں گے کہ مندرجہ بالا نصوص میں جن باتوں سے مسلمانوں کو ڈرایا گیا ہے وہی پوری آب و تاب سے ان کے یہاں پائے جاتے ہیں۔

اور اگر ان پر یہ دلائل پڑھیں اور ان کے مصادر و حوالہ جات بتائیں اور بتائیں کہ کس طرح سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اس امت کے آئمہ رحمۃ اللہ علیہم نے ان سے تمسک اختیار کیا تو وہ آپ کے سامنے ان لوگوں سے بھی بودی ایسی ایسی باطل تاویلات لائیں گے کہ جنہوں نے کہا تھا کہ "بیع تو رباء (سود) کی مثل ہے" اور آپ کو گستاخ اولیاء کی تہمت کا لیبل لگادیں گے۔

جب ہم یہ مناتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی دعوت اپنے پہلو میں دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں سمیٹے ہوئے ہے اسی طرح انہوں نے امت کو ہر برائی سے ڈرایا ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ جب ہم قرآن مجید اور سیرت رسول اللہ ﷺ کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی دعوتِ توحید نے شرک، مظاہر، وسائل و اسبابِ شرک کے خلاف محاذ آرائی کا ایک وسیع

---

[1] رواه أحمد في مسنده (۲۱۴/۵)، والطبراني في الكبير (۱۲۷/۱)، حديث (۳۹۳)، والطيالسي في مسنده (ص:۸۸)، حديث (۶۳۴) وفي إسناده قيس بن الربيع الأسدي قال الحافظ: صدوق تغير لما كبر، وأدخل عليه ابنه ما ليس من حديثه، وفيه كلثوم الخزاعي قال فيه الحافظ: مقبول، لكنه مع ذلك يصلح في الشواهد.

[2] یہ "برود" چادر یمن کے ایک قبیلے معافر کی جانب منسوب ہے۔(النهاية لابن الاثير)

[3] أخرجه الإمام أحمد (۱۹۵/۱) قال: ثنا أبو أحمد الزبيري، ثنا إبراهيم بن ميمون عن سعد بن سمرة عن سمرة بن جندب عن أبي عبيدة بن الجراح، أبو أحمد الزبيري ثقة ثبت/ع، وإبراهيم بن ميمون مولى آل سمرة وثّقه ابن معين وقال أبو حاتم: محله الصدق، تعجيل المنفعة (ص۲۰)، وسعد بن سمرة وثقه النسائي وابن حبان، تعجيل (ص۱۰۱). فهذا إسناد صحيح إن شاء الله.

میدان بنالیا تھا، جس میں ان کی عمر اور دعوت کا ایک بڑا حصہ بیت گیا۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ اسی کام کو سرانجام دینے کے لئے دنیا میں تشریف لائے۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سرکش اور ظالم حکمرانوں کے خلاف ان کا موقف کیا تھا؟ ان کی سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے جو موقف اختیار فرمایا وہی عین حکمت وصواب اور عقل سلیم کا تقاضہ تھا کیونکہ انسانوں کی سیاست، اقتصادیات اور اجتماعیت سے متعلق خطرات کی شرک اور اس کے نقصانات کے برابر تو کجا اس کے قریب تک کی حیثیت نہیں[1]۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ﴾ (سورۃ النساء:۴۸)

(بے شک اللہ اس (گناہ) کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اور اس کے علاوہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے)

﴿إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ﴾ (سورۃ المائدہ:۷۲)

(جو اللہ کے ساتھ شریک کرے گا اللہ نے اس پر جنت حرام کردی ہے اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے)

﴿وَمَن يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ﴾ (سورۃ الحج:۳۱)

(جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے گویا وہ آسمان سے گرپڑا، پھر پرندوں نے اسے اچک لیا، یا تیز و تند ہوا نے اسے کسی دور مقام پر گرادیا)

اصلاحِ عقائد اور مخالفت شرک ہی عقل وحکمت کا تقاضہ ہے

[1] ہمارے یہاں بھی سیاسی دینی جماعتوں جیسے جماعت اسلامی کے نعرے، ریلیاں، مظاہرے شرک وبدعات کے خلاف نہیں بلکہ شرکیہ وبدعتیانہ عقائد رکھنے والوں کے ساتھ مل کر حکوت گراؤ، مہنگائی، بیروزگاری اور لوڈشیڈنگ وغیرہ کے خلاف ہوتے ہیں! (ط ع)

عقل حکمت اور فطرت کا بھی یہی تقاضہ ہے کہ شرک کے خطرے کا سب سے پہلے سدّ باب کیا جائے، اگر انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین کی شرک کے خلاف دعوت برابر جاری رہتی تو شاید اب تک شرک اپنے تمام شکلوں اور مظاہر کے ساتھ ختم ہو جاتا۔

اگر کسی قوم کے عقیدۂ توحید، اقتصادی اور سیاسی حالت پر بیک وقت مصائب ٹوٹ پڑیں تو عقل و حکمت کا تقاضہ کس بات کا متقاضی ہے کہ سب سے پہلے کس کا علاج کیا جائے؟ کیوں کہ تمام عقل مند اس بات پر متفق ہیں کہ خطرناک بیماری کا علاج سب سے پہلے ہو۔ اگر کسی عقل مند نے یہ دیکھا کہ اس کے جسم پر بیک وقت سانپ اور چیونٹی دونوں رینگ رہے ہوں تو اس شخص کی دانائی اس بات کا تقاضہ کرے گی کہ وہ سانپ کے زہر قاتل کا احساس کرتے ہوئے فوراً اُسے دور کرنے کی کوشش کرے، اس سلسلے میں ایک کیا، ہزاروں چیونٹیوں کی بھی پرواہ نہ کرے۔ اگر چند عقل مندوں نے دیکھا کہ ان پر پھاڑ کھانے والا شیر اور چوہوں کی ایک بڑی جماعت دونوں حملہ کرنے کے لئے مستعد تیار ہیں، تو وہ اپنی ساری توانائیاں شیر کے حملے کو پسپا کرنے پر لگا دیں گے، چوہوں کو وقتی طور پر فراموش کر دیں گے، چاہے ان کے ساتھ مینڈکوں کی بھی بھاری جمعیت ہو۔ اگر چند مسافروں نے دیکھا ان کا راستہ دو ایسے خطرناک راستوں میں بٹ گیا ہے جن میں سے کسی ایک پر چلنا ان کے لئے لازمی و ضروری ہے، ان دونوں راستوں کی کیفیت یہ ہے:

۱: ایک راستہ: جس پر دہکتے آتش فشاں ہیں، جن سے لپکتے شعلے درختوں اور پتھروں تک کو بھسم کر رہے ہیں۔

۲: دوسرا راستہ: جس میں کانٹے، سنگلاخ چٹانیں اور تپتا میدان ہے۔ ایسی حالت میں عقل مند مسافر وہی ہونگے جو پہلے راستے کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کریں گے۔

جب ہم سیاسی، معاشرتی اور اقتصادی مفاسد پر غور کرتے ہیں تو ہمیں ان تمام میں سب سے بڑا فساد حکمرانوں کا فساد معلوم ہوتا ہے۔ لیکن آیئے، ہم حکمرانوں کے فساد کا عقیدہ کے فساد سے موازنہ کر کے دیکھتے ہیں کہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کی میزانِ عدل میں برابر ہیں، یا ان میں سے کسی ایک کا فساد اپنی خطرناکی اور انجام کی ہولناکی میں دوسرے سے بڑھا ہوا ہے؟

ہر دور اور ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کی نگاہ میں سب سے بڑا خطرہ جس پر قدغن لگانا ضروری سمجھا گیا وہ شرک اور مظاہر شرک کا خطرہ ہے۔ اس فساد کے آگے دنیا کا ہر فساد ہیچ ہے، اس لئے ہم مکرّر یہی کہیں گے اسی وجہ سے تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی دعوت کا آغاز اصلاحِ عقیدہ، شرک اور مظاہر شرک کے خلاف محاذ آرائی سے کیا، مندرجہ ذیل امور کی وجہ سے

عقل وحکمت کا تقاضہ بھی یہی ہے:

ا: شرک، ضلالت اور خرافات کی برائیاں جو لوگوں کے عقیدے سے جڑی ہوئی ہیں حکمرانوں کے بگاڑ سے لاکھوں گنا بڑی ہیں ، اگر ہم نے یہ تسلیم نہیں کیا تو گویا ہم تمام انبیاء علیہم السلام کو لاشعوری طور پر معاذاللہ۔۔۔۔ نادان قرار دے رہے ہیں، جنہوں نے کہ اپنی دعوت کا آغاز اصلاح عقیدہ سے کیا۔

حکمرانوں کی برائیاں صرف انہیں تک محدود نہیں بلکہ وہ حاکم اور محکوم دونوں کو شامل کر لیتی ہیں، حکمران ہر جگہ ہر زمانے میں۔۔۔۔ سوائے مومن حکمرانوں کے۔۔۔ بتوں، پتھروں اور قبروں کے آگے جھکتے ہوئے چلے آ رہے ہیں، وہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان بتوں میں وہ زبردست غیبی طاقت موجود ہے جو ہماری ظاہری مادی سلطنت سے کہیں زیادہ طاقتور ہے، وہ اپنی غیبی قوت اور مخفی سلطنت سے انہیں فائدہ یا نقصان پہنچا سکتے ہیں یا کم از کم ان کے مقاصد کے تکمیل کے لئے اللہ سے سفارش کر سکتے ہیں۔ حکمرانوں کے بتوں کے آگے جھکے رہنے کی واضح مثال روئے زمین پر اللہ کے سب سے زیادہ سرکش اور طاغوت فرعون کی ہے، جس نے اکڑ کر کہا تھا:

﴿أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَى﴾ (النازعات: ۲۴)

(میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں)

﴿مَا عَلِمْتُ لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرِي﴾ (سورۃ القصص:۳۸)

(میں اپنے علاوہ تمہارے لئے کسی اور معبود کو نہیں جانتا)

جب اس کی قوم کے لوگوں نے اس سے کہا:

﴿وَقَالَ الْمَلَأُ مِن قَوْمِ فِرْعَوْنَ أَتَذَرُ مُوسَىٰ وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَيَذَرَكَ وَآلِهَتَكَ﴾ (سورۃ الاعراف:۱۲۷)

(جب فرعون کی قوم کے سرداروں نے اس سے کہا کیا تم نے موسیٰ اور اس کی قوم کو زمین میں فساد مچانے اور تم کو اور تمہارے معبودوں کو چھوڑ دینے کی کھلی چھوٹ دے رکھی ہے)

اس سے معلوم ہوا کہ فرعون باوجود خدائی دعوے کا اوثان وبتوں کا پرستار تھا [1]۔

اسی طرح کلدانیوں کے بادشاہ نمرود نے اپنی خدائی کا اعلان کیا، اس نے اپنے باطل معبودوں (جنہیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا) کے انتقام کے لئے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو زندہ آگ میں جلانے کا حکم صادر کیا۔ ادھر ہندوستان اور ایران کے بادشاہوں نے بتوں اور آگ کی پرستش کی، ماضی میں شاہانِ روم اور دورِ حاضر میں یورپ اور امریکہ کے متعدد حکمران صلیب اور سیدنا عیسیٰ اور مریم علیہما السلام کے مجسموں اور تصویروں کی پرستش کر رہے ہیں۔ ادھر دورِ ماضی اور حاضر کے کتنے مسلم حکمران ہیں جو قبر پرستی میں مبتلا ہو کر صالحین کی قبروں کو پختہ کر رہے ہیں اور ان کے دل ان اصحابِ قبور کی محبت، امید اور خوف سے بھرے ہوئے ہیں، اور اسی گناہِ عظیم کا ارتکاب کر رہے ہیں جس کا خدشہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت پر محسوس کیا تھا اور اس سے خبردار فرمایا تھا۔

اس گزارش سے آپ پر انبیاء کرام کے منہج کی اہمیت، بتوں اور قبروں کے خلاف ان کے حتمی مؤقف کی عظمت اچھی طرح آشکار ہو گئی ہو گی۔ اسی طرح سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی حکمت اور ان کی فکر کی گیرائی و گہرائی کا بھی اعتراف کرنا پڑے گا جب کہ انہوں نے ایک ایسی صدا بلند کی جس کی بازگشت آفاقِ عالم اور نسلِ انسانی میں قیامت تک گونجتی رہے گی۔

﴿رَبِّ اجْعَلْ هَـٰذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَن نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ - رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (سورۃ ابراھیم: ۳۵-۳۶)

(اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنادے اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے محفوظ رکھ، اے میرے رب! ان بتوں نے بہتوں کو گمراہ کر دیا، جو میری پیروی کرے گا وہ میرا ہے جو میرا نافرمان ہے پھر تو بے شک تو بخشنے والا اور مہربان ہے)

---

[1] اور اس کا ربوبیت کا دعوی بھی جھوٹا تھا جسے وہ خود بھی جانتا تھا جیسا کہ اللہ تعالی نے فرعون اور آل فرعون کے بارے میں فرمایا: ﴿قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا أَنزَلَ هَـٰؤُلَاءِ إِلَّا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ بَصَائِرَ﴾ (بنی اسرائیل: ۱۰۲) (موسی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے فرعون تو یہ جان چکا ہے کہ یہ نشانیاں آنکھیں کھولنے کو زمین وآسمان کے رب نے نازل فرمائیں ہیں) ﴿وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا﴾ (النمل: ۱۴) (انہوں نے محض ظلم وتکبر کی بنا پر اس کا انکار کیا جبکہ ان کے دل اس بات کو مان چکے تھے) (ط ع)

تو دیکھیں کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام جو کہ مکمل حق وصواب راہ پر تھے حکمرانوں کے خطرات سے جو کہ اگرچہ فساد وخطرات کے لحاظ سے بڑے جسیم ہیں سے اللہ تعالی کی پناہ طلب کرنے کے بجائے بتوں واصنام کے خطرات سے اللہ تعالی کی پناہ طلب فرمارہے ہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے ان واضح دعوتی نمونوں خصوصاً جنہیں ان صفحات میں بیان کیا گیا اور اس میں سے بھی خاص ابراہیم ومحمد علیہما السلام کی دعوت کو مدنظر رکھ کر ہم یہ سوال کریں کہ کیا وجہ ہے کہ ہم انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کو بتوں اور جو ان سے متعلقہ شرکیات (جیسے مزار پرستی وغیرہ) پر مرکوز پاتے ہیں جبکہ موجودہ دینی دعوتوں کو حکام اور بنیادی واساسی عقیدے کے مسائل کے بجائے فروعی حکم اور متعلقہ مسائل پر مرکوز دیکھتے ہیں۔ پس ان دونوں فریقوں میں سے منہجی اعتبار سے راستی پر اور مسلکی اعتبار سے ہدایت پر کون ہے؟

جواب: یہ تو بہت ہی سخت سوال ہے جس سے ہم اللہ تعالی کے حضور معافی کے خواستگار ہیں کہ ایسی بات کی جانب ہمیں جانے پر ایسے داعیان نے مجبور کردیا کہ جنہوں نے ایسے تاریک زمانے میں جنم لیا کہ جہاں اسلام اپنی اجنبیت کی انتہاء کو پہنچا ہوا ہے اور ہوا پرست لوگوں کے ساتھ ان کی اہوا و باطل خواہشات ایسی چمٹی ہوئی ہیں اور پیچھا کررہی ہیں کہ جیسے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق کتا اپنے مالک کے پیچھے پیچھے لگا رہتا ہے۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ ان دونوں فریقوں اور مناہج کا تقابلہ کرنا ہی جائز نہیں۔ جیسا کہ شعر ہے کہ

ألم تر أنَّ السيف ينقص قدره   إذا قيل إنَّ السيف أمضى من العصا

(کیا تم نہیں دیکھتے کہ تلوار کی شان کم ہو جاتی ہے   جب یہ کہا جائے کہ یہ تلوار تو لاٹھی سے بھی زیادہ تیز ہے)

بلکہ در حقیقت یہ معاملہ تو اس بھی کہیں درجے بلند ہے۔

۲: دوسرا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے انبیاء علیہم السلام کو اس لئے روانہ کیا کہ وہ لوگوں کو نیکیاں سکھائیں برائیوں اور اللہ کے عذاب سے ڈرائیں۔ فرمانِ الٰہی ہے:

① ﴿كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ﴾ (سورۃ البقرۃ: ۲۱۳)

(لوگ ایک ہی امت تھے، پھر (انہوں نے اختلاف کیا تو) اللہ نے پیغمبروں کو بھیجا، جو خوشخبری دینے والے اور ڈرانیوالے ہیں)

② ﴿ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلاَّ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ فَمَنْ آمَنَ وَأَصْلَحَ فَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ ﴾
(سورۃ المائدۃ:۴۸)

(ہم نے تمام پیغمبروں کو صرف خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا جو ایمان لایا اور نیک بنا ایسوں پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگیں ہوں گے)

③ ﴿ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ ﴾ (سورۃ الکھف:۵۶)

(ہم نے تمام پیغمبروں کو صرف خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا)

④ ﴿ رُّسُلاً مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلاَّ يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ﴾ (سورۃ النساء:۱۶۵)

(رسول بھیجے جو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے ہیں، تاکہ لوگوں کے لئے پیغمبروں کو بھیجنے کے بعد اللہ پر کوئی حجت نہ رہے)

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "وَلَا أَحَدَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْعُذْرُ مِنَ اللهِ وَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ بَعَثَ الْمُبَشِّرِينَ وَالْمُنْذِرِينَ" [1]

(کوئی اللہ سے زیادہ کسی کے لئے عذر کا موقع باقی رکھنا پسند نہیں کرتا اسی لئے اس نے خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے (پیغمبر) بھیجے)

⑤ ﴿ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ إِلاَّ الْبَلاغُ الْمُبِينُ ﴾ (سورۃ النحل:۳۵)

(کیا پیغمبروں پر کھلا پہنچانے کے علاوہ بھی کچھ ہے؟)

⑥ ﴿ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴾ (سورۃ النور:۵۴)

(اور رسول کے ذمہ تو صاف صاف پیغام پہنچادینا ہی ہے)

⑦ ﴿ وَإِن تُكَذِّبُوا فَقَدْ كَذَّبَ أُمَمٌ مِّن قَبْلِكُمْ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴾ (سورۃ العنکبوت:۱۸)

---

[1] أخرجه البخاري ٩٧- كتاب التوحيد، ٢٠- باب قول النبي ﷺ: ((لا شخص أغير من الله))، حديث (٧٤١٦)، ومسلم (١١٣٦/٢)، ١٩- كتاب اللعان، حديث (١٧)، وأحمد في المسند (٢٤٨/٤)، والدارمي (٧٣/٢).

(اگر تم جھٹلاتے ہو تو تم سے پہلے کئی امتوں نے جھٹلایا، رسول پر تو صرف کھلا پہنچانا ہی ہے)

اسلام کی تبلیغ، نیکوکاروں کو خوشخبری، اور بروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرانے کا کام نہایت ہی عظیم افضل اور سخت مصائب والا ہے، جس کی عظمت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان امور کی انجام دہی کے لئے انبیاء کرام جیسے افضل واشرف گروہ کو چنا، اس مقدس گروہ کے بعد ان کے منہج پر چلنے والے مخلص اور سچے داعی اس کام کے وارث ہوئے۔ اسی لئے اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''أَشَدِّ النَّاسِ بَلَاءً الأَنْبِيَاءُ، ثُمَّ الأَمْثَلُ فَالأَمْثَلُ''[1] (انسانوں میں سب سے زیادہ مصائب سے انبیاء دوچار ہوئے، پھر وہ لوگ جو ان جیسے ہیں، پھر وہ لوگ جو ان جیسے ہیں)

ہم نے گذشتہ صفحات میں ان مصائب کا مختصر تذکرہ کیا ہے جو توحید کے مبلغین کو پیش آئی تھیں اور یہ بھی بتایا تھا کہ دوسرے لوگ اس میدان میں قدم رکھنے کی ہمت کیوں نہیں کر پاتے؟

۳: تیسرا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو اس کا مکلف نہیں کیا کہ وہ سب سے پہلے ایک حکومت کا خاتمہ کر کے دوسری حکومت قائم کریں، اس میں بھی اللہ کی بڑی حکمت پوشیدہ ہے، اس لئے کہ قیام حکومت کی دعوت میں دنیاداروں عہدے ومنصب کے بھوکوں، غرض مندوں، اقتدار پسندوں اور لالچی لوگوں کے لئے بڑی کشش ہوتی ہے[2]۔ یہ لوگ قیامِ حکومت کی ہر اس دعوت پر سر کے بل دوڑ پڑتے ہیں جس سے ان کی امیدیں، خواہشیں اور لالچ پوری ہوتی ہوں۔ انہی اسباب کی وجہ سے۔۔۔۔ واللہ اعلم۔۔۔۔۔ خلاّق علیم و حکیم نے انبیاء علیہم السلام کی پاکیزہ، روشن اور واضح دعوت اور منہج کو لالچ اور شہوات کے پرکشش اور چمکدار نعروں سے محفوظ رکھا۔ جس کی وجہ سے انبیاء کی دعوت ایک ایسے ستھرے اور حکمت بھرے منہج پر چل پڑی جس میں ابتلاء وآزمائش کی خاردار وادیاں ہیں، جس کی وجہ سے ان کی اتباع صرف وہی مخلص اور سچے مومن ہی کر سکتے ہیں جو تمام لالچوں اور شخصی اغراض سے پاک ہو کر اپنے ایمان، توحید اور اطاعتِ رسول کا ثمرہ صرف جنت اور رب کی

---

[1] أخرجه الترمذي (٦٤/٢)، وابن ماجة (١٣٣٤/٢) حديث (٤٠٢٣).

[2] جیسا کہ بہت سی سیاسی دینی جماعتوں کا حال ہے جن میں سے تازہ ترین جماعت اخوان المسلمین کہ اس میں ''الضباط الأحرار'' (آزاد فوجی آفیسرز جو حکومت گرا کر قابض ہونا چاہتے ہیں) اور بہت سے منفعت اندیش لوگ داخل ہوتے ہیں۔ (الشیخ) یا جیسے ہمارے یہاں جماعت اسلامی کا حال ہے جس میں بہت سے جنگ آزادی لڑنے والے، حکومت وعہدہ چاہنے والے اور دنیاوی نفع کے طالب شمولیت اختیار کرتے ہیں۔ (ط ع)

رضامندی میں تلاش کرتے ہیں۔اسی لئے انبیاء علیہم السلام کے اکثر متبعین فقراء مساکین اور کمزور لوگ ہیں۔

اللہ تعالیٰ قوم نوح کے الفاظ بیان کرتے ہے جوانہوں نے سیدنا نوح علیہ السلام سے کہے تھے:

﴿ قَالُوا أَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْأَرْذَلُونَ ﴾ (سورۃ الشعراء:۱۱۱)

(کیا ہم تم پر ایمان لے آئیں جب کہ تمہاری اتّباع کرنے والے حقیر لوگ ہیں؟)

اللہ تعالیٰ قومِ صالح کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِن قَوْمِهِ لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِمَنْ آمَنَ مِنْهُمْ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ صَالِحًا مُّرْسَلٌ مِّن رَّبِّهِ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُونَ-قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا بِالَّذِي آمَنتُم بِهِ كَافِرُونَ ﴾ (سورۃ الاعراف:۷۵-۷۶)

(اس کی قوم کے متکبر سرداروں نے کمزور طبقہ کے ان لوگوں سے پوچھا جو ایمان لا چکے تھے، کیا تمہیں یقین ہے کہ صالح اپنے رب کا پیغمبر ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جس پیغام کے ساتھ وہ بھیجا گیا ہے ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں، وہ متکبر کہنے لگے: جس پر تم ایمان لائے ہو اس سے ہم کفر کرتے ہیں)

ہرقل نے ابوسفیان سے پوچھا: کیا بڑے لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں یا کمزور لوگ؟ ابوسفیان کہتے ہیں، میں نے جواب دیا "کمزور لوگ"۔ پھر ہرقل نے کہا: میں نے تم سے یہ پوچھا تھا کہ کیا بڑے لوگ اس کی اتباع کر رہے ہیں یا کمزور طبقہ کے؟ تم نے بتایا کہ کمزور طبقہ کے لوگوں نے اس کی پیروی کی ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہی لوگ پیغمبروں کے پیروکار ہوتے ہیں۔

کیا کسی جماعت کی اکثریت معیارِ حق ہے؟

قیام حکومت کی دعوت بڑی آسان ہے، اس دعوت کو ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا، کیوں کہ اکثر لوگ دنیادار اور صاحبِ اغراض و شہوات ہوتے ہیں۔اس کے برعکس دعوتِ توحید کی دشواریوں اور مصائب کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کی اتباع کرنے والے صرف تھوڑے ہی ملتے ہیں۔ سیدنا نوح علیہ السلام قرآن کے بیان کے مطابق اپنی قوم کو۔۔۔۔ ﴿ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا ﴾ (العنکبوت: ۱۴) ۔۔۔۔(ساڑھے نوسو سال) تک اللہ کی طرف بلاتے رہے، لیکن نتیجہ کیا نکلا؟

﴿وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ﴾ (سورۃ هود: ۴۰)

(ان پر ایمان لانے والے بہت ہی تھوڑے تھے)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عُرِضَتْ عَلَيَّ الأُمَمُ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ وَمَعَهُ الرُّهَيْطُ، وَالنَّبِيَّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالرَّجُلَانِ، وَالنَّبِيَّ لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ، إِذْ رُفِعَ لِي سَوَادٌ عَظِيمٌ، فَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ أُمَّتِي، فَقِيلَ لِي: هَذَا مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَوْمُهُ، وَلَكِنِ انْظُرْ إِلَى الأُفُقِ، فَنَظَرْتُ، فَإِذَا سَوَادٌ عَظِيمٌ، فَقِيلَ لِي: انْظُرْ إِلَى الأُفُقِ الآخَرِ، فَإِذَا سَوَادٌ عَظِيمٌ، فَقِيلَ لِي: هَذِهِ أُمَّتُكَ، وَمَعَهُمْ سَبْعُونَ أَلْفًا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ، وَلَا عَذَابٍ"[1] (مجھ پر امتیں پیش کی گئیں، میں نے ایک نبی کو گذرتے دیکھا جن کے ساتھ ایک چھوٹا سا گروہ ہے، ایک نبی کو دیکھا ان کے ساتھ ایک دو آدمی ہیں، ایک اور نبی کو دیکھا جن کے ساتھ کوئی نہیں تھا۔ پھر مجھے ایک بڑا گروہ دکھایا گیا میں نے سمجھا یہ میری امت ہے، مجھ سے کہا گیا: یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ہے، لیکن آپ اس کنارے دیکھیے، میں نے انسانوں کی ایک عظیم تعداد دیکھی، پھر مجھ سے کہا گیا کہ آپ ایک اور کنارے دیکھئے تو میں نے انسانوں کی ایک اور عظیم تعداد دیکھی مجھ سے کہا گیا: یہ آپ کی امت ہے، ان میں ستر ہزار ایسے ہیں جو بغیر حساب کتاب اور عذاب کے جنت میں داخل ہوں گے)

مشرکین کو دلائل سے مغلوب کرنے والے، سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کے تعلق سے ارشاد ہے:

﴿فَآمَنَ لَهُ لُوطٌ وَقَالَ إِنِّي مُهَاجِرٌ إِلَى رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ (سورۃ العنکبوت: ۲۶)

(ان پر لوط ایمان لائے اور انہوں نے فرمایا: میں اپنے رب کی طرف ہجرت کر رہا ہوں، بے شک وہ زبردست غالب اور حکمت والا ہے)

سیدنا لوط علیہ السلام کے ساتھ عذابِ الٰہی سے نجات پانے والے جن میں شاید صرف سیدنا لوط علیہ السلام کی صاحب زادیاں ہی

---

[1] أخرجه البخاري ٦٧- كتاب الطب، ١٧- باب من اكتوى أو كوى غيره، حديث (٥٧٠٥)، ومسلم ١-كتاب الإيمان، ٩٤- باب الدليل على دخول طوائف من المسلمين الجنّة بغير حساب ولا عذاب، حديث (٣٧٤)، وأحمد في المسند (٢٧١/١).

تھیں کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَأَخْرَجْنَا مَن كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ-فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ (سورۃ الذاریات: ۳۵-۳۶)

(ہم نے (عذاب کے وقت) اس میں جتنے بھی مومن تھے نکال دئے، اس (شہر) میں ہم نے ایک گھر والوں کے سوا کسی کو مسلمان نہیں پایا)

ایمان لانے والوں کی یہ قلتِ تعداد انبیاء کرام کے مرتبہ کو ذرّہ برابر بھی گھٹا نہیں سکتی، بلکہ وہ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ شریف، باوقار احترام اور اخلاق و کردار کے اعلیٰ مرتبت پر تھے، اور کامل انسانی اوصاف، مردانہ شان و شوکت، شجاعت و بہادری، فصاحت و بلاغت، طاقتِ لسانی اور انسانیت کے لئے خیر خواہی اور قربانی کی متاعِ بے بہا سے مالا مال تھے، انہوں نے اپنے فرائض کا حق بدرجہ اتم پورا کر دیا۔ اگر ان کے متبعین کم تھے اور بعض کا تو ماننے والا کوئی نہیں تھا تو سارے کا سارا قصور اس قوم کا ہے جس نے ان کی دعوت کو ٹھکرا دیا۔ کیوں کہ انبیاء علیہم السلام کی دعوت ان کی نیچ خواہشات سے میل نہیں کھاتی تھی۔

ہاں! کبھی اللہ تعالیٰ کسی پیغمبر کی امت کو ہدایت عطا کرتا ہے وہ قوم یا اس کی اکثریت، دین کو قبول کر لیتی ہے۔ اللہ پر ایمان، سچائی، اور نیک اعمال اور دین کی برکت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو اقتدار اور حکومت کے پاک پھل سے نوازتا ہے جس کے ذریعے وہ کلمہ حق بلند کرنے کے لئے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے اور شریعت و اسلامی حدود نافذ کرتے ہیں۔ جیسا کہ یہ مقام ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو عطا ہوا، اللہ نے ان کے ایمان، عملِ صالح اور ظلم و ستم پر ان کے صبر جمیل کا یہ بدلہ دیا کہ دین حق کو غالب کر کے مشرکین پر ان کی مدد کی اور انہیں زمین پر اقتدار اور غلبہ عطا فرمایا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَعَدَ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ (سورۃ النور: ۵۵)

(اللہ نے تم میں سے جو ایمان لائے اور نیک کام کئے ان سے وعدہ کر چکا ہے کہ وہ انہیں زمین پر ضرور خلیفہ بنائے گا، جیسا کہ خلیفہ بنایا ان لوگوں کو جو ان سے پہلے تھے اور ان کے اس دین کو مضبوطی سے جما دے گا جو وہ ان کے لئے پسند کر چکا ہے۔ اور ان کے (موجودہ) خوف کو امن سے بدل دے گا۔ (بشرطیکہ) وہ میری عبادت کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ

ٹھہرائیں، جس نے اس کے بعد بھی انکار کی روش اپنائی تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں)

اس کے باوجود وہ کسی بادشاہت ومملکت کے طالب نہ تھے بلکہ وہ تو توحید وہدایت کے داعی تھے نہ کہ اپنے پیروکاروں کو کسی سیاسی تحریک وانقلابات کے لئے تیار کیا کرتے تھے۔

آپ ﷺ کو حکومت کی پیشکش

اللہ کے رسول ﷺ پر مکہ کی بادشاہت پیش کی گئی، لیکن آپ نے اسے ٹھکرادیا، توحید کی دعوت اور شرک کی مخالفت برابر جاری رکھی۔

(جب قریش آپ کے معاملے میں پریشان ہوگئے تو انہوں نے عتبہ بن ربیعہ کو آپ کی خدمت میں بھیجا، جس نے آپ سے اس طرح گفتگو کی: بھتیجے! ہماری قوم میں جو تمہارا مقام ومرتبہ اور بلند پایہ نسب ہے وہ تمہیں معلوم ہے۔ اب تم اپنی قوم میں ایک بڑا معاملہ لے کر آئے ہو، جس کی وجہ سے تم نے ان کی جماعت میں پھوٹ ڈال دی، ان کی عقلوں کو حماقت سے دو چار بتلایا، ان کے معبودوں اور ان کے دین کی عیب چینی کی اور جو ان کے آباء واجداد گذر چکے ہیں انہیں کافر ٹھہرایا۔ لہٰذا میری بات سنو، میں تم پر چند باتیں پیش کرتا ہوں ان پر غور کرو شاید کہ کوئی بات قبول کرلو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوالولید! کہو میں سنوں گا۔ ابوالولید نے کہا: بھتیجے! یہ معاملہ جسے تم لے کر آئے ہو اگر اس سے مال حاصل کرنا چاہتے ہو تو ہم تمہارے لئے اتنا مال جمع کئے دیتے ہیں کہ تم ہم میں سب سے زیادہ مالدار بن جاؤ، اگر تم یہ چاہتے ہو کہ اعزاز ومرتبہ حاصل کرو تو ہم تمہیں اپنا سردار بنائے لیتے ہیں، یہاں تک کہ تمہارے بغیر کسی معاملہ کا فیصلہ نہ کریں گے، اور اگر تم یہ چاہتے ہو کہ بادشاہ بن جاؤ تو ہم تمہیں اپنا بادشاہ بنائے لیتے ہیں، اور اگر یہ جو تمہارے پاس آتا ہے کوئی جن بھوت ہے، جسے تم دیکھتے ہو لیکن اپنے آپ سے دفع نہیں کرسکتے، تو ہم تمہارے لئے اس کا علاج تلاش کئے دیتے ہیں اور اس سلسلے میں ہم اتنا مال خرچ کرنے کے لئے تیار ہیں کہ تم شفایاب ہوجاؤ، کیوں کہ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جن بھوت انسان پر غالب آجاتا ہے اور اس کا علاج کروانا پڑتا ہے۔

عتبہ یہ باتیں کہتا رہا اور رسول اللہ ﷺ سنتے رہے، جب وہ فارغ ہو چکا تو آپ نے فرمایا: ابوالولید تم فارغ ہوگئے؟۔ اس نے کہا: ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا! اب میری سنو۔ کہا: ٹھیک ہے سنوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم. حم.تَنزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ- كِتَابٌ فُصِّلَتْ آيَاتُهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ- بَشِيرًا وَنَذِيرًا فَأَعْرَضَ أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ- وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ وَفِي آذَانِنَا وَقْرٌ وَمِن بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ إِنَّنَا عَامِلُونَ﴾ (سورۃ فصلت: ۱-۵) (شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ حم، یہ رحمن اور رحیم کی طرف سے نازل کی ہوئی ایسی کتاب ہے جس کی آیات کھول کھول کر بیان کر دی گئی ہیں، عربی قرآن، ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں، جو بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہے، لیکن ان میں سے اکثر نے منہ موڑا اور وہ سنتے نہیں ہیں، کہتے ہیں کہ جس چیز کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو اس کے لئے ہمارے دلوں پر پردہ پڑا ہوا ہے، ہمارے کانوں میں بہرا پن ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان ایک پردہ حائل ہے، تم اپنا کام کرو، ہم بھی اپنا کام کریں گے) رسول اللہ ﷺ آگے پڑھتے جا رہے تھے اور عتبہ اپنے دونوں ہاتھ پیچھے زمین پر ٹیکے چپ چاپ سنتا جا رہا تھا۔ جب آپ سجدہ کی آیت پر پہنچے تو آپ نے سجدہ کیا، پھر فرمایا: ابو الولید ! تمہیں جو کچھ سننا تھا سن چکے، اب تم جانو اور تمہارا کام جانے۔ عتبہ اٹھا اور سیدھے اپنے ساتھیوں کے پاس آیا، تو لوگوں نے پوچھا: ابو الولید ! پیچھے کی کیا خبر ہے۔ اس نے کہا: پیچھے کی خبر یہ ہے کہ میں نے ایسا کلام سنا ہے کہ ویسا کلام واللہ میں نے کبھی نہیں سنا، اللہ کی قسم ! وہ شعر ہے نہ جادو اور نہ کہانت، قریش کے لوگو ! میری بات مانو اور اس معاملے کو مجھ پر چھوڑ دو، میری رائے یہ کہ اس شخص کو اس کے حال پر چھوڑ کر الگ تھلگ بیٹھے رہو، اللہ کی قسم ! میں نے جو قول سنا ہے اس سے کوئی زبردست واقعہ رونما ہو کر رہے گا، پھر اگر اس شخص کو عرب نے مار ڈالا تو تمہارا کام دوسروں کے ذریعے انجام پا جائے گا اور اگر یہ شخص عرب پر غالب آ گیا تو اس کی بادشاہت تمہاری بادشاہت اور اس کی عزت تمہاری عزت ہوگی اور اس کا وجود تمہارے لئے سب سے بڑھ کر سعادت کا باعث ہوگا"۔ لوگوں نے کہا: "ابو الولید ! اللہ کی قسم، تم پر بھی اس کی زبان کا جادو چل گیا۔ عتبہ نے کہا: اس شخص کے بارے میں میری رائے یہی ہے، اب تمہیں جو ٹھیک معلوم ہو کرو[1]۔

(ابن اسحاق سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ: "قریش کے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس

---

[1] سیرت ابن ہشام: ۱/۲۹۳-۲۹۴ اسے ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے حدثنی یزید بن ابی زیاد عن محمد بن کعب القرظی، قال: حدثت ان عتبۃ بن ربیعۃ۔۔۔ اور پورا قصہ بیان کیا سیر ابن ہشام۔۔۔ اور اس کا ایک شاہد حدیث جابر میں بھی ہے جس کی روایت عبد بن حمید اور ابو یعلی نے کی، اس کی تخریج پہلے گزر چکی ہے چنانچہ اس کے ذریعہ اس قصہ کی روایت کو مزید تقویت پہنچتی ہے۔

آئے تقریباً وہی پیش کش کی جو عتبہ آپ ﷺ کو کر چکا تھا، آپ ﷺ نے ان کو جواب دیتے ہوئے فرمایا: '' تمہاری اس پیش کش کی مجھے کوئی ضرورت نہیں، میں تم سے نہ مال مانگنے آیا ہوں، اور نہ عزت طلب کرنے اور نہ ہی مجھے تم پر اپنی بادشاہت قائم کرنے میں کوئی دلچسپی ہے۔ بلکہ اللہ نے مجھے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، مجھ پر کتاب اتاری ہے، مجھے حکم دیا کہ میں تمہیں خوشخبری دوں اور ڈراؤں۔ میں نے تمہیں اپنے رب کے احکامات پہنچا دئے ہیں، تمہاری خیر خواہی کی ہے اگر تم نے میرے دین کو قبول کر لیا تو یہ تمہاری دنیوی اور اخروی سعادت ہے، اگر تم نے ٹھکرا دیا تو میں اللہ کا حکم آجانے تک انتظار کروں گا یہاں تک کہ وہ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر دے)[1]۔

ایک روایت میں بشرط صحت ہے کہ (رسول اللہ ﷺ نے بعض قبائل کی اس طلب کو ٹھکرا دیا کہ آپ کی وفات کے بعد حکومت انہیں سونپی جائے۔ اسحاق کہتے ہیں: '' مجھے زہری نے بیان کیا، اللہ کے رسول ﷺ بنو عامر بن صعصعہ کے پاس گئے اور انہیں اللہ کی طرف بلایا اور ان پر اپنے آپ کو پیش کیا، ان میں سے ایک شخص بحیرہ فراس نے کہا: اگر اس جوان کو میں قریش سے حاصل کر لوں تو اس کے ذریعے سارے عرب کو نگل جاؤں گا۔ اس نے آپ سے کہا: اگر ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں اور آپ کو اللہ اپنے مخالفین پر غلبہ عطا کرے تو کیا آپ کے بعد حکومت ہماری ہو گی؟ آپ نے فرمایا: ''حکومت اللہ کی ہے جسے چاہے گا عطا کرے گا''۔ اس نے یہ کہتے ہوئے آپ کی دعوت ٹھکرا دی کہ ''ہم سارے عرب کے مقابلے میں اپنے سینوں کو آپ کے لئے سپر بنائیں، پھر جب اللہ آپ کو غلبہ عطا کرے گا تو کیا اقتدار ہمارا نہیں دوسروں کا ہو گا؟ پھر ہمیں اس دین کی کوئی ضرورت نہیں)[2]۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کسی حکومت کو گرانے اور اس کی جگہ کسی نئی حکومت کو قائم کرنے کے لئے نہیں آئے ہیں اور نہ ہی انہوں نے بادشاہت کی خواہش کی اور نہ اس کے حصول کے لئے پارٹیاں بنائیں، بلکہ وہ انسانیت کو گمراہی سے

---

[1] سیرت ابن ہشام: ۲۹۶/۱، ۲۹۵ ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے بعض اہل علم نے سعید بن جبیر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد و غلام عکرمہ سے ابن عباس کی روایت بیان کی کہ: قریش کا ایک وفد عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ابو سفیان کے طور پر جمع ہوا۔۔ اور یہ اپنے سے پہلے والے قصہ کو مزید تقویت دیتا ہے اور یہ سب روایات ایک دوسرے کی تقویت کا باعث ہیں۔

[2] السيرة لابن هشام (۴۲۴/۱-۴۲۵)، والسيرة النبوية للذهبي (ص:۱۸۹-۱۹۰).

بچانے، اندھیرے سے روشنی کی طرف لانے اور اللہ کی پکڑ سے ڈرانے کے لئے آئے تھے، اگر کبھی انہیں بادشاہت کی پیشکش بھی ہوئی تو انہوں نے ٹھکرا دیا۔ اپنی دعوت کے راستے پر گامزن رہے، قریش نے آپ کو بادشاہ بنانا چاہا لیکن آپ نے رد کر دیا، اللہ نے آپ کو بادشاہ، نبی یا بندہ رسول دونوں میں سے کسی ایک کو پسند کر لینے کا اختیار دیا، لیکن آپ ﷺ نے بندہ رسول بننا ہی پسند کیا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ”جَلَسَ جِبْرِيلُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَنَظَرَ إِلَى السَّمَاءِ، فَإِذَا مَلَكٌ يَنْزِلُ، فَقَالَ جِبْرِيلُ: إِنَّ هَذَا الْمَلَكَ مَا نَزَلَ مُنْذُ يَوْمِ خُلِقَ قَبْلَ السَّاعَةِ، فَلَمَّا نَزَلَ، قَالَ: يَا مُحَمَّدُ، أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ رَبُّكَ، قَالَ: أَفَمَلِكًا نَبِيًّا يَجْعَلُكَ، أَوْ عَبْدًا رَسُولًا؟ قَالَ جِبْرِيلُ: تَوَاضَعْ لِرَبِّكَ يَا مُحَمَّدُ، قَالَ: بَلْ عَبْدًا رَسُولًا“ [1] (سیدنا جبریل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، پھر آپ نے آسمان کی طرف دیکھا تو ایک فرشتہ اتر رہا تھا۔ جبریل نے کہا: اے محمد ﷺ! یہ فرشتہ جب سے پیدا ہوا ہے آج تک زمین پر نہیں اترا اور نہ ہی قیامت تک اترے گا۔ جب وہ آیا تو کہنے لگا: اے محمد ﷺ! آپ کے رب نے مجھے یہ پیغام دیا ہے کہ وہ آپ کو بادشاہ نبی بنائے یا بندہ رسول بنائے؟ جبریل نے کہا: اے محمد ﷺ! آپ اپنے رب کے لئے تواضع اختیار کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تو بندہ رسول ہی رہوں گا)

رسول اللہ ﷺ نے انصار سے صرف جنت کے وعدہ پر بیعت لی، حالانکہ انصار نے بڑے ہی سخت اور نازک حالات میں بیعت کی تھی، آپ نے ان سے عہدوں، بادشاہت، مال، حکومت یا اس جیسی دنیوی مرغوبات کا وعدہ نہیں کیا۔

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: ”إِنِّي لَمِنَ النُّقَبَاءِ الَّذِينَ بَايَعُوا رَسُولَ اللهِ ﷺ وَقَالَ: بَايَعْنَاهُ عَلَى أَنْ لَا نُشْرِكَ بِاللهِ شَيْئًا، وَلَا نَزْنِيَ وَلَا نَسْرِقَ وَلَا نَقْتُلَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَلَا نَنْتَهِبَ وَلَا نَعْصِيَ، فَالْجَنَّةُ“ (میں ان نقیبوں میں سے ایک تھا جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے دستِ حق پر بیعت کی تھی، ہم نے جن باتوں پر بیعت کی تھی وہ یہ تھے: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے، چوری، زناکاری نہیں کریں گے، نہ کسی کو ناحق قتل

---

[1] مسند احمد: ۲/۲۳۱ اور ابن حبان نے جیسا کہ الموارد (ص: ۵۲۵) رقم ۲۱۳۷ میں ہے، اور یہ دونوں محمد بن فضیل عن عمارۃ بن القعقاع عن ابی زرعۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ کے طریق سے ہے۔ شیخ البانی الصحیحۃ (۳/۶) میں فرماتے ہیں: یہ اسناد مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ اور اس کا ایک شاہد حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں بھی ہے جسے بغوی نے شرح السنۃ ۱۳/۲۴۸-۲۴۹ میں نقل کیا جس کی سند ضعیف ہے۔

کریں گے، نہ ڈاکہ ڈالیں گے نہ ہی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کریں گے، اس کے عوض ہمیں جنت ملے گی)

سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: "انْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ الْعَبَّاسُ عَمُّهُ إِلَى السَّبْعِينَ مِنَ الْأَنْصَارِ عِنْدَ الْعَقَبَةِ تَحْتَ الشَّجَرَةِ، فَقَالَ: لِيَتَكَلَّمْ مُتَكَلِّمُكُمْ، وَلَا يُطِيلُ الْخُطْبَةَ، فَإِنَّ عَلَيْكُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ عَيْنًا، وَإِنْ يَعْلَمُوا بِكُمْ يَفْضَحُوكُمْ، فَقَالَ قَائِلُهُمْ وَهُوَ أَبُو أُمَامَةَ: سَلْ يَا مُحَمَّدُ لِرَبِّكَ مَا شِئْتَ، ثُمَّ سَلْ لِنَفْسِكَ وَلِأَصْحَابِكَ مَا شِئْتَ، ثُمَّ أَخْبِرْنَا مَا لَنَا مِنَ الثَّوَابِ عَلَى اللهِ وَعَلَيْكُمْ إِذَا فَعَلْنَا ذَلِكَ؟ قَالَ: فَقَالَ: أَسْأَلُكُمْ لِرَبِّي أَنْ تَعْبُدُوهُ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَأَسْأَلُكُمْ لِنَفْسِي وَلِأَصْحَابِي أَنْ تُؤْوُونَا، وَتَنْصُرُونَا، وَتَمْنَعُونَا مِمَّا مَنَعْتُمْ مِنْهُ أَنْفُسَكُمْ، قَالُوا: فَمَا لَنَا إِذَا فَعَلْنَا ذَلِكَ؟ قَالَ: لَكُمُ الْجَنَّةُ، قَالُوا: فَلَكَ ذَلِكَ"[1] (سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیعت عقبہ کے وقت درخت کے نیچے تشریف لائے، آپ نے فرمایا: تمہاری جانب سے ایک آدمی بات کرے اور بات کو طول نہ دے، کیوں کہ مشرکین نے تم پر جاسوس چھوڑ رکھے ہیں، اگر وہ جان لیں گے تو تم کو تنگ کریں گے، انصار کی جانب سے ابو امامہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ اپنے رب کے لئے، اپنی ذات کے لئے اور اپنے ساتھیوں کے لئے جو کچھ مانگنا ہو مانگیں، پھر ہمیں بتائیں کہ اس کا ثواب اللہ کی جانب سے ہمیں کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا: "میں اپنے رب کے لئے تم سے یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے، میں اپنی ذات اور اپنے اصحاب کے لئے تم سے یہ مانگتا ہوں کہ تم ہم کو پناہ دو گے، مدد کرو گے اور ہماری ہر اس چیز سے حفاظت کرو گے جس سے تم اپنے آپ کی حفاظت کرتے ہو"۔ انصار نے کہا: "اگر ہم نے یہ کیا تو ہمارے لئے کیا ثواب ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تمہارے لئے جنت ہے"۔ انصار نے کہا: "جب تو ہم تیار ہیں")

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا: "مَكَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِينَ يَتْبَعُ النَّاسَ فِي مَنَازِلِهِمْ بِعُكَاظٍ وَمَجَنَّةَ، وَفِي الْمَوَاسِمِ بِمِنًى، يَقُولُ: مَنْ يُؤْوِينِي؟ مَنْ يَنْصُرُنِي؟ حَتَّى أُبَلِّغَ رِسَالَةَ رَبِّي، وَلَهُ الْجَنَّةُ حَتَّى إِنَّ الرَّجُلَ لَيَخْرُجُ مِنَ

[1] مسند احمد:۱۱۹،۱۲۰/۴ فرماتے ہیں: ثنا يحيى بن ابى زكريا ابى زائدة حدثني ابى عن عامر يعنى الشعبي پھر اس سند سے ان سے روایت کی عن مجالد عن عامر الشعبي عن ابى مسعود الانصاري پھر اس سند سے عن اسماعيل بن ابى خالد عن الشعبي فرماتے ہیں: میں نے کسی بوڑھیا یا جوان کو ایسا خطبہ دیتے ہوئے نہیں سنا۔

الْيَمَنِ أَوْ مِنْ مُضَرَ كَذَا قَالَ: فَيَأْتِيهِ قَوْمُهُ، فَيَقُولُونَ: احْذَرْ غُلَامَ قُرَيْشٍ، لَا يَفْتِنُكَ، وَيَمْشِي بَيْنَ رِجَالِهِمْ، وَهُمْ يُشِيرُونَ إِلَيْهِ بِالْأَصَابِعِ، حَتَّى بَعَثَنَا اللهُ إِلَيْهِ مِنْ يَثْرِبَ، فَآوَيْنَاهُ وَصَدَّقْنَاهُ، فَيَخْرُجُ الرَّجُلُ مِنَّا، فَيُؤْمِنُ بِهِ، وَيُقْرِئُهُ الْقُرْآنَ، فَيَنْقَلِبُ إِلَى أَهْلِهِ، فَيُسْلِمُونَ بِإِسْلَامِهِ، حَتَّى لَمْ يَبْقَ دَارٌ مِنْ دُورِ الْأَنْصَارِ إِلَّا وَفِيهَا رَهْطٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يُظْهِرُونَ الْإِسْلَامَ، ثُمَّ ائْتَمَرُوا جَمِيعًا، فَقُلْنَا: حَتَّى مَتَى نَتْرُكُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُطْرَدُ فِي جِبَالِ مَكَّةَ وَيَخَافُ؟ فَرَحَلَ إِلَيْهِ مِنَّا سَبْعُونَ رَجُلًا، حَتَّى قَدِمُوا عَلَيْهِ فِي الْمَوْسِمِ، فَوَاعَدْنَاهُ شِعْبَ الْعَقَبَةِ، فَاجْتَمَعْنَا عَلَيْهِ مِنْ رَجُلٍ وَرَجُلَيْنِ، حَتَّى تَوَافَيْنَا، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، نُبَايِعُكَ؟ قَالَ: تُبَايِعُونِي عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي النَّشَاطِ وَالْكَسَلِ، وَالنَّفَقَةِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ، وَعَلَى الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ، وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَأَنْ تَقُولُوا فِي اللهِ، لَا تَخَافُونَ فِي اللهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ، وَعَلَى أَنْ تَنْصُرُونِي، فَتَمْنَعُونِي إِذَا قَدِمْتُ عَلَيْكُمْ مِمَّا تَمْنَعُونَ مِنْهُ أَنْفُسَكُمْ وَأَزْوَاجَكُمْ وَأَبْنَاءَكُمْ، وَلَكُمُ الْجَنَّةُ، قَالَ: فَقُمْنَا إِلَيْهِ فَبَايَعْنَاهُ، وَأَخَذَ بِيَدِهِ أَسْعَدُ بْنُ زُرَارَةَ، وَهُوَ مِنْ أَصْغَرِهِمْ، فَقَالَ: رُوَيْدًا يَا أَهْلَ يَثْرِبَ، فَإِنَّا لَمْ نَضْرِبْ أَكْبَادَ الْإِبِلِ إِلَّا وَنَحْنُ نَعْلَمُ، أَنَّهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَإِنَّ إِخْرَاجَهُ الْيَوْمَ مُفَارَقَةُ الْعَرَبِ كَافَّةً، وَقَتْلُ خِيَارِكُمْ، وَأَنَّ تَعَضَّكُمُ السُّيُوفُ، فَإِمَّا أَنْتُمْ قَوْمٌ تَصْبِرُونَ عَلَى ذَلِكَ، وَأَجْرُكُمْ عَلَى اللهِ، وَإِمَّا أَنْتُمْ قَوْمٌ تَخَافُونَ مِنْ أَنْفُسِكُمْ جَبِينَةً، فَبَيِّنُوا ذَلِكَ، فَهُوَ عُذْرٌ لَكُمْ عِنْدَ اللهِ، قَالُوا: أَمِطْ عَنَّا يَا أَسْعَدُ، فَوَاللهِ لَا نَدَعُ هَذِهِ الْبَيْعَةَ أَبَدًا، وَلَا نَسْلُبُهَا أَبَدًا، قَالَ: فَقُمْنَا إِلَيْهِ فَبَايَعْنَاهُ، فَأَخَذَ عَلَيْنَا وَشَرَطَ، وَيُعْطِينَا عَلَى ذَلِكَ الْجَنَّةَ" [1]

(رسول اللہ ﷺ مکہ میں نبوت کے دس سال رہے ،آپ عکاظ اور مجنہ کے میلوں میں ایامِ حج میں منی کے میدان میں لوگوں کے خیموں میں جاتے اور فرماتے ،کون ہے جو مجھے ٹھکانہ دے اور میری مدد کرے ؟تاکہ میں اپنے رب کے پیغام کو عام کر سکوں اس کے لئے جنت ہے'' یہاں تک کہ یمن کا مضری آدمی آتا تو آپ کی قوم کے لوگ اس کے پاس آکر کہتے :''ذرا اس قریش زادے سے بچنا، کہیں وہ تمہیں بھی فتنہ میں نہ ڈالے''۔آپ بازار میں نکلتے تو لوگ اپنی انگلیاں آپ پر اٹھاتے ، یہاں

---

[1] أخرجه الإمام أحمد (٣٢٢/٣): ثنا عبد الرزاق أنا معمر عن ابن خثيم عن أبي الزبير عن جابر، (٣٣٩/٣): ثنا إسحاق بن عيسى ثنا يحيى بن سليم عن عبد الله بن عثمان = ابن خثيم عن أبي الزبير أنّه حدثه عن جابر أن رسول الله ﷺ ...، وذكر الحديث. وأخرجه ابن حبان في صحيحه كما في موارد الظمآن (ص:٤٠٨)، والحاكم (٦٢٤/٢) وصححه ووافقه الذهبي وقد تابع أبا الزبير الإمام الشعبي -رحمه الله- قال البزار -رحمه الله-: ((حدثنا محمد بن معمر ثنا قبيصة ثنا سفيان عن جابر وداود -هو ابن أبي هند- عن الشعبي عن جابر قال: قال رسول الله ﷺ للنقباء من الأنصار: تؤوني وقالوا: نعم، فما لنا؟ قال: الجنة.قال البزار: لا نعلمه يروى عن الشعبي إلاّ بهذا الإسناد)). انظر كشف الأستار (٣٠٧/٢). وقد ذكر الحافظ ابن حجر هذه الأحاديث وحكى تصحيح بعضها وحسن بعضها وقوى بعضها. انظر فتح الباري (٢٢٢/٧-٢٢٣).

تک کہ اللہ نے یثرب سے ہمیں آپ کی خدمت میں بھیجا، ہم نے آپ کو پناہ دی اور آپ کو سچا جانا، ہمارا کوئی آدمی آپ کے پاس مکہ جاتا اور آپ پر ایمان لاتا، آپ اسے قرآن سکھاتے، وہ اپنے گھر واپس لوٹتا اور اس کے گھر والے اس کی وجہ سے مسلمان بن جاتے، یہاں تک کہ انصار کے گھروں میں کوئی بھی ایسا گھر نہیں بچا جس میں اسلام پر علانیہ عمل نہ ہوتا ہو۔ پھر ہم نے آپس میں طے کیا کہ ہم کب تک رسول اللہ ﷺ کو مکہ کے پہاڑوں میں چکر کاٹتے، ٹھوکریں کھاتے اور خوف زدہ کئے جاتے ہوئے چھوڑے رکھیں گے؟ (اس لئے آپ کو یثرب آنے کی دعوت دیں گے) ہم ستر آدمی موسمِ حج میں آپ کے پاس گئے، ہم عقبہ (گھاٹی) میں وعدہ کے مطابق ایک ایک دو دو کی ٹولیوں میں جمع ہوتے گئے یہاں تک کہ ہم سب جمع ہو گئے، ہم نے آپ سے کہا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم آپ سے بیعت کریں گے''۔ آپ نے فرمایا: ''تم مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ چستی اور سستی ہر حال میں سنو گے، اور مانو گے، تنگی اور خوشحالی ہر حال میں خرچ کرو گے، بھلائی کا حکم دو گے، اللہ کے بارے میں اٹھ کھڑے رہو گے، اور اس کے بارے میں کسی ملامت گر کی پرواہ نہ کرو گے اور جب میں تمہارے پاس آجاؤں تو میری مدد کرو گے، اور جس چیز سے اپنی جان اور اپنے بال بچوں کی حفاظت کرتے ہو اس سے میری حفاظت کرو گے اور تمہارے لئے جنت ہے۔ ہم آپ ﷺ سے بیعت کے لئے لپکے، مگر عین اسی وقت سیدنا اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ جو سب میں کم عمر تھے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا: اے اہل یثرب! ذرا ٹھہر جاؤ! ہم آپ کی خدمت میں اونٹنیوں کا کلیجہ مار کر (یعنی لمبا سفر طے کر کے) اس یقین کے ساتھ حاضر ہوئے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، آج آپ کو یہاں سے لے جانے کا کیا معنی ہے؟ سارے عرب سے دشمنی، اپنے چیدہ سرداروں کا قتل اور تلواروں کی مار، اب اگر آپ لوگ یہ سب کچھ برداشت کر سکتے ہیں تو انہیں لے لیں اور آپ کا اجر اللہ پر ہے اور اگر آپ لوگ اپنے متعلق کوئی اندیشہ رکھتے ہیں تو انہیں ابھی سے چھوڑ دیں، یہ اللہ کے نزدیک زیادہ قابل عذر ہوگا''۔ لوگوں نے کہا: ''اسعد! اپنا ہاتھ ہٹاؤ، واللہ ہم اس بیعت کو نہ چھوڑ سکتے ہیں اور نہ توڑ سکتے ہیں، اس کے بعد ایک ایک آدمی نے اٹھ کر بیعت کی، پس آپ ﷺ نے ہم سے بیعت لی اس شرط پر کہ ہمیں اس کے بدلے میں جنت ملے گی)

عہدوں کی ہوس اور اسلامی احکام

اس کے علاوہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کی تربیت، قرآن وسنت، ایمان داری، سچائی اور اخلاص پر کی۔ آپ نے

سیاسی اسلوب نہیں اپنایا، لوگوں کو بلند عہدوں کا لالچ نہیں دیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ صحابہ کرام نے اسلام سے پہلے بھی اور مسلمان ہونے کے بعد بھی کسی عہدے کی تمنا نہیں کی، صحابہ کرام میں سیدنا عمرو بن خطاب رضی اللہ عنہ نمایاں مقام کے حامل ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی عہدے کا لالچ نہیں دیا اور نہ ہی منصب پانے کی خواہش ان کے دل میں کبھی ابھری، ہاں زندگی میں ایک مرتبہ بعثتِ نبوی کے بیسویں سال جنگِ خیبر کے دن یہ خواہش ان کے دل میں ابھری، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اعلان کیا: ''لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ يُفْتَحُ عَلَى يَدَيْهِ فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوكُونَ لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُمْ يُعْطَاهَا، قَالَ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ: مَا أَحْبَبْتُ الْإِمَارَةَ إِلَّا يَوْمَئِذٍ''[1] (میں کل جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اللہ اس کے ہاتھوں فتح دلائے گا، صحابہ کرام نے ساری رات سوچتے ہوئے گزار دی کہ وہ خوش نصیب کون ہوگا جس کو جھنڈا دیا جائے گا؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: میرے دل میں امارت کی خواہش صرف اسی دن پیدا ہوئی)۔

ان صحابہ کرام کے دل میں یہ خواہش کیا کسی دنیوی امارت کو حاصل کرنے کے لئے ابھری، یا اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے عظیم مقام کو حاصل کرنے کے لئے؟ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کے لئے امارت اچھا سمجھتے، انہیں اس کی ترغیب دلاتے تو پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کیوں دنیوی امارت کی خواہش نہیں کی؟ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ صحابہ کرام کو عہدوں سے نفرت دلاتے اور اس کی حرص رکھنے سے ڈرایا کرتے تھے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''إِنَّكُمْ سَتَحْرِصُونَ عَلَى الْإِمَارَةِ وَسَتَكُونُ نَدَامَةً يَوْمَ

---

[1] أخرجه مسلم، ۴۴-كتاب الفضائل، ۴- باب فضائل علي رضی اللہ عنہ، حديث (۳۳)، = عن أبي هريرة. وحديث (۳۴)، عن سهل بن سعد وفيه:((فباتوا يدوكون ليلتهم أيهم يعطاها)). وفيه: ((رجل يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله))(**اس روایت میں الفاظ ہیں کہ وہ شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سے محبت کرتے ہیں**) .وحديث (۳۲) عن سعد بن أبي وقاص وفيه: ((لأعطين الراية رجلاً يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله)) **فرمایا کہ ہم اس کے لئے سوچ وبچار کرتے رہے جس کا سبب وہی ہے جو ذکر ہوا کہ اس اللہ تعالی کے یہاں اعلی منزلت ودرجہ کو پاسکیں نہ کہ نفس امارت کے لئے**۔وأخرجه البخاري، ۵۶- كتاب الجهاد، ۱۴۳-باب فضل من أسلم على يديه رجل، حديث (۳۰۰۹)، و۶۲- كتاب فضائل الصحابة، ۹- باب مناقب علي رضی اللہ عنہ، حديث (۳۷۰۱).والترمذي، ۵۰- كتاب المناقب، باب (۲۱)، حديث (۳۷۲۴) و (۶۳۸/۵)، وابن ماجة في المقدمة۱۱، حديث (۱۱۷)، إسناده ضعيف فيه محمد بن أبي ليلى وهو ضعيف.

الْقِيَامَةِ، فَنِعْمَ الْمُرْضِعَةُ وَبِئْسَتِ الْفَاطِمَةُ"[1] (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں عنقریب امارت کی حرص پیدا ہو گی جو قیامت کے دن ندامت کا باعث بنے گی، دودھ پلانے والی کیا ہی اچھی اور دودھ چھڑانے والی کیا ہی خراب ہے)

نیز آپ ﷺ نے عہدے کی طلب اور اس کی حرص سے منع کرتے ہوئے سیدنا عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ! لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ، فَإِنَّكَ إِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا وَإِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا"[2] (اے عبدالرحمن! کبھی امارت طلب نہ کرو، کیوں کہ اگر تم کو تمہاری مانگ پر دی جائے تو تم اسی کے حوالے کر دئے جاؤ گے، اگر بغیر طلب کے تمہیں عطا ہو تو اللہ کی مدد تمہارے شاملِ حال ہو گی)

بلکہ یہ اسلامی قانون ہی بنا دیا گیا کہ جو عہدے کی خواہش رکھتا ہے اسے عہدہ نہ دیا جائے۔

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ أَنَا وَرَجُلَانِ مِنْ بَنِي عَمِّي، فَقَالَ أَحَدُ الرَّجُلَيْنِ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَمِّرْنَا عَلَى بَعْضِ مَا وَلَّاكَ اللهُ وَقَالَ الْآخَرُ مِثْلَ ذَلِكَ: فَقَالَ: إِنَّا وَاللهِ لَا نُوَلِّي عَلَى هَذَا الْعَمَلِ أَحَدًا سَأَلَهُ وَلَا أَحَدًا حَرَصَ عَلَيْهِ وفی لفظ عند مسلم: مَا تَقُولُ يَا أَبَا مُوسَى أَوْ يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ قَيْسٍ؟، قَالَ: فَقُلْتُ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَطْلَعَانِي عَلَى مَا فِي أَنْفُسِهِمَا وَمَا شَعَرْتُ أَنَّهُمَا يَطْلُبَانِ الْعَمَلَ، قَالَ وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى سِوَاكِهِ تَحْتَ شَفَتِهِ وَقَدْ قَلَصَتْ، فَقَالَ: لَنْ أَوْ لَا نَسْتَعْمِلُ عَلَى عَمَلِنَا مَنْ أَرَادَهُ وَلَكِنِ اذْهَبْ أَنْتَ يَا أَبَا مُوسَى أَوْ يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ قَيْسٍ، فَبَعَثَهُ عَلَى الْيَمَنِ ثُمَّ أَتْبَعَهُ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ۔ وفی النسائی: إِنَّا لَا نَسْتَعِينُ فِي عَمَلِنَا بِمَنْ سَأَلَنَا"[3] (میں اور میرے دو چچیرے بھائی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان میں سے ایک نے کہا: "اے اللہ کے رسول! اللہ نے آپ کو جس چیز کا والی بنایا ہے اس میں

---

[1] أخرجه البخاري،٩٣-كتاب الأحكام، ٧- باب ما يكره من الحرص على الإمارة، حديث (٧١٤٨)، والإمام أحمد في مسنده (٤٤٨/٢)، والنسائي في كتاب آداب القاضي (١٩٩/٨).قال ابن حجر في فتح الباري (١٢٦/١٣): نعم المرضعة لما فيها من حصول الجاه والمال ونفاذ الكلمة، وتحصيل اللذات الحسية والوهمية حال حصولها، وبئست الفاطمة عند الانفصال عنها بموت أو غيره وما يترتب عليها من التبعات في الآخرة.

[2] أخرجه البخاري ٩٣- كتاب الأحكام، ٧- باب من سأل الإمارة وكل إليها، حديث (٧١٤٧)، ومسلم ٣٣- كتاب الإمارة، ٣- باب النهي عن طلب الإمارة والحرص عليها، حديث (١٣)، والنسائي (١٩٨/٨).

[3] أخرجه البخاري ٩٣- كتاب الأحكام، ٦- باب ما يكره من الحرص على الإمارة، حديث (٧١٤٩)، ومسلم ٣٣- كتاب الإمارة، ٣- باب النهي عن طلب الإمارة، حديث (١٤،١٥) (١٤٥٦/٣)، والنسائي (١٩٨/٨).

سے کچھ پر آپ ہمیں امیر بنادیں''۔ دوسرے نے بھی یہی کہا، آپ نے فرمایا: ''ہم اس کام پر ایسے شخص کو متعین نہیں کرتے جو اسے مانگتا یا اس کی حرص رکھتا ہو) (اے ابو موسیٰ یا اے عبداللہ بن قیس! اس معاملے میں تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو دین حق کے ساتھ مبعوث کیا، میں نہیں جانتا تھا کہ ان کے دل کے اندر کیا ہے؟ اور نہ ہی مجھے یہ احساس تھا کہ یہ آپ سے (حکومتی) کام مانگیں گے۔ کہتے ہیں کہ میں آپ کے سکڑے ہوئے ہونٹ کے نیچے مسواک کی طرف دیکھ رہا تھا، آپ نے فرمایا: ہم اس معاملے میں اس شخص کو کبھی عامل نہیں بنائیں گے یا بناتے ہیں جو اس کا خواہش مند ہو ، لیکن اے ابو موسیٰ! تم جاؤ، آپ نے انہیں یمن کا عامل بنا کر بھیجا، پھر ان کے پیچھے معاذ بن جبل کو روانہ کیا)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (مہلب کہتے ہیں: اقتدار کی حرص خانہ جنگی کی اصل وجہ ہے، جس کے سبب خون بہتا ہے اور عصمتیں حلال کر لی جاتی ہیں، اور اسی کی وجہ سے زمین میں عظیم فساد برپا ہوتا ہے، اور یہ باعثِ ندامت اس لئے ہے کہ صاحبِ اقتدار کے لئے قتل یا موت یا معزول کر دئے جانے کے بعد کی زندگی میں داخلہ باعثِ ندامت ہے۔ کیوں کہ اس کے بعد اس کے کئے ہوئے جرائم کا تاوان وصول کیا جائے گا، اقتدار کے مزے عہدے سے علیحدگی کے فوراً بعد ختم ہو جاتے ہیں، ہاں اس سے اس حالت کو مستثنیٰ قرار دیا جائے گا اگر کسی کو حکمران کی موت کا خدشہ لاحق ہو اور اس کے علاوہ کوئی شخص ایسا نہ ہو جو اس شخص کی طرح لائق اور ذمہ داری کے بوجھ کو اٹھانے والا ہو)[1]۔

بہر حال حکومت اور عدالت یہ ایسے ضروری امور ہیں جن کے بغیر مسلمانوں کی زندگی قائم نہیں رہ سکتی، انہیں کے ذریعے مال اور جان کی حفاظت ہوتی ہے۔ لیکن امراء اور قضاۃ کے تقرر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کی پیروی ضروری ہے، یہ مناصب ان لوگوں کو نہ دئے جائیں جو طلب کرتے ہوں، اس کی خواہش رکھتے ہوں اور الیکشن کے ذریعہ اپنے آپ کو بطور امیدوار کھڑا کرتے ہوں، یہ تمام صورتیں عہدے کی رغبت کے زمرے میں آتی ہیں، بلکہ ان لوگوں کو چنا جائے جو علم، زہد، اور تقویٰ کے اعتبار سے ممتاز ہوں۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم انبیاء کرام کے تربیتی اصول سے استفادہ کریں ہمارے لئے یہ زیب نہیں دیتا کہ نوجوانوں کو قیادت، صدارت اور امارت کی طلب پر ابھاریں، اگر ہم نے یہ کیا تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کی مخالفت کی اور نوجوانوں کو ہلاکت میں ڈال دیا، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہج کی مخالفت کر

---

1 (فتح الباری: ۱۳/۱۲۶)

کے ہم دنیا وآخرت کی کونسی کامیابی کی امید کررہے ہیں؟

﴿وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّى فَرِيقٌ مِّنْهُم مِّن بَعْدِ ذَلِكَ وَمَا أُولَئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ- وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم مُّعْرِضُونَ﴾ (سورۃ النور:۴۷-۴۸)

(کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور رسول پر ایمان رکھتے ہیں، اور اطاعت کرتے ہیں، پھر ان میں سے ایک گروہ اس کے بعد پیٹھ پھیر جاتا ہے اور ایسے لوگ مومن نہیں اور جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں ،ان میں سے ایک گروہ منہ موڑ جاتا ہے)

ان تمام باتوں سے معلوم ہوا کہ توحید کی دعوت، شرک اور مظاہر واسباب شرک کے خلاف محاذ آرائی میں پیغمبروں کا منہج عقل، حکمت اور فطرت پر قائم ہے، اس پر ہم نے گذشتہ صفحات میں کتاب وسنت اور عقلی دلائل سے مفصّل بحث کی ہے۔

انبیاء کے منہج سے ہٹنے کا عدم جواز اور اس کے اسباب

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دعوت الی اللہ میں حالات اور زمانے کی رعایت کرتے ہوئے انبیاء کے منہج سے ہٹنا جائز ہے یا نہیں؟ گزشتہ اور آئندہ دلائل کی روشنی میں جواب یہی ہے کہ اس منہج کو چھوڑ کر کسی بھی منہج پر عمل کرنا شرعی وعقلی طور پر ناجائز ہے، کیوں کہ:

۱: یہی وہ سب سے بہتر راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اول سے لے کر آخر تک کے انبیاء کرام کے لئے مقرر کر دیا، گویا اس منہج کو مقرر کرنے والا وہ ہے جو تمام انسانوں کا خالق، انسانی فطرت کو بخوبی جاننے والا اور ان کی روح اور دل کو درست کرنے والا ہے۔

﴿أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾ (سورۃ الملک:۱۴)

(کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا؟ اور باریک بین باخبر ہے)

۲: تمام انبیاء علیہم السلام نے اسی منہج کا التزام کیا اور اسی طریقہ پر کاربند رہے، جس سے یہ واضح ہوا کہ یہ اجتہاد کا میدان نہیں ہے۔ ہم

نہیں جانتے کہ کسی پیغمبر نے اپنی دعوت کا آغاز تصّوف سے کیا ہو، کسی نے فلسفہ اور کلام کی طرف بلایا ہو، کسی نے سیاست کی دعوت دی ہو، بلکہ تمام کے تمام پیغمبروں نے ایک ہی منہج کی اتباع کی اور شروع ہی سے توحید کی راہ پر گامزن رہے۔

۳: اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسول ﷺ پر ۔۔۔۔ جن کی اتباع ہم پر فرض ہے ۔۔۔ گذشتہ انبیاء علیہم السلام کی اقتداء اور ان کے مسلک کی اتباع کو واجب قرار دیا، اٹھارہ پیغمبروں کے تذکرے کے بعد فرماتا ہے:

﴿ أُولَـٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ﴾ (سورۃ الانعام: ۹۰)

(یہی وہ لوگ تھے جنہیں اللہ نے ہدایت عطا کی تھی اور آپ بھی انہیں کے طریقے پر چلئے)

اور آپ ﷺ نے اپنی دعوت کا آغاز توحید سے کر کے ان کے طریقے کی اقتداء فرمائی۔

۴: اگرچہ آپ ﷺ کی دعوت کلّی طور پ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کے مشابہ تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے مزید تاکید کرتے ہوئے آپ ﷺ کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے منہج کی اتباع کا حکم دیا:

﴿ ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴾ (سورۃ النحل: ۱۲۳)

(پھر ہم نے آپ کی جانب وحی بھیجی کہ آپ ملت ابراہیم کی پیروی کریں جو یکسو تھے اور مشرک نہیں تھے)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اتباع توحید کی دعوت اور شرک کی مخالفت ہے۔ آپ کے منہج پر چلنا، اپنی دعوت کو توحید سے شروع کرنا ہے، اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو بھی اس نبی حنیف کی ملت کی پیروی کا حکم دیا ہے جس نے اس تاکید کو اور زیادہ کر دیا، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ صَدَقَ اللَّهُ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴾ (سورۃ آل عمران: ۹۵)

(کہہ دو! اللہ نے سچ کہا: تم ملت ابراہیم کی پیروی کرو جو یکسو تھا اور مشرکوں میں نہ تھا)

جب امت مسلمہ کو ملت ابراہیمی کی اتباع کا حکم دیا گیا تو جس طرح ملت ابراہیمی کی مخالفت ناجائز ہے اسی طرح توحید کی دعوت، شرک، مظاہر و وسائل شرک کے خلاف محاذ آرائی میں بھی منہج ابراہیمی سے ہٹنا ناجائز ہے۔

۵: ارشاد ربانی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَطِيعُواْ اللّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلاً﴾ (سورۃ النساء:۵۹)

(اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، اور ان کی جو تم میں صاحب امر ہوں، اگر تم آپس میں کسی معاملے میں اختلاف کر لو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو، اگر تم واقعی اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے)

جب ہم قرآن مجید کی طرف رجوع کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ تمام پیغمبروں کا عقیدہ توحید کا عقیدہ تھا۔ ان کی دعوت کا آغاز اسی سے ہوا ان کی تمام تعلیمات میں سب سے اہم اور عظیم توحید ہی تھی، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بار بار انبیاء علیہم السلام کی پیروی کرنے اور ان کے منہج پر چلنے کی تاکید کی ہے۔ اگر ہم رسول اکرم کی حیات طیبہ پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی دعوت، آغاز سے انجام تک توحید کا اہتمام، شرک، اس کے مظاہر اور وسائلِ شرک کی مخالفت کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ ہم نے گزشتہ صفحات میں اس موضوع کو مفصّل ذکر کر دیا ہے۔

٦: اللہ تعالیٰ نے کائنات کو پیدا کرنے کے بعد اسے فطری و شرعی قانون کی لڑی میں پرو دیا، کائنات کے لئے کچھ قانون بنائے گئے ہیں۔ اگر یہ قانون ٹھپ ہو گیا تو ساری کائنات عظیم تباہی سے دوچار ہو جائے گی، آسمان زمین، ستارے، سیارے اور سورج، چاند کے لئے دستور وضع کیا ہے۔ اگر اس دستور میں خلل واقع ہوا تو کائنات کا وجود ہی ختم ہو جائے گا۔ یہ اللہ کا فطری دستور ہے کہ تمام جاندار بشمول انسان، روح اور جسم سے زندہ رہتے ہیں، اگر روح جسم سے نکل گئی تو جسم مر جائے گا، بگڑ جائے گا، اور سڑ جائے گا۔ پھر ضروری ہو جائے گا کہ اسے زمین میں دفن کر دیا جائے۔ تاکہ زمین کے باشندوں کو اس کی سڑن اور بدبو سے تکلیف نہ ہو۔ اسی طرح اللہ کا دستور عالم نباتات کے لئے یہ ہے کہ درخت صرف جڑ اور تنے پر کھڑا رہ کر زندہ رہے گا۔ جب جڑ ہی کاٹ دی جائیں تو پتے اور شاخیں مرجھا جاتی اور زندگی سے محروم ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح عالمِ شرائع کے لئے یہ دستور ہے کہ کوئی بھی شریعت صرف عقیدہ سے ہی قائم رہ سکتی ہے۔ اگر شریعت سے عقیدہ ہٹ جائے تو شریعت کا خاتمہ ہو جائے گا۔

شریعت ابراہیمی کی مثال لیں، جو عرب میں صدیوں باقی رہی، لیکن جس وقت عمرو بن لحی الخزاعی نے اس میں شرک داخل کیا تو وہ ایک بت پرست شریعت بن گئی۔ اس کی حقیقت بدل گئی۔ کیوں کہ جس بنیاد پر وہ قائم تھی، اس کی اصلِ اصیل توحید تھی، لیکن وہ بگڑ کر بت پرست شریعت بن گئی۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "رَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرٍ الْخُزَاعِيَّ يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ، كَانَ أَوَّلَ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ" [1] (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے عمرو بن عامر الخزاعی کو دیکھا وہ دوزخ میں اپنی آنتیں گھسیٹتے ہوئے جارہا تھا، یہی وہ شخص تھا جس نے سب سے پہلے اونٹنیوں کو بتوں کے نام پر چھوڑا)

اور انہی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: "سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ لأَكْثَمَ بْنِ الْجَوْنِ الْخُزَاعِيِّ: "يَا أَكْثَمُ رَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ لِحَيِّ بْنِ قَمَعَةَ بْنِ خِنْدِفٍ يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ، فَمَا رَأَيْتُ رَجُلاً أَشْبَهَ بِرَجُلٍ مِنْكَ بِهِ وَلا بِكَ مِنْهُ"، فَقَالَ أَكْثَمُ: عَسَى أَنْ يَضُرَّنِي شَبَهُهُ يَا نَبِيَّ اللهِ، قَالَ: "لا، إِنَّكَ مُؤْمِنٌ وَهُوَ كَافِرٌ إِنَّهُ كَانَ أَوَّلَ مَنْ غَيَّرَ دِينَ إِسْمَاعِيلَ، فَنَصَبَ الأَوْثَانَ وَبَحَرَ الْبَحِيرَةَ، وَسَيَّبَ السَّائِبَةَ، وَوَصَلَ الْوَصِيلَةَ، وَحَمَى الْحَامِي" [2] (میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اَکثم بن الجون الخزاعی سے یہ کہتے ہوئے سنا: میں نے عمرو بن لحی بن قمعہ بن خندف کو دیکھا وہ اپنی آنتیں دوزخ میں کھینچ رہا تھا، میں نے اس جیسا تمہارے سوا کسی اور کو نہیں دیکھا اور نہ تم جیسا اس کے علاوہ اور کوئی ہے۔ اکثم نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہو سکتا ہے کہ اس کی مشابہت مجھے نقصان پہنچائے۔ آپ نے فرمایا: نہیں تم مومن ہو اور وہ کافر تھا، یہی وہ شخص تھا، جس نے سب سے پہلے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے دین کو بدل ڈالا اور بتوں کو نصب کیا اور بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، حام [3] وغیرہ کو ایجاد کیا)۔

---

[1] أخرجه البخاري ٦٥- كتاب التفسير، باب ما جعل الله من بحيرة ولا سائبة ولا وصيلة ولا حام، حديث (٤٦٢٣)، ومسلم، ١٠- كتاب الكسوف، حديث (٩)، و٥١- كتاب الجنة، باب (١٣) حديث (٥١، ٥٠)، وأحمد (٢/٢٧٥).

[2] السيرة لابن هشام (١/٧٦) قال: قال ابن إسحاق: وحدثني محمد بن إبراهيم التيمي أنَّ أبا صالح السمان حدثه أنه سمع أبا هريرة يقول: سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم وذكر الحديث وقد صرح ابن إسحاق بالتحديث وبقية الإسناد ثقات فهو إسناد حسن على أقل تقدير.

[3] یہ اسماء ان چوپایوں کے ہیں جو غیر اللہ کے نام پر چھوڑے جاتے تھے، جن کا ذکر قرآن کریم سورۃ مائدۃ ١٠٣ میں ہے۔ ان کی تفصیل کے بارے میں خباب بن سعید رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری میں وارد ہے کہ "بحیرۃ" وہ جانور جس کا دودھ دھونا چھوڑ دیا جاتا تھا اور کہا جاتا یہ بتوں کے لئے ہے۔ چناچہ کوئی شخص اس کے تھنوں کو ہاتھ نہ لگاتا۔ "سائبۃ" وہ جانور جسے وہ بتوں کے لئے آزاد چھوڑ دیتے تھے، اسے نہ سواری کے لئے استعمال کرتے نہ بار برداری کے لئے۔ "وصیلۃ" وہ اونٹنی جس سے پہلی مرتبہ مادہ پیدا ہوتی اور اس کے بعد پھر دوبارہ مادہ پیدا ہوتی (یعنی ایک کے بعد ایک مادہ ان کے درمیان کسی نر کی پیدائش کی وجہ سے تفریق نہ ہوتی) ایسی اونٹنی کو بھی وہ بتوں کے لئے آزاد چھوڑ دیتے۔ اور "حام" وہ نر اونٹ ہے جس کی نسل سے کئی بچے ہو چکے ہوں، تو اس سے بھی سواری اور بار برداری کا کام نہ لیتے اور بتوں کے نام چھوڑ دیتے، اسے وہ "حامی" کہتے۔ (ماخوذ من تفسیر احسن البیان)۔ (ط ع)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کے لائے ہوئے شرعی عقیدے کو عمرو بن لحی کے بدلنے کے بعد یہ مقدس دین بت پرست دین میں تبدیل ہو کر رہ گیا، اگرچہ کہ عرب کے بت پرست اپنی نسبت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی جانب کرنے پر مصر تھے، اور وہ آپ کی شریعت کے کچھ بقایا، جیسے بیت اللہ کی تعظیم، اس کا طواف، حج وعمرہ کی ادائیگی، عرفہ ومزدلفہ میں قیام اور اونٹوں کی قربانی جیسی اللہ کا تقرب عطا کرنے والی عبادتوں کو مضبوطی سے تھامے ہوئے تھے۔

اسی طرح سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی رسالت، توحید کی دعوت اور آسمانی شریعت پر قائم تھی، لیکن جب یہودیوں نے سیدنا عزیر علیہ السلام اور عیسائیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا تو ان دونوں مذہبوں نے توحید کا عنصر کھو دیا، اور وہ دونوں کافر دین میں تبدیل ہو گئے، جنکی نسبت نہ اللہ کی طرف جائز ہے اور نہ ہی ان دو محترم پیغمبروں کی طرف۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ قَاتِلُواْ الَّذِينَ لاَ يُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَلاَ بِالْيَوْمِ الآخِرِ وَلاَ يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللّهُ وَرَسُولُهُ وَلاَ يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُواْ الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُواْ الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ- وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّهِ وَقَالَتْ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّهِ ذَلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِؤُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُواْ مِن قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللّهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ ﴾

(التوبة: ۲۹-۳۰)

(اہل کتاب میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے، نہ اس چیز کو حرام جانتے ہیں جسے اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے، اور نہ ہی سچا دین قبول کرتے ہیں، یہاں تک کہ وہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں، اور یہود نے کہا: کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے، اور نصاری نے کہا: مسیح اللہ کا بیٹا ہے، یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں، جو وہ اگلے کافروں کی دیکھا دیکھی میں کر رہے ہیں۔ اللہ انہیں ہلاک کرے یہ کہاں دھوکا کھائے جا رہے ہیں)

سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: ''إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ، تَتْبَعُ كُلُّ أُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ، فَلاَ يَبْقَى مَنْ كَانَ يَعْبُدُ غَيْرَ اللهِ مِنَ الأَصْنَامِ وَالأَنْصَابِ إِلاَّ يَتَسَاقَطُونَ فِي النَّارِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ إِلاَّ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللهَ بَرٌّ أَوْ فَاجِرٌ، وَغُبَّرَاتُ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَيُدْعَى الْيَهُودُ، فَيُقَالُ لَهُمْ: مَنْ كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ؟ قَالُوا: كُنَّا نَعْبُدُ عُزَيْرَ ابْنَ اللهِ، فَيُقَالُ لَهُمْ: كَذَبْتُمْ، مَا اتَّخَذَ اللهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَلاَ وَلَدٍ، فَمَاذَا تَبْغُونَ؟ فَقَالُوا: عَطِشْنَا رَبَّنَا فَاسْقِنَا، فَيُشَارُ أَلاَ تَرِدُونَ فَيُحْشَرُونَ إِلَى النَّارِ كَأَنَّهَا سَرَابٌ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيَتَسَاقَطُونَ فِي النَّارِ، ثُمَّ يُدْعَى النَّصَارَى، فَيُقَالُ لَهُمْ: مَنْ كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ؟ قَالُوا: كُنَّا نَعْبُدُ الْمَسِيحَ ابْنَ اللهِ، فَيُقَالُ لَهُمْ: كَذَبْتُمْ، مَا اتَّخَذَ اللهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَلاَ وَلَدٍ، فَيُقَالُ لَهُمْ: مَاذَا

تَبْغُونَ؟ فَكَذَلِكَ مِثْلَ الْأَوَّلِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ إِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللهَ مِنْ بَرٍّ أَوْ فَاجِرٍ، أَتَاهُمْ رَبُّ الْعَالَمِينَ فِي أَدْنَى صُورَةٍ مِنَ الَّتِي رَأَوْهُ فِيهَا، فَيُقَالُ: مَاذَا تَنْتَظِرُونَ؟ تَتْبَعُ كُلُّ أُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ، قَالُوا: فَارَقْنَا النَّاسَ فِي الدُّنْيَا عَلَى أَفْقَرِ مَا كُنَّا إِلَيْهِمْ وَلَمْ نُصَاحِبْهُمْ، وَنَحْنُ نَنْتَظِرُ رَبَّنَا الَّذِي كُنَّا نَعْبُدُ، فَيَقُولُ: أَنَا رَبُّكُمْ، فَيَقُولُونَ: لَا نُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا، مَرَّتَيْنِ"[1]

(قیامت کے دن ایک منادی ندا دے گا! جو جس کی عبادت کرتا تھا اس کے ساتھ چلا جائے[2]، اللہ کے علاوہ جتنے لوگ بتوں اور تھان کو پوجتے تھے سب دوزخ میں جا گریں گے، یہاں تک کہ صرف اللہ کی عبادت کرنے والے چاہے وہ نیکوکار ہوں یا بدکار باقی رہیں گے اور کچھ اہل کتاب کے باقی ماندہ لوگ[3]، سب سے پہلے یہود کو بلایا جائے گا، پوچھا جائے گا کہ تم کس کی عبادت

---

[1] أخرجه البخاري، ٦٥- كتاب التفسير، سورة النساء ٨- باب إن الله لا يظلم مثقال ذرة، حديث (٤٥٨١)، ومسلم، ١- كتاب الإيمان، ٨١- باب معرفة الرؤية، حديث (٣٠٢).

[2] یہ وہ شرک ہے کہ جس کے بارے میں اللہ تعالی فرماتے ہیں ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ (لقمان: ١٣) (بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے) یہ راہ ہو گی تمام بت پرستوں اور اور اہل کتاب کی کہ "تتبع کل أمة ما کانت تعبد... إلخ" (ہر امت اپنے معبود کے پیچھے جائے گی۔۔) اس میں ان لوگوں پر رد ہے جو توحید سے جاہل ہوتے ہیں اور اس عظیم شرک کے معاملے کو بہت ہلکا سمجھتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ تو دیہاتوں والا اور سادہ لوح شرک ہے محض اس معاملہ کو ہلکا ظاہر کرنے اور انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے جانشینوں کی دعوت کی توہین کرنے کو اور دوسری طرف حکمرانوں کے خلاف اپنی سیاسی کشمکش کو اور جو کچھ وہ عادات و تقالید کی پیروی کرتے ہیں اسے جدید تمدنی شرک محض اسے اور اپنی دعوت کو اس کے حد سے بڑھا چڑھا کر ظاہر کرنے کی خاطر قرار دیتے ہیں۔ لوگوں کو یہ تاثر دے کر کہ گویا ہم ان مشکلات سے بھی بڑی مشکلات سے نبرد آزما ہیں جس سے انبیاء کرام، ان کے جانشین اور وہ مصلحین جنہوں نے شرک اکبر اور اس سے ملحقہ گمراہیوں کے خلاف جنگ میں ان کے منہج کی پیروی کی بر سرپیکار تھے۔ پھر کیوں نہیں اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدید تمدنی شرک اور ان کے بت (پارلیمنٹ وغیرہ) کی راہ کا ذکر فرمایا ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾ (مریم: ٦٤) (اور تیرا رب بھولنے والا نہیں) کیا اس جدید تمدنی شرک کے بیان کے لئے کسی نئی نبوت کی ضرورت ہے جو ان کی اور ان کے بتوں جیسے کلچر، تقالید و عادات وغیرہ اور ان کی راہ کی نشاندہی کرے گی جس پر وہ بروز قیامت چلے گیں؟ ہم ہر گز بھی ان گناہوں کو ہلکا خیال نہیں کرتے لیکن ہم اس شدید غلو کے مخالفت کرتے ہیں جو پچھلے خوارج کے گناہوں کے متعلق غلو سے بھی کئی درجہ بڑھ کر ہے۔

[3] الغبرات: غُبَّر کی جمع ہے ۔النهاية في غريب الحديث (٣٣٨/٣).حافظ ابن حجر الفتح (٤٢٩/١١) میں فرماتے ہیں: غُبَّر أهل الكتاب، بضم الغين المعجمة وتشديد الموحدة اور مسلم کی روایت میں ہے: وغَبَّر أهل الكتاب. كلاهما جمع غابر والغبرات: جمع غبَّر وغبَّر جمع غابر ويجمع أيضاً على أغبار، وغبر الشيء بقيته. (غبر کسی چیز کے بقایاجات کو کہاجاتا ہے)۔

کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: اللہ کے بیٹے عزیر کی۔ ان سے کہا جائے گا: تم جھوٹے ہو اللہ کی نہ بیوی ہے نہ بیٹا، تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے: اے رب! ہم پیاسے ہیں پانی پلا۔ ان کو دور سے چمکتی ہوئی ریت دکھائی جائے گی (جو پانی معلوم ہو گی) ان سے کہا جائے گا: وہاں جاؤ، وہ در حقیقت دوزخ ہو گی، جو ایک دوسرے کو کچل رہی ہو گی۔ وہ اسی میں جا گریں گے۔ پھر نصاریٰ کو بلایا جائے گا، ان سے پوچھا جائے گا: تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: ہم اللہ کے بیٹے مسیح کی عبادت کرتے تھے۔ ان سے کہا جائے گا: تم جھوٹے ہو اللہ کی نہ بیوی ہے نہ بیٹا۔ پھر کہا جائے گا: تم کیا چاہتے ہو؟ وہ وہی کہیں گے اور ان کے ساتھ بھی وہی سلوک ہو گا جو یہود کے ساتھ ہوا۔ یہاں تک کہ صرف اللہ کی ہی عبادت کرنے والے باقی رہ جائیں گے۔ ان میں اچھے برے تمام (مگر سب موحد) ہوں گے۔ ان سے کہا جائے گا: تم کس کا انتظار کر رہے ہو، جب کہ ہر امت اپنے معبود کے ساتھ جا رہی ہے؟ وہ کہیں گے: جس وقت میں ہم کو ان گمراہ لوگوں کی ضرورت تھی اس وقت ہم ان سے جدا رہے، ان کا ساتھ نہیں دیا، اب ہم اپنے رب کا انتظار کر رہے ہیں، جس کی ہم عبادت کیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں ہی تمہارا رب ہوں، وہ دو مرتبہ کہیں گے: ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک کرنے والے نہیں)

مذکورہ بالا آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ یہود اور نصاریٰ نے سیدنا عزیر اور عیسی علیہما السلام کی عبادت کر کے ان دونوں پیغمبروں کے توحید اور ایمان والے مذہب کو بگاڑ دیا، جس کی وجہ سے وہ کافر ہو گئے، اور دونوں سچے مذہب ان کی چیرہ دستیوں کے سبب جھوٹے اور بت پرست مذاہب میں تبدیل ہو گئے۔ جن کی نسبت نہ اللہ کی جانب درست ہے اور نہ دونوں پاک پیغمبروں کی طرف، اگرچہ شریعت موسیٰ و عیسی علیہم السلام کی کئی چیزیں بنا تحریف ان میں اب تک باقی ہوں۔

اس سے قارئین کرام پر یہ بات اچھی طرح عیاں ہو گئی کہ عقیدہ توحید، تمام پیغمبروں بشمول، خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعتوں کی اساس ہے، جس طرح بنیاد کے بغیر عمارت، جڑ کے بغیر درخت، روح کے بغیر جسم کا وجود محال ہے اسی طرح توحید کے بغیر آسمانی شریعتوں کا وجود ہی ناممکن ہے۔ یہ عقلی اور شرعی دلیلیں اہل نظر کو دعوتِ فکر دیتی ہیں کہ وہ ان تمام دعوتوں کا جائزہ لیں۔ جو تعداد میں بے شمار ہیں اور خود فیصلہ کریں کہ کونسی دعوت انبیاء علیہم السلام کے منہج کے مطابق ہے اور کونسی اس جادۂ حق سے ہٹی ہوئی ہے؟

میں اللہ تعالیٰ کے تشریعی طریقے کو سمجھانے کے لئے تین مثالیں مزید پیش کرتا ہوں، جس سے یہ عیاں ہو گا کہ نظم و ترتیب کی پابندی اسلام کے ہر کام کے لئے لازمی ہے جس سے ہر گز ہٹا نہیں جا سکتا۔

۱-نماز: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عملی طور پر نماز کی تعلیم دی ہے، اور فرمایا: ''صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي''[1] (نماز ایسے پڑھو جیسے تم نے مجھے پڑھتے دیکھا ہے)

آپ ﷺ نے نماز کو قیام سے شروع کیا، پھر تکبیر کہی، پھر قرأت فرمائی، پھر رکوع، پھر سجدہ کیا، یہ پہلی اور دوسری رکعت میں آپ کا عمل تھا، پھر دوسری رکعت بھی ایسے ہی ادا فرمائی، پھر آپ ﷺ نے پہلا تشہد کیا پھر دوسرا تشہد کیا، پھر سلام پھیرا۔ اگر آج کے دور میں کوئی جماعت یہ کہے کہ افضل یہ ہے کہ ہم نماز سلام سے شروع کریں اور تکبیر پر ختم کریں، رکوع سے پہلے سجدہ کریں، تشہد کو فاتحہ کی جگہ رکھیں یا فاتحہ تشہد کی جگہ پر رکھیں، اگر کسی نے اس طرح نماز ادا کی یا ثابت شدہ طریقے میں تھوڑے سے ردو بدل سے کام لیا، کیا اس کی نماز اسلامی طریقے پر درست ہو جائے گی؟؟؟

۲- حج: رسول اللہ ﷺ نے حج کیا اور لوگوں کو مناسکِ حج سکھلائے پھر فرمایا: ''خُذُوا عَنِّي مَنَاسِكَكُمْ''[2] (تم مجھ سے حج کے احکام سیکھو)

عرفات میں ٹھہرنے کا وقت اور دن ۹/ذی الحجہ مقرر کیا، مزدلفہ میں ایک معین رات گزرانے کا حکم دیا، یوم النحر (۱۰ ذی الحجہ) اور ایام تشریق (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ) کے دن اور راتوں کو ایک خاص جگہ اور خاص وقت میں گزارنے کا حکم دیا، طواف افاضہ کے لئے ایک معین وقت، سعی کے لئے بھی ایک خاص جگہ صفا سے مروہ تک مقرر فرمائی۔

اگر کوئی جماعت ان مناسک میں سے کچھ کے اوقات اور مقامات بدلنا چاہے اور کہے کہ ۹/ذی الحجہ کو طواف افاضہ رکھا جائے، بجائے کعبۃ اللہ کے اسے صفا مروہ کے درمیان کیا جائے میدانِ عرفات میں پڑاؤ ۸/ذی الحجہ کو ہو، مزدلفہ میں ۱۰/ذی الحجہ کی رات گذاری جائے یا اس کو بجائے مزدلفہ کے منی سے بدل دیا جائے، قربانی میدانِ عرفات میں ہو یا حاجیوں کے احوال و ظروف کے لحاظ سے ان مناسک میں تقدیم یا تاخیر کر لی جائے، تو کیا یہ حج اسلامی کہلائے گا، یا اسے اس عظیم عبادت

---

[1] أخرجه البخاري، ۱۰-كتاب الأذان، ۱۸- باب أذان المسافر، حديث (٦٣١)، و۷۸-كتاب الطب، ۲۷- باب رحمة الناس والبهائم، حديث (٦٠٠٨)، و۹۵- كتاب أخبار الآحاد، ۱- باب ما جاء في إجازة خبر الواحد، حديث (۷۲۴٦)، ومسلم،۵- كتاب المساجد، ۵۳- باب من أحق بالإمامة، حديث (۲۹۲)، والنسائي (۸/۲)، = والدارمي (۳۲۹/۱)، حديث (۱۲۵٦)، وأحمد (۴۳٦/۳)، كلهم من حديث مالك بن الحويرث رضی اللہ عنہ

[2] صحیح مسلم ۲۲۹۴، السنن الکبری للبیھقی ۸۸۱۵

کے ساتھ کھلواڑ قرار دیا، جائے گا؟

۳۔ مقصدِ تحریر: تمام انبیاء علیہم السلام بشمول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دعوت کا آغاز توحید سے کیا، آپ نے اپنے تمام امراء اور مبلغوں کو دین کی دعوت توحید سے شروع کرنے کی تاکید کی جس کی مثالیں احادیث مبارکہ میں بھری پڑی ہیں۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ ، فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ. وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوكَ لِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوكَ لِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ" [1] (تم ایک ایسی قوم (عیسائیوں) کی طرف جا رہے ہو جو اہل کتاب سے ہے، سب سے پہلے ان کو لاالہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی کی طرف بلاؤ، اگر انہوں نے اس کو مان لیا تو تم ان کو بتلاؤ کہ اللہ نے شب و روز میں ان پر پانچ نمازیں فرض کر رکھی ہیں۔ اگر وہ اس کو مان لیں تو انہیں بتلاؤ کہ اللہ نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لے کر انہی کے غریبوں میں تقسیم کر دی جائے گی)

کیا یہ حدیث ایک منظم دعوت اور منظم شریعت کی نشان دہی نہیں کر رہی ہے جو اصل الاصول (توحید) سے شروع ہو کر آہستہ آہستہ اہم چیزوں کی طرف پیش قدمی کر رہی ہے؟ ہم اس واضح ترتیب کو سمجھنے سے کیوں قاصر ہیں اور کیوں اس کا التزام نہیں کر رہے ہیں؟ ایسا کیوں ہے کہ ہم عبادات کے معاملے میں اللہ کے تشریعی طریقے اور ترتیب کو تو سمجھ رہے ہیں، لیکن دعوت کے میدان میں متواتر تمام انبیاء علیہم السلام نے اللہ کے مقرر کردہ جن اصول و ضوابط، طریقے اور ترتیب کی پابندی کی، اس کو نہیں سمجھ رہے ہیں؟ اور اس عظیم منہج کی مخالفت یا اس میں ترمیم کو جائز قرار دے رہے ہیں؟ یہ ایک خطرناک معاملہ ہے داعیان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہوش کے ناخن لیں اور اپنی فکر اور مؤقف کو اس کے موافق بنائیں۔

داعیان کی فکری سمتیں

1 تخریج گزر چکی ہے۔

اب ایک سوال یہ بھی ہے کہ کیا ساری امت بالخصوص اس کے مبلغین اور داعیان نے اس عظیم منہج سے کچھ فائدہ اٹھایا ہے۔ جس پر چلتے ہوئے تمام انبیاء علیہم السلام نے توحید کو اس قدر اہمیت دی کہ اسی کو اپنی دعوت کا نکتۂ آغاز بنایا؟ فرد، یا ساری امت اس کی کربناکی سے تڑپ تڑپ کر مر جائے تو اس کے لئے حق ہے کہ وہ مر جائے۔ وہ کیوں؟

اس لئے کہ امت اسلامیہ کے کی اکثریت بالخصوص اس کے مبلغ و مفکر اس منہج سے ناواقف ہیں اور بعض جان کر بھی تجاہلِ عرفانہ برت رہے ہیں، شیطان ان کے اور اس عظیم منہج کے درمیان آڑ بن گیا، جس کی وجہ سے اس نے انہیں اس راہ سے دور کر دیا، انہوں نے انبیاء علیہم السلام کا منہج چھوڑ کر ایسے طریقے اپنائے جس نے ان کے دین و دنیا برباد کر دی، اس سے رسول اللہ الصادق والمصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی امت کے تعلق سے پوری ہو گئی۔ "لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتَّى لَوْ سَلَكُوا جُحْرَ ضَبٍّ لَسَلَكْتُمُوهُ، قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى، قَالَ: فَمَنْ"[1] (تم ضرور اپنے سے پہلی امتوں کے طریقوں کی بالشت بھر بالشت اور ہاتھ بھر ہاتھ اتباع کرو گے، اگر وہ کسی گوہ کے سوراخ میں بھی چلے تھے تو تم بھی چلو گے، ہم نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! کیا یہود و نصاری کے؟ آپ نے فرمایا: اگر وہ نہیں تو پھر کون؟)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "افْتَرَقَتِ الْيَهُودُ عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَافْتَرَقَتِ النَّصَارَى عَلَى اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَتَفْتَرِقُ هَذِهِ الأُمَّةُ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً كُلُّهَا فِي النَّارِ، إِلَّا وَاحِدَةً وَهِيَ الْجَمَاعَةُ"[2] (یہود اکہتر (۷۱)

---

[1] أخرجه البخاري، ٦٠- كتاب الأنبياء، ٥٠- باب ما ذكر عن بني إسرائيل، حديث (٣٤٥٦)، ٩٦- كتاب الاعتصام، ١٤- باب قول النبي – صلى الله عليه وسلم - : لتتبعن سنن من كان قبلكم، حديث (٧٣٢٠)، ومسلم، ٤٧- كتاب العلم، ٣- باب اتباع سنن اليهود والنصارى، حديث (٦)، وأحمد في المسند (٨٤،٨٩،٩٤/٣)، من حديث أبي سعيد مرفوعاً. وابن ماجة، ٣٦- كتاب الفتن، ١٧- باب افتراق الأمم، حديث (٣٩٩٤)، وأحمد (٣٢٧/٢)، من حديث أبي هريرة.قال البوصيري في الزوائد : إسناده صحيح، ورجاله ثقات.وأخرجه ابن أبي عاصم في السنَّة (٣٦،٣٧/١)، من حديث أبي هريرة وعبد الله ابن عمرو وأبي سعيد وصحح بعضها وحسن البعض الآخر.

[2] أخرجه أبو داود، ٣٤- كتاب السنَّة، حديث (٤٥٩٧)،وأخرجه أحمد (١٠٢/٤)، و الدارمي (١٨٥/٢)، حديث (٢٥٢١)، والحاكم في المستدرك (١٢٨/١) من حديث معاوية رضي الله عنه .وأخرجه ابن ماجة، ٣٦- كتاب الفتن: ١٧- باب افتراق الأمم، حديث (٣٩٩٣) من حديث عوف بن مالك. وأخرجه ابن أبي عاصم في السنَّة (٣٢/١) وقال الألباني: إسناده جيد . وأخرجه أبو داود ٣٤- كتاب السنَّة: باب شرح السنَّة، حديث (٤٥٩٦)، والترمذي ٤١- كتاب الإيمان، ١٨- باب ما جاء في افتراق هذه الأمة، حديث (٢٦٣٠)، وأحمد (٣٣٢/٢)، وابن ماجة، ١٧- باب افتراق الأمم، حديث(٣٩٩١) من حديث أبي هريرة،وأخرجه ابن أبي عاصم في السنَّة (٣٢/١) قال الألباني: وهو صحيح وله شواهد كثيرة بعضها في الصحيحين. وأخرجه أحمد (١٢٠،١٤٥/٣) من حديث أنس من طريقين.وأخرجه ابن أبي عاصم في السنَّة (٣٢/١) وقال الألباني: والحديث صحيح قطعاً لأنَّ له ست طرق وشواهد عن جمع من الصحابة.

فرقوں اور نصاری بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹ گئے اور یہ امت تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی، تمام کے تمام دوزخ میں جائیں گے، سوائے ایک کے اور وہ ایک جماعت ہیں)

ایک اور روایت میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں: "مَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي"[1] (پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! وہ کونسی جماعت ہے؟ آپ نے فرمایا: جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں)

اس عظیم شاہراہ کو چھوڑنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان فرمان رسالت مآب ﷺ کے مطابق "غثاء السیل" (سیلابی ریلے میں بہنے والی خس وخاشاک) کی طرح ہوگئے۔ "يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا، فَقَالَ قَائِلٌ: وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزَعَنَّ اللهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ اللهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ: حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ"[2] (قریب ہے کہ قومیں تم پر حملے کے لئے ایک دوسرے کو اس طرح بلائیں گی جیسے کھانا کھانے والوں کو دستر خوان کی طرف بلایا جاتا ہے، کسی کہنے والے نے کہا: "کیا یہ ہماری قلتِ تعداد کے سبب ہوگا؟ فرمایا: تم اس وقت بہت زیادہ ہوگے، لیکن تمہاری یہ کثرت تعداد سیلابی ریلے میں آنے والی خس وخاشاک کی مانند ہوگی اور اللہ تعالی تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارے دبدبہ کو نکال دے گا اور تمہارے دل میں وہن ڈال دے گا۔ پوچھا گیا: یارسول اللہ ﷺ! وہن کیا ہے؟ فرمایا: دنیا کی محبت اور موت سے نفرت)

بے شک مسلمان سیلابی ریلے والی خس وخاشاک کی طرح ہوگئے اور ان پر قومیں ایسے ہی ٹوٹ پڑیں جیسا کہ بھوکے کھانے پر ٹوٹ پڑتے ہیں، انہوں نے اپنے ہی آنگن میں مسلمانوں کو ادھیڑ دیا، ذلیل کیا، غلام بنایا اور خود ان کے وطن، جان اور مال کے مالک بن بیٹھے، اور ان کے اخلاق کو بری طرح تباہ کیا، یہ اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کے منہج سے ہٹنے کا لازمی نتیجہ تھا۔

ان دردناک حالات کی مدہوشی میں لمبا وقت گزرنے کے بعد سے لوگوں نے آنکھیں کھولیں، خواب خرگوش سے

---

[1] أخرجه الترمذي، ٤١ ـكتاب الإيمان، حديث (٢٦٤١) من حديث عبد الله بن عمرو بن العاص.

[2] أخرجه أبو داود، ٣١- كتاب الملاحم، ٥- باب في تداعي الأمم على الإسلام، حديث (٤٢٩٧)، وأحمد (٢٧٨/٥)، وأبو نعيم في الحلية (١٨٢/١). وله شاهد من حديث أبي هريرة رواه أحمد (٣٥٩/٢) فهو صحيح.وصححه الألباني انظر الصحيحة (٦٨٤/٢) رقم (٩٥٨)

بیدار ہوئے اور مسلمانوں کو اللہ کی طرف پلٹنے کی دہائی دینے لگے کہ رجوع الی اللہ ہی ان کی نجات کا واحد راستہ ہے۔اس مقصد کی وضاحت کے لئے کتابیں لکھی گئی، تقاریر و خطبے دئے گئے۔ مسلمانوں کی عزت و عظمت کی بحالی اور انہیں ذلّت اور رسوائی کے عمیق غار سے نکالنے کے لئے لائحہ عمل ترتیب دیا گیا، غرض یہ کہ ہر ایک نے جسے حق سمجھا اس کی تبلیغ کے لئے اپنی کوششیں تیز تر کردیں۔

حق تو یہ ہے کہ انہوں نے اخلاقی، معاشرتی، سیاسی اور اقتصادی میدان میں مسلمانوں کے لئے بہت کچھ پیش کیا اور یہ کام کئی پلیٹ فارموں سے کیا گیا۔ اگر ان کی کوششیں متحد ہوتیں اور ان کا نکتہ آغاز بھی وہیں سے ہوتا جہاں سے سیدنا انبیاء علیہم السلام نے اپنی دعوت کا آغاز کیا اور وہ محنت کے ساتھ اس جادہء حق پر چلتے تو امت کو کئی مشکلات و مصائب سے چھٹکارا دلاتے اور اپنی منزل مقصود کو پہنچ جاتے۔

اسلامی کاز کے لئے ہونے والی کوششوں کو ہم تین پلیٹ فارموں پر تقسیم کر سکتے ہیں:

۱: ایک جماعت نے عقیدہ اور دعوت کے لئے انبیاء کرام کے منہج کو اختیار کیا، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو مضبوطی سے تھاما۔ اپنے عقیدے، عبادات اور دعوت کے لئے سلف صالحین کے خطوط پر لائحہ عمل متعین کیا، یہ وہ فکر تھی جس پر امت کو توجہ دینی ضروری تھی، تاکہ ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا﴾ پر عمل درآمد ہوتا، ان کی محنتیں بار آور ہوتی اور رب العالمین کی رضا حاصل ہوتی۔ ان کی عظمت، شان شوکت مضبوط ہوتی اور وہ اس کے ذریعے سیادت و قیادت کے اس مقام پر فائز ہوتے جو کہ ان کا مقصود ہے، لیکن افسوس کے اس تحریک کے محرکوں نے اس عظیم الشان دعوت کو پیش اور اجاگر کرنے کے لئے دعوت اور لٹریچر کے ذریعے وہ مادی اور معنوی کوششیں نہیں کیں جس کی متقاضی اس دعوت کی مقام و مرتبت اور جلالتِ قدر ہے۔

۲: دوسرے نکتہ نظر کی حامل وہ جماعت ہے جس نے اسلام کے بعض اعمال کا تو بڑی شدومد سے اہتمام کر لیا۔ لیکن صوفیوں کی خرافات ان پر غالب آگئیں، جس نے ان کے عقیدۂ توحید کو بری طرح پامال کر ڈالا۔ اس جماعت کے متبعین کے عقائد و عبادات میں بہت سی چیزیں قابل مواخذہ ہیں۔ شیخ تقی الدین الہلالی المراکشی اور جامعہ الاسلامیہ، مدینہ نبویہ کے فارغ

التحصیل شیخ میجر محمد اسلم پاکستانی رحمہ اللہ نے اس جماعت کے بعض عقائد اور اعمال پر ضروری نقد و تبصرہ کیا ہے۔اس جماعت کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس سے استفادہ کرے اور راہ حق کی طرف پلٹے[1]۔

۳: تیسرے مکتبۂ فکر کی حامل وہ جماعت ہے جس نے اسلام کی سیاسی، اقتصادی اور اجتماعی نظام کے گوشوں کا اہتمام کیا اور اپنی تگ و دو کو لائبریریوں، منبر و محراب، کالجوں اور یونیورسٹیوں تک وسعت دی، یقیناً ان کی کوششیں لائق قدر ہیں، لیکن انہوں نے سیاسی میدان میں اسلامی سیاست، اللہ کی حاکمیت کی دعوت، اسلامی ریاست کے قیام کے نام پر کچھ ایسی باتیں لکھیں جو قابل گرفت ہیں۔انہوں نے اس مقصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے امت اسلامیہ کے نوجوانوں کو اپنی طاقت بروئے کار لانے اور اپنی امکانیات جٹانے کا احساس دلایا، اور اپنی دعوت کو پیش کرنے کے لئے دلکش اور عقلوں کو فریفتہ کرنے والے طاقتور طریقے آزمانے، اسلامی معیشت کے محاسن پر کتابیں لکھیں۔جس میں بہت سے خوبیاں اور فائدہ مند چیزیں تھی۔جس کی امت اسلامیہ اس وقت کے تناظر میں محتاج تھی اس معاملے میں ہم ان کی تعریف کئے بغیر رہ نہیں سکتے[2]۔

لیکن اس حیثیت سے ان سے باز پرس ضروری ہے کہ انہوں نے اسلام کے تمام گوشوں کے احاطہ کرنے کی کوشش میں عقیدے کے معاملے میں واضح کوتاہی کی۔اگر وہ انبیاء کے منہج پر چلتے ہوئے، اسلامی معیشت و سیاست پر انہوں نے جتنا زور لگایا، کم از کم اتنا ہی عقیدہ کی اصلاح پر لگاتے، اپنی قلمی و جسمانی کاوشوں کو شرک کی بیخ کنی، مظاہر شرک اور بدعات و خرافات کے مٹانے پر لگاتے تو وہ اسلام اور مسلمانوں کو بہت سی بھلائیاں عطا کر جاتے اور شرعی اصول کے مطابق گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہوتے (یعنی شریعت کا جو گھر ہے اس کا اصل دروازہ عقیدہ ہے اس سے اپنی دعوت کی ابتداء کرنے والے ہوتے)، اور ان کی دعوت حقیقی معنوں میں انبیاء علیہم السلام کے منہج پر ہوتی۔

لیکن افسوس کے ان کی دعوت اس فکر سے شروع ہوئی جس کا تذکرہ میں نے پہلے کیا ہے۔میں بھی ان بے شمار

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھیں "تبلیغی جماعت سے متعلق علماء اہلسنت والجماعت کے اقوال" از شیخ ربیع المدخلی حفظہ اللہ جس کا ترجمہ ہماری ویب سائٹ اصلی اہلسنت ڈاٹ کام پر دستیاب ہے۔(طع)

[2] یہ کلام میرا اس وقت کا ہے جب ان کی بہت سے کاوشوں کے بارے میں میرا تصور غیر واضح تھا۔پھر الحمدللہ جب ان کی تمام باتیں مجھ پر آشکارا ہوئیں تو میں نے پایا کہ اکثر جو کچھ انہوں نے امت کے لئے پیش کیا ہے اس میں ضرر و خطر ہی تھا۔

لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے اس فکری پیداوار کو پڑھا اور فرمانِ الٰہی:

﴿وَإِذْ أَخَذَ اللّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُواْ الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلاَ تَكْتُمُونَهُ﴾ (آل عمران: ۱۸۷)

(جب کہ اللہ نے اہل کتاب سے عہد لیا کہ تم ضرور اسے لوگوں کے سامنے بیان کروگے اور نہیں چھپاؤ گے)

کے مطابق صحابہ کرام کے زمانے سے لے کر ہمارے دور کے مخلص علماء اور دعاۃ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے سامنے احساسِ ذمہ داری کے ساتھ اس نکتہ نظر کے قائدین پر کچھ ملاحظات پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اور جو لوگ اس مکتبۂ فکر کے لئے نرم گوشہ رکھتے ہیں ان سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ اپنے اس بھائی کے ساتھ حسن ظن رکھیں اور اس کے ساتھ اللہ کے سامنے جواب دہی کے احساس اور اس کے بوجھ میں شریک ہوں اور اپنے سینوں کو اس تنقید کے لئے کشادہ رکھیں، جس کے بارے میں مجھے امید ہے کہ وہ امت اسلامیہ کے لئے تعمیر اور ہدایت و بھلائی کی نشان دہی کرنے والی ہوگی۔۔۔ان شاء اللہ۔۔۔ ساتھ ہی یہ بھی یاد دلادوں کہ رسول اکرم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بعض باتوں پر مناقشہ بھی فرماتے اور کشادہ دلی کے ساتھ ان کے مناقشہ کو سنتے، کبھی کبھی صحابہ کرام آپ ﷺ کو اپنی فکر و نظر سے مشورہ دیتے، کوئی ٹھیک رائے ہوتی تو اپنی رائے سے دست بردار ہو جاتے، کبھی یہاں تک بھی ہوتا کہ ان کی آراء کی تائید میں قرآن نازل ہوتا۔

دعوت الی اللہ میں ابوالاعلی مودودی کا منہج

اس مکتبۂ فکر کے بڑے قائدین میں سے ایک ابوالاعلی مودودی ہیں[1]۔ آپ کے کچھ افکار ایسے ہیں جن کے تعلق سے ہر وہ مسلمان جو اللہ سے ڈرتا ہے اور اس اسلام کی عزت کرتا ہے، جس نے اپنے متبعین کے لئے شخصیات اور ان کے افکار کے تقدس کو پسند نہیں کیا، خاموش نہیں رہ سکتا۔ جن میں سے چند یہ ہیں:

---

[1] دیکھیں رسالہ "الشقیقان المودودی والخمینی" (مودودی خمینی بھائی بھائی) جس میں آپ ان کے بعض منحرف عقائد ملاحظہ کرسکتے ہیں۔ (ص ۱۷) اور ان کے رافضیوں (شیعہ) کے ساتھ مشابہت اور ان کے مذاہب کی خدمت اور شیعہ زعماء کا اس بات کا اعتراف وغیرہ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ (ص ۳۱، ۳۲)

ا: آپ نے اپنی دعوت کا آغاز وہاں سے نہیں کیا، جہاں سے انبیاء علیہم السلام نے اپنی دعوت کا کیا تھا۔ یعنی توحید اور صرف اللہ کے لئے عبادت کو خاص کرنے کی دعوت، شرک اور اس کے مظاہر کی مخالفت سے، حالانکہ جس ملک میں آپ کا جنم ہوا تھا وہ انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا سخت محتاج تھا، ہندوستان بنیادی طور پر بت پرست ملک ہے، جس میں بت، گائے، پتھر، بندر حتی کہ عورت کی شرم گاہ جیسی قبیح چیزوں کو بھی پوجا جاتا ہے۔ اس ملک کے مسلمان بھی سوائے ایک قلیل تعداد کے اسلام اور توحید سے بہت دور ہیں۔ ان کے عقائد بھی اپنے پڑوسیوں (ہندو بت پرستوں) کے عقائد سے بری طرح متاثر ہیں۔ کتنے ایسے مندر ہیں جو پھولوں سے سجے ہوئے ہیں اس کے مقابل ہی مسلمانوں کا مزار ہے، جس میں ایک قبر ہے جو پھولوں سے لدی ہوئی ہے، جس پر ریشمی چادریں تنی ہوئی ہیں، عود بخور کا دھواں اٹھ رہا ہے، مسلمان اس کے آگے خشوع و خضوع، تعظیم و تکریم سے جھکے ہوئے ہیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ اولیاء اللہ غیب جانتے ہیں اور کائنات میں تصرف کرتے ہیں[1]۔ کیا روئے زمین پر تاریخ کے ماضی، حال اور مستقبل میں اس ملک سے زیادہ اور کوئی ملک اللہ کی توحید کا محتاج ہو سکتا ہے؟

۲: آپ نے سیاسی گوشے کا اہتمام کیا اور اپنی دعوت میں اسے ایک نمایاں مقام عطا کیا اور اسے اتنی عظمت بخشی جتنی کہ اسلام نے اور امت کے علمائے سلف، محدثین اور فقہاء نے اس گوشے کو نہیں دی، اور اپنے متبعین کو وہ مقصد عطا کیا جسے اللہ تعالی نے اپنے رسولوں اور نہ ہی ان کے متبعین کے لئے مقرر کیا اور نہ ہی انہیں اس کا مکلف کیا، کیوں کہ یہ انسانی طاقت سے باہر کی چیز ہے۔

الف: استاد مودودی اس مقصد کی تعبیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہماری کتابوں اور رسائل سے آپ پر یہ بات واضح ہو گئی ہو گی ہمارا آخری مقصد جس کے لئے ہم یہ تگ ودو کر رہے ہیں، وہ قیادت کی تبدیلی کرتے ہوئے انقلاب برپا کرنا ہے۔ یعنی ہم اس تک اس لئے پہنچنا چاہتے ہیں کہ زمین کو فاسقوں فاجروں کی قیادت کی نجاست سے پاک کر دیں اور اس میں نیک صالح قیادت کا نظام امامتِ راشدہ قائم کریں، اور اس کوشش اور مسلسل تگ وتاز کو دنیا اور آخرت میں رب العالمین کی رضا حاصل کرنے کا بڑا اور کامیاب وسیلہ سمجھتے ہیں'' [2]۔

---

[1] جو شخص یہ کام کرے اس پر مسلمان لفظ کا اطلاق کرنا ہی جائز نہیں الا یہ کہ وہ جہالت میں ایسا کرے اور اس پر حجت تمام نہ ہوئی ہو۔ (شیخ فوزان)

[2] تحریک اسلامی کی اخلاقی بنیادیں "الأسس الأخلاقية للحركة الاسلامية": ص ۱۶

ہر وہ شخص جو قرآن مجید یاد رکھتا ہے، صبح شام اس کی تلاوت کرتا ہے اور پیغمبروں کی دعوت پر غور وخوض کرتا ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ مقصد انبیاء علیہم السلام کا نہیں تھا اور نہ ہی ان کی محنتیں اس مقصد کے لئے تھیں اور نہ ہی اس کے لئے محنتیں اور کوششیں اللہ کی رضا کا بڑا اور کامیاب ذریعہ ہیں۔ بلکہ اللہ کی رضا کا بڑا اور کامیاب ذریعہ انبیاء کرام کے ان نقوشِ قدم کی پیروی ہے جو انہوں نے زمین کو شرک کے فساد سے پاک کر کے انجام دیا، نیز اللہ کی رضا جوئی، ایمان اور اس کے معروف ارکان، اسلام اور اس کے مشہور ارکان کی پاسداری سے ممکن ہے۔

استاد مودودی کو اس بات کا مکمل علم اور معرفت تامہ حاصل تھی کہ اہل ہند اسلام کے بارے میں کس جہالت میں مبتلا ہیں اور کس قسم کی بدعات وگمراہیوں میں غرق ہیں۔ وہ یہ بھی اچھی طرح سے جانتے تھے کہ ان مسلمانوں میں ان کے سابقہ ادیان (جیسے ہندومت) کے بہت سے اعتقادات، اخلاق وتقالید باقی ہیں۔ انہوں نے خود اس بارے میں اپنی کتاب "واقع المسلمین وسبیل النهوض بهم" (مسلمانوں کی موجودہ حالت اور اس سے چھٹکارا پاکر عروج حاصل کرنے کی سبیل) ص ۱۲۸-۱۲۹ میں دائرۂ اسلام میں داخل ہونے والوں کی صحیح اسلامی ترتیب میں حکمرانوں کی تقصیر وناکامی کا ذکر کرنے اور یہ بتانے کے جو تعلیمی ادارے قائم کئے گئے تو وہ بھی ایک مخصوص اعلی یا متوسط طبقے کے افراد کے لئے تھے۔ کہتے ہیں:

"عوام اب تک اسلامی تعلیمات سے مکمل جہالت میں جی رہے ہیں اور اس کے اصلاحی آثار سے بڑی حد تک محروم ہیں۔ جس کا سبب یہ ہے کہ جو غیر مسلم معاشرے وقبائل اسلام میں داخل ہوئے اسلام لانے کے باوجود بہت سے باطل رسوم اور جاہلی عادات جن پر وہ قبل از اسلام عمل پیرا تھے انہیں اسلام لانے کے بعد بھی جاری رکھا اور جو آج تک ان میں جاری وساری ہیں۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ان کے افکار واعتقادات تک مکمل طور پر تبدیل نہیں ہونے پائے جس کی وجہ سے اب تک ان میں مشرکین کے عقائد اور ایسی اوہام پرستی موجود ہے جو انہیں ان کے کافر آباء واجداد کے ادیان سے ورثے میں ملی۔ اسلام لانے کے بعد زیادہ سے زیادہ جو فرق ان میں آیا وہ یہی تھا کہ انہوں نے تاریخ اسلام میں کچھ نئے معبودات کا اضافہ کر دیا اور اپنے لئے اسی طرح کے نئے معبودات چن لئے جیسے وہ پہلے پوجا کرتے تھے۔ اور اپنے پرانے بت پرستی کے اعمال کے لئے جدید اسلامی مصطلاحات منتخب کر لیں۔ یعنی اعمال سارے جو قبل از اسلام تھے وہی رہے بس ان کا ظاہری رنگ وصورت بدل دی گئی۔ جو کچھ میں نے کہا ہے اگر آپ اس بات کی گواہی طلب کرنا چاہیے تو اپنے ملک میں سے کسی خاص علاقے کے لوگوں کے جو اسلام لائے موجودہ حالات پر غور کریں اور پھر تاریخ کی طرف پلٹیں اور دیکھیں کہ اس مخصوص علاقے کے لوگ

اسلام سے پہلے کس دین پر تھے۔تو آپ پائیں گے کہ ان مسلمانوں میں بہت سے اسی قدیم دین کے عقائد واعمال پائے جاتے ہیں الا یہ کہ انہیں نئی شکل اور نیا رنگ دے دیا گیا ہے۔

چناچہ ایسے علاقے جہاں اسلام سے پہلے مثلاً بدھ مت دین ہوا کرتا تھا لوگ بدھا کے آثار کی عبادت کیا کرتے تھے جیسے اس کے دانتوں میں سے کوئی دانت یا اس کی ہڈیوں میں سے کوئی ہڈی یا اسی طرح کی اور چیزیں جن کی لوگ عبادت کرتے تھے اور ان سے تبرک لیا کرتے تو آپ آج پائیں گے کہ اس علاقے کے لوگ نبی کریم ﷺ کے موئے مبارک سے یا قدم کے آثار سے یا پھر مسلمانوں میں سے عبادت گزار نیک وصالح بزرگوں کے آثار سے تبرک لے رہے ہوں گے۔اس طرح سے آپ بہت سی مروجہ رسومات وعادات کو جن قبائل نے اپنے اسلام میں داخل کرر کھا ہے کا معائنہ کریں اور پھر اسی جگہ کی غیر مسلم قوموں میں مروجہ رسوم وتقالید کا مشاہدہ کریں گے تو ان دونوں میں بہت کم ہی فرق محسوس ہو گا۔

کیا یہ سب اس بات کا منہ بولتا ثبوت نہیں کہ گزشتہ صدیوں سے جن کے ہاتھ میں مسلمانوں اور ان کے اجتماعی معاملات کی زمام کار تھی وہ اپنے اس فریضہ کی ادائیگی میں حد درجہ کوتاہی کے مرتکب ہوئے ہیں،اس طور پر کہ انہوں نے کوئی مدد ومعاونت کا ہاتھ نہ بٹایا ان لوگوں کے ساتھ جو انفرادی طور پر نشر اسلام کی جدوجہد کر رہے تھے''۔

میں یہ کہتا ہوں کہ: مودودی کو مکمل طور پر اپنے ملک کے حالات اور اس کی تاریخ کا علم تھا اور کس طرح سے وہاں کے مسلمانوں کے عقائد اپنے بت پرست اسلاف بلکہ معاصرین سے متاثر ہیں اور پھر ساری ملامت مسلمانوں کے گزرے ہوئے حکمرانوں پر ڈال دی کہ وہ اسلام کی نشر واشاعت میں کوتاہی کا شکار رہے اور جو لوگ انفرادی طور پر نشر اسلام اور اسلام میں داخل ہونے والوں کی تربیت کا کام کر رہے تھے ان کے ساتھ بھی کوئی تعاون کا ہاتھ نہ بٹایا۔ان کا اس قدر گہرا ادراک تو اس بات کا متقاضی تھا وہ توحید،اللہ تعالی کے لئے عبادت کو خالص کرنے اور عقائد پر توجہ مرکوز رکھنے کی دعوت کے سلسلے میں منہج انبیاء کو اختیار کرتے یہاں تک کہ ان مسلمانوں کو ہندوانہ یا بدھ مت وغیرہ کے پلید شرکیہ عقائد سے نجات دلاتے۔بلکہ انہوں تو یہ چاہیے تھا کہ اگر اپنی تمام دعوت وتالیف کی قوت اور اپنے متبعین کو اس میدان کے لئے تیار کرنے کی ہمت نہ کی تو کم از کم توحید کے داعیان کی مخالفت تو نہ کرتے۔بجائے اس کے انہوں نے اپنی تمام بھرپور توانائیاں وطاقتیں سیاست واقتصاد کے میدان میں کھپا دیں۔اگر یہ لوگ جو کچھ سیاست واقتصاد پر انہوں نے لکھا ہے سب پر مکمل ایمان رکھتے ہوئے فوت ہو گئے تو کیا یہ انہیں اس بت وقبر پرستی سے بچا سکتے ہیں؟اور کیا یہ اسے جہنم کی آگ سے بچا سکیں گے؟۔

علاوہ ازیں کن لوگوں کے ساتھ مل کر صالح امامت راشدہ قائم کریں گے حالانکہ حال یہ ہے کہ انہوں نے اپنی جماعت اور تنظیم کے دروازے ہر ایک کے لئے کھول رکھے ہیں۔ چناچہ ان کا دروازہ سب کے لئے کھلا ہے خواہ وہ غالی قبرپرست بریلوی ہو یا رافضی، دیوبندی ہو یا سلفی[1] یعنی صحت مندوں کے ساتھ مریضوں کا اختلاط کیا جارہا ہے تو نتیجہ کیا نکلے گا وہی جو نکل رہا ہے کہ مرض بڑھ جائے گا اور اس کے جراثیم صحت مند افراد کو بھی پوری طرح اپنی لپیٹ میں لے لیں گے، یا پھر کم از کم توحید و سنت کی دعوت اور شرک و بدعات کے خلاف جنگ سے ان کی زبانوں کو اور کتابت سے ان کے قلموں کو مفلوج کردیں گے۔ یہ نتیجہ ہے ایسے اجتماع اور ایسے مناہج کا جو ان کے لئے مقرر کیا جاتا ہے۔

کیا پھر ان جیسے لوگوں سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ یہ زمین کو فساد سے پاک کرکے ایک صالح امامت راشدہ کا نظام قائم کریں گے اور ایسی کامیابی پالیں گے جو مودودی کے بقول خلفائے اربعہ کے بعد اصحاب محمد ﷺ اور جلیل القدر مہاجرین وانصار کی اولادیں تک نہ کرسکیں اور اپنے اس قول میں مودودی نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بدترین دشمنوں اور ان دشمنوں سے دوستی رکھنے والوں کی موافقت کی اور یہ بھی کہا کہ عثمان و علی رضی اللہ عنہما کی خلافت کے بعد حکومت اسلامیہ اسلامی قواعد کے بجائے جاہلیت کے قواعد پر قائم ہوگئی تھی[2]۔

جب ایسے لوگ جن کی تربیت خود رسول اللہ ﷺ اور آپ کے خلفائے راشدین اور صحابۂ مکرمین نے فرمائی اپنی

---

[1] یہ بات جو ہم بتارہے ہیں اس جماعت کے تعلق سے مشہور و معروف ہے اگر کوئی نہیں جانتا تو ہم ایک دلیل بطور مثال پیش کئے دیتے ہیں: پاکستانی روزنامہ اخبار "جنگ" بتاریخ ۲۵ اپریل، ۱۹۸۴ء کو کراچی میں محمود الشام کا نائب امیر جماعت اسلامی پروفیسر غفور احمد سے لیا گیا انٹرویو شائع کیا، جس کے الفاظ یہ ہیں کہ: "آپ کی ان لوگوں کے بارے میں کیا رائے ہے جو مذہبی بنیادوں پر جماعت اسلامی سے تعارض کرتے ہیں؟ پروفیسر غفور احمد کہتے ہیں: یہ بات بالکل درست ہے کہ مذہبی جماعتیں بہت سے امور میں ہم سے تعارض برتتی ہیں بلکہ دیکھنے میں آیا ہے کہ وہ ہمیں مسلمان تک نہیں سمجھتیں، لیکن ان دینی جماعتوں کو چاہیے کہ وہ دین کو اختلافات اور تفرقہ کا سبب نہ بنائیں۔ ہمارے موجودہ حالات تو ایسے ہیں کہ یہ اختلافات مساجد تک میں جنگ وجدل و مخاصمت تک پہنچ چکے ہیں محض عقیدے کی بنیاد پر، حالانکہ جہاں تک جماعت اسلامی کے عقیدے کا تعلق ہے تو اس میں ہر فرقے کے افراد موجود ہیں چاہے اہل حدیث ہوں یا دیوبندی، بریلوی ہوں یا شیعہ۔ خود میں بریلوی عقیدے سے تعلق رکھتا ہوں پر کسی شخص کا بریلوی ہونا اسے جماعت اسلامی میں شمولیت سے ہر گز بھی مانع نہیں۔

[2] تفصیل کے لئے دیکھیں خلافت وملوکیت کی شرعی حیثیت از حافظ صلاح الدین یوسف۔ (ط ع)

وانصار کی اولادیں تک نہ کر سکیں اور اپنے اس قول میں مودودی نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بد ترین دشمنوں اور ان دشمنوں سے دوستی رکھنے والوں کی موافقت کی اور یہ بھی کہا کہ عثمان و علی رضی اللہ عنہما کی خلافت کے بعد حکومت اسلامیہ اسلامی قواعد کے بجائے جاہلیت کے قواعد پر قائم ہو گئی تھی[1]۔

جب ایسے لوگ جن کی تربیت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین اور صحابۂ مکرمین نے فرمائی اپنی حکومت کی بنیاد جاہلیت پر رکھتے ہیں تو پھر ایسی جماعت کی جانب سے ہم کس چیز کے منتظر ہیں کہ جو بہت سی مختلف فکر، نظریات وعقائد رکھنے والوں کا انتہائی تعجب خیز اختلاط لئے ہوئے اور انبیاء کرام علیہم السلام کے طریقے سے سب سے دور رہنے والی ہو۔

ب: پھر استاد مودودی لکھتے ہیں:

"افسوس کہ ہم تمام انسانوں بشمول مسلم و غیر مسلم دیکھتے ہیں کہ وہ ہمارے اس مقصد اور مطمح نظر سے غافل ہیں، مسلمان اس لئے کہ وہ اسے ایک سیاسی مقصد شمار کرتے ہیں اور دین میں اس کی کوئی اہمیت نہیں سمجھتے، لیکن غیر مسلم اس لئے کہ ان کی تربیت، اسلام کے خلاف تعصب پر ہوئی ہے۔ اسلام سے ناواقف اور اس کی تعلیمات سے نا آشنا ہونے کے سبب ان کو اس حقیقت کا کچھ پتہ ہی نہیں کہ فاسق و فاجر لوگوں کی قیادت تمام گندگیوں کا ڈھیر اور ان تمام مصائب کا خزانہ ہے جس سے نسل انسانی دوچار ہوئی، اس لئے انسانی سعادت اور بھلائی اسی میں ہے کہ دنیا کے تمام معاملات نیک اور انصاف پسند لوگوں کے ہاتھ میں ہوں"[2]

میں کہتا ہوں کہ: استاد (مودودی) نے اپنے اور اپنے متبعین کا جو مقصد متعین کیا ہے وہ اہم تو ہو سکتا ہے لیکن پیغمبروں کی غایت یہ نہیں تھی۔ اس سے بھی بڑا عظیم اور افضل مقصد تمام انسانوں کو توحید کی رہنمائی کرنا ہے اور یہی وہ مقصد ہے جس کا اہتمام سیدنا انبیاء علیہم السلام اور مصلحین نے کیا، پھر ان کا یہ کہنا کہ "فاسقوں کی قیادت تمام گندگیوں کا ڈھیر اور ان مصائب کا سرچشمہ ہے جس سے نسلِ انسانی دوچار ہوئی" اس کے تعلق سے میں کہوں گا کہ فاسقوں کی قیادت کچھ مصائب کا سرچشمہ تو ہو سکتی ہے، لیکن تمام کی نہیں، مصائب کے کچھ سرچشمے یہ بھی ہے، مثلاً: قوموں کا اللہ کے ساتھ کفر و شرک

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھیں خلافت وملوکیت کی شرعی حیثیت از حافظ صلاح الدین یوسف۔ (ط ع)

[2] الاسس الأخلاقیة: ۱۶/۱۷

،پیغمبروں کی نافرمانی اور فسق وفجور کا ارتکاب وغیرہ۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا أَرَدْنَا أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا﴾

(سورۃ الاسراء:١٦)

(جب ہم کسی بستی کو برباد کرنا چاہتے ہیں تو اس کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں، پھر وہ برائیوں کا ارتکاب کرتے ہیں، پھر ان پر فرمان صادر ہوتا ہے، پھر ہم اس بستی کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتے ہیں)

نیز ارشاد ہے:

﴿وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ﴾ (سورۃ الشوریٰ:٣٠)

(تمہیں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے تو تمہارے کرتوت کی وجہ سے ہی پہنچتی ہے، اور وہ بہت سے گناہوں کو تو درگزر ہی کر دیتا ہے)

پھر ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسَبْنَاهَا حِسَابًا شَدِيدًا وَعَذَّبْنَاهَا عَذَابًا نُّكْرًا﴾ (سورۃ الطلاق:٨)

(کتنی بستیوں نے اپنے رب کے احکام سے منہ موڑا، ہم نے اس کا سخت حساب لیا، اور اسے برا عذاب دیا)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ صرف حکام کی وجہ سے ہی نہیں بلکہ محکوم امیر وفقیر عوام کے گناہوں کی وجہ سے بھی اللہ تعالیٰ مصیبتیں نازل کرتا ہے۔ کبھی برباد کرنے والی جنگوں کی شکل میں، کبھی ہلاک کرنے والی بیماریوں، بھوکوں مرنے اور فاقہ کشی کی صورت میں، کبھی بجلی کی کڑک اور سیلابوں کی صورت میں اور کبھی زمین کی برکتیں چھین کر اور اسے بنجر بنا کر۔

ان تمام کے باوجود ہندوستان میں پائی جانے والی بت پرستی، اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام اور مصلحین امت کی نظر میں حکام کے جور وظلم سے کہیں زیادہ بری اور بدتر ہے، اسی لئے ہم سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو یہ دعا کرتے پاتے ہیں:

﴿وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَن نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ، رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ﴾ (ابراہیم: ٣٥-٣٦)

(الٰہی! مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا، میرے رب! ان بتوں نے بہتوں کو گمراہ کر دیا)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دور میں سب سے زیادہ ظالم، سرکش، اور مفسد حکمران تھا، لیکن آپ نے توحید کی دعوت اور شرک کے مٹانے کو اپنا مقصود بنایا، جب کلمہ توحید غالب ہو گا، شرک کی آواز ڈوب جائے گی تو حاکموں اور محکوموں کا حال درست ہو گا۔

ج: (مودودی) مزید لکھتے ہیں:

"اگر کوئی آج زمین کو پاک کرنا چاہتا ہے اور اس میں فساد کی جگہ اصلاح، اضطراب کی جگہ امن، انارکی کے بجائے پاکیزہ اخلاق اور برائیوں کی جگہ نیکیاں دیکھنا چاہتا ہے تو صرف یہی کافی نہیں کہ لوگوں کو بھلائیوں کی طرف دعوت دے، اللہ کا تقویٰ اور خشیت کی تعلیم دے اور انہیں اخلاق حسنہ کی ترغیب دے، بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ جتنے صالح انسانوں کی جماعت تیار کر سکتا ہے، کرے اور ان میں ایک الگ بلاک (Block) جماعتی قوت کا قائم کرے جو ان لوگوں سے زمامِ اقتدار چھیننے کی کوشش کرے جو دنیا میں مسند اقتدار پر فائز ہیں، اور زمین کی گم گشتہ امامت کو واپس لانے کے لئے انقلاب برپا کریں"[1]

میں کہتا ہوں اللہ تعالی مودودی پر رحم کرے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی نے بھی اس قسم کی سخت تصریحات نہیں فرمائیں جن کا وہ خود اپنے کو اور اپنے متبعین کو مکلف بنا رہے ہیں کہ ایسے حکمرانوں سے زمام امر چھینی جائے جو اپنی تہذیبوں کی قیادت کر رہے ہیں۔ یہ تو ایک ایسا ناقابل حمل بوجھ ہے جو کہ بیچارے کمزور و ناتوانا لوگوں پر ڈالا جا رہا ہے۔

میرے بھائی اللہ تعالی کی اپنے انبیاء کرام علیہم السلام سے رحمت و شفقت ملاحظہ کرو کہ وہ ہر قوم کے لئے خاص نبی بھیجتا اور انہیں یہ بھی فرما دیتا ہے کہ: تمہارے ذمہ محض میرا پیغام پہنچا دینا ہے، لیکن اگر ایک نوجوان (مودودی کے بقول) اپنا نصب العین اس کٹھن مسئولیت و مشن کو بنالے کہ جس کا مکلف اللہ تعالی نے انبیاء کرام علیہم السلام تک کو نہیں بنایا، تو اس کی زندگی کا کیا حشر ہو گا؟ اور وہ کیسے اس گھٹن آمیز زندگی کہ جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا کو سر کرے گا؟ جس کا سبب ایک عالم کا قدم پھسلنے کے نتیجے میں اپنے لئے ایسا جدید منہج مقرر کر دینا ہے جو کہ انبیاء کرام علیہم السلام لے کر آئے اور نہ ہی اس پر کتاب و سنت دلالت کناں ہیں، اور نہ سابقین ولاحقین مسلمان اسے جانتے ہیں۔

---

[1] الاسس الأخلاقیۃ: ۱۷-۱۸

انبیاء کرام علیہم السلام انسانیت کو خیر کی جانب رہنمائی کرنے اور انہیں شرک اور اس کے اسباب کی گندگیوں سے نکالنے آئے تھے۔ انہوں نے اس منہج کو چھوڑ کر صالح انسانی عناصر کو جمع کر کے دنیاوی تہذیبوں کی قیادت کرنے والی سلطنت و زمام کار کو چھیننے میں مشغول نہیں کیا۔ بلکہ وہ صحیح عقیدے اور خیر و بھلائی پر لوگوں کی تربیت فرمایا کرتے تھے، پھر اگر لوگ ان کی دعوت قبول کرتے اور انہیں کوئی سرزمین میسر آتی تو وہاں سے وہ جہاد فی سبیل اللہ کا علم بلند کرتے اور لوگوں سے اس بات پر جہاد کرتے کہ وہ "لا الہ الا اللہ" (اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود بر حق نہیں) کا اقرار کریں اور کلمۂ توحید کا اعلان کر کے شرک اور اس کی مضرت رسانی و گندگی سے بیزاری کا اظہار کریں۔ اور اگر ان کے متبعین اس درجے و مستوی تک نہیں پہنچ پاتے تو انہوں نے کبھی بھی زمین کے جابر حکمرانوں کو اس قسم کی اعلانات و دھمکیاں نہیں دیں اور نہ ہی اپنے کمزور پیروکاروں کو ایسے مصائب و فتنوں کی نظر کیا اگرچہ وہ عظیم ترین امانت کے پاسدار اور سب سے برتر اسلامی اصول و بنیاد یعنی توحید کی جانب دعوت دینے والے تھے۔

ان بے چاروں کا آخر کیا بنے گا جنہوں نے پیغمبروں کے طریقے سے منہ موڑا، چھوڑ دیا اور سب سے بڑی بیماری (شرک) کو امت میں چھوڑ دیا۔ اس کو دفع کرنے کا کوئی پروگرام ان کے منشور میں نہیں، اور پھر یہ صالح عناصر کا ایک مضبوط بلاک (Block) بنانا چاہتے ہیں۔ تاکہ ان کے ذریعے وہ اپنے منزل مقصود اور مطمح نظر کو حاصل کر سکیں، للہ ذرا بتائیں کہ جب ہم عقیدے، تربیت اور دعوت میں انبیاء علیہم السلام کے منہج سے ہٹ گئے تو پھر یہ صالح عناصر کہاں سے وجود میں آئیں گے؟ کیا آسمانوں سے ان کا نزول ہو گا؟

د: پھر استاد مودودی لکھتے ہیں:

"قیادت اور لیڈری انسانی زندگی کا ایک اہم مسئلہ اور اصل الاصول ہے۔ اس مسئلہ کی اہمیت اور خطرناکی صرف موجودہ دور کی ہی نہیں بلکہ قدیم زمانے سے چلی آرہی ہے۔ بطورِ گواہ یہ کہاوت کافی ہے: "الناس علی دین ملوکھم"[1] (لوگ اپنے

---

[1] یہ تو بہت عجیب و غریب استدلال ہے اس حساس مسئلہ کے بارے میں جسے وہ "مسألة المسائل" (تمام مسئلوں میں بڑا اور اہم ترین مسئلہ) قرار دیتے ہیں اس پر ایک عامیانہ کہاوت کو دلیل بناتے ہیں، جس کے قائل کا کچھ اتہ پتہ نہیں اور طرہ یہ کہ گویا اسے حدیث سمجھ بیٹھے ہیں۔

بادشاہوں کے دین پر رہتے ہیں)[1] آپ پھر یہی بات دہراتے ہوئے کہتے ہیں: ''ہر امت کے علماء اور اکابر اس قوم کی بھلائی یا برائی کے ذمہ دار ہیں''

یہ ایک عظیم مفکر کے خیالات ہیں، اللہ کی قسم! اگر میں انہیں کسی سچے انسان کی زبانی بھی سنتا تو اس عظیم مفکر پر تہمت سمجھتا، لیکن میں کیا کہوں؟ دوسرا کیا کہے؟ جب کہ میرے سامنے آپ کی کتاب ''الأسس الأخلاقية للحركة الاسلامية'' (عربی ترجمہ تحریک اسلامی کی اخلاقی بنیادیں) ہے۔ جسے آپ نے جماعتِ اسلامی کے ارکان انصار، متاثرین، متفقین اور ہمدردوں کے اجتماع میں آج سے تقریباً چالیس سال پہلے خطاب کیا تھا اور اس خطاب کو کتابی شکل میں آپ کی جماعت کے احباب لگاتار پچاس سالوں سے برابر شائع کرتے ہوئے چلے آرہے ہیں۔

حالانکہ سب سے اہم مسئلہ تو توحید اور ایمان کا مسئلہ ہے، جسے تمام پیغمبر لے کر آئے اور جس کی تلخیص اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول میں فرمادی:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ (سورۃ الانبیاء: ۲۵)

(ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے ان کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں، اس لئے تم میری ہی عبادت کرو)

پھر ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ (سورۃ النحل: ۳۶)

(اور تحقیق ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ وہ لوگ اللہ کی عبادت کریں اور طاغوت سے بچیں)

پھر ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ-بَلِ اللَّهَ فَاعْبُدْ وَكُن مِّنْ

[1] الأسس الأخلاقية: ۲۲/۲۱

الشَّاكِرِينَ﴾ (سورۃ الزمر:٦٥-٦٦)

(اور تحقیق تمہاری اوران پیغمبروں کی جانب جو تم سے پہلے تھے وحی کی گئی تھی کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے (نیک) عمل تباہ ہو جائیں گے اور تم نقصان اٹھانے والوں میں ہو جاؤ گے۔ بلکہ تم اللہ ہی کی عبادت کرو اور شکر کرنے والوں میں ہو جاؤ)

یہی وہ اہم مسئلہ ہے جس کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام اور گمراہ امتوں کے درمیان معرکے پیش آئے اسی کی بنا پر کچھ امتیں غرق کر دی گئی، کچھ کو ملیامیٹ کر دیا گیا کسی کو زمین میں دھنسا دیا گیا اور کسی کو بھیانک عذاب سے دوچار کیا گیا۔ ہم گزشتہ صفحات میں اس کے متعلق کئی دلائل دے چکے ہیں تو آپ ان کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

دین کا مقصد عبادت ہے نہ کہ امامت

ھ: پھر کہتے ہیں:

"حقیقی دین کا مقصد، امامت راشدہ کے نظام کا قیام ہے"[1]

میں کہوں گا: حقیقی دین کا مقصد، انس وجن کی تخلیق، پیغمبروں کی بعثت اور کتابوں کے نزول کا مقصد اللہ کی عبادت اور دین کو اس کے لئے خاص کرنا ہے، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (سورۃ الذاریات:٥٦)

(میں نے انسانوں اور جنوں کو محض اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے)

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ (سورۃ الانبیاء:٢٥)

(ہم نے آپ سے پہلے جس رسول کو بھیجا اس کی طرف وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں، تم میری عبادت کرو)

---

[1] الأسس الأخلاقية: ٢٢

﴿الٓر كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ- أَلاَّ تَعْبُدُواْ إِلاَّ اللّهَ إِنَّنِي لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ﴾

(سورۃ ھود: ۱-۲)

(الر، ایک ایسی کتاب ہے، جس کی آیتیں محکم کی گئی ہیں، پھر صاف صاف بیان کی گئی ہیں ایک حکیم باخبر کی طرف سے، یہ کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، میں تم کو اس کی جانب سے ڈرانے والا خوشخبری دینے والا ہوں)

استاد مودودی کا یہ تصور کہ امامت اور خلافت یہ دین حقیقی کا مقصد اور انسانی زندگی کے اہم اور اصل الاصول مسائل ہیں، اس ضمن میں، میں مناسب سمجھتا ہوں کہ روافض کی امامیہ شاخ سے تعلق رکھنے والے اور امامت کے تعلق سے غلو کرنے والے ابن المطھر الحلی پر شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تنقید کا تذکرہ کروں۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی حِلّی رافضی پر تنقید

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"رافضی مصنف کہتا ہے: امام بعد! یہ ایک اچھا رسالہ اور لطیف مقالہ ہے، جو احکام دین کے اہم مطالب اور مسلمانوں کے عظیم مسئلہ، مسئلۂ امامت سے متعلق ہے۔ جس کے پانے سے کرامت کا درجہ حاصل ہوتا ہے اور یہ ارکانِ ایمان کا مسئلہ ہے۔ جس کے ذریعے آدمی ہمیشہ ہمیش جنت میں رہنے کا مستحق قرار پاتا ہے۔ اور رحمن کے غضب سے چھٹکارا حاصل کرتا ہے۔ [1]

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس پر کئی طرح سے کلام کیا جا سکتا ہے:

۱: رافضی مصنف کا یہ کہنا کہ: "مسئلہ ءامامت احکامِ دین اور مسلمانوں کے مسائل میں اہم ترین مسئلہ ہے" ۔ سنی مسلمانوں اور شیعہ کے اجماع کے مطابق جھوٹ ہے، بلکہ کفر ہے، کیوں کہ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا امامت کے مسئلہ سے زیادہ اہم ہے، اور دینِ اسلام میں (امامت کی) یہ بات تلاشِ بسیار کے باوجود ہمیں معلوم نہیں ہو سکی۔

---

[1] المنہاج: ۱/۲۰

کافر، ''لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی گواہی دینے تک مسلمان نہیں ہوتا، یہی وہ دعوت ہے جس پر رسول اللہ ﷺ نے کفار کے ساتھ شروع سے ہی جنگ کی، جیسا کہ کتب ستہ وغیرہ کتابوں میں منقول ہے: ''أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ، إِلَّا بِحَقِّهَا، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ''[1] (مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک کہ وہ لاالہ الااللہ اور میرے رسول اللہ ہونے کی گواہی نہ دیں، نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں، جب وہ یہ کریں گے تو انہوں نے اپنے خون اور مال مجھ سے بچالئے، سوائے اسلام کے حق سے)

فرمان باری تعالی ہے:

﴿ فَإِذَا انسَلَخَ الأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُواْ الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُواْ لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَإِن تَابُواْ وَأَقَامُواْ الصَّلاَةَ وَآتَوُاْ الزَّكَاةَ فَخَلُّواْ سَبِيلَهُمْ ﴾ (سورة التوبة: ۵)

(جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکین کو جہاں پاؤ وہاں قتل کرو، انہیں پکڑو اور گھیرو اور ہر گھات پر ان کی تاک میں بیٹھو، اگر انہوں نے توبہ کی، نماز قائم کی، زکوۃ دی تو پھر ان کا راستہ چھوڑ دو)

اسی طرح آپ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا، جب آپ نے انہیں لشکر کے ساتھ روانہ کیا اور آپ ﷺ بھی کفار کی خونریزی سے رک جاتے جب وہ اپنے کفر سے توبہ کر لیتے، اور آپ نے کبھی بھی ایسے وقت میں امامت کا ذکر تک نہیں کیا۔ نیز اللہ تعالی مذکورہ بالا آیت کے بعد فرماتا ہے:

﴿ فَإِن تَابُواْ وَأَقَامُواْ الصَّلاَةَ وَآتَوُاْ الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ ﴾ (سورة التوبة: ۱۱)

(اگر انہوں نے توبہ کی، نماز قائم کی، زکوۃ دی تو پھر تمہارے دینی بھائی ہیں)

اللہ تعالی نے توبہ کی وجہ سے کفار کو مسلمانوں کا دینی بھائی بنا دیا، عہد نبوی میں جب کفار مسلمان ہوتے تو آپ

---

[1] اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

ﷺ نے ان پر اسلامی احکام نافذ کئے، لیکن امامت کا کوئی تذکرہ نہیں کیا، اور نہ ہی کسی اہل علم نے آپ ﷺ سے اس تعلق سے کچھ نقل کیا ہے، بلکہ تلاش بسیار کے باوجود ہمیں یہ پتہ نہیں چلا کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی سے بھی اس امامت کے تعلق سے مطلق یا معین طور پر کچھ ارشاد فرمایا ہو جب کہ وہ اسلام قبول کرنے کے لئے آیا، تو پھر یہ دین کا اہم ترین مقصد کیسے بن گیا؟

۲: دوسری وجہ یہ ہے کہ ہر زمانے میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا امامت کے مسئلہ سے زیادہ عظیم رہا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ امامت کا مسئلہ کسی بھی وقت نہ اہم رہا ہے اور نہ افضل۔

۳: تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر یہ مسئلہ اتنا ہی اہم ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اپنی امت کو ضرور بتلاتے، جیسا کہ آپ نے نماز، روزہ اور حج کے امور بتلائے، اللہ پر ایمان، اس کی توحید اور آخرت کے دن کے تعلق سے بتلایا، یہ بھی معلوم ہے کہ جس طرح ان مذکورہ اصول کو کتاب و سنت میں بتلایا گیا ہے اس طرح کہیں بھی امامت کا ذکر نہیں کیا گیا۔ آگے چل کر امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ معلوم کرنا بھی ضروری ہے کہ جب یہ مسئلہ دین کا سب سے اہم اور افضل مسئلہ ہے تو کتاب اللہ میں اس کا ذکر دوسروں سے کہیں زیادہ ہوتا اور رسول ﷺ اس کا بیان دوسرے امور سے زیادہ فرماتے جبکہ قرآن کریم توحید الٰہی کے ذکر، اس کے اسماء وصفات و آیات اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور آخرت کا بار بار تذکرہ کرتا ہے، اسی طرح عبرت و موعظت کے واقعات، حدود و فرائض امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بھی ذکر کثرت سے ہے، جب کہ امامت کا اتنا ذکر نہیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے، کہ سب سے اہم اور افضل کو چھوڑ کر دوسری چیزوں سے قرآن بھرا پڑا ہو؟''[1]

''نیز جب اللہ نے اخروی سعادت کا تذکرہ فرمایا تو اس میں بھی امامت کا ذکر غائب ہے، فرمان باری تعالی ہے:

﴿وَمَن يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَـٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَـٰئِكَ رَفِيقًا﴾ (سورۃ النساء: ٦٩)

(جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالی نے انعام فرمایا یعنی نبیوں،

[1] (المنہاج: ۲۱/۱)

صدیقوں، شہداء اور صالحین کے ساتھ، اور یہ کیا ہی خوب رفیق ہیں)

اور فرمایا:

﴿ وَمَنْ يُطِعِ اللهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ، وَمَنْ يَعْصِ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ ﴾ (النساء: ١٣-١٤)

(اور جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے گا اسے اللہ تعالیٰ جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول (ﷺ) کی نافرمانی کرے اور اس کی مقررہ حدوں سے آگے نکلے اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا ایسوں کے لئے رسوا کن عذاب ہے)

جب اللہ تعالی نے آخرت کے خوش نصیبوں کا تذکرہ فرمایا تو بتایا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والے ہوں گے اور جب عذاب پانے والوں کا تذکرہ کیا تو بتایا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرنے اور حدود الہی سے تجاوز کرنے والے ہوں گے۔ اور یہی نیک بختوں اور بدبختوں میں اصل فرق قرار دیا جبکہ اس میں امامت کا کوئی ذکر نہیں؟!، اگر کوئی کہے کہ امامت بھی اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری میں داخل ہے تو اس سے کہا جائے گا کہ امامت کی فضیلت کی انتہا زیادہ سے زیادہ نماز، روزہ اور حج جیسے دیگر فرائض کی سی ہوگی جو کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں داخل ہے۔ وہ تنہا دین کا سب سے اہم مقصد اور مسلمانوں کا سب سے اہم مسئلہ نہیں بن سکتی"[1]

۵: شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حلّی کا یہ کہنا" امامت کا مسئلہ ایمان کا ایک رکن ہے۔ جس کی وجہ سے انسان جنت میں ہمیشہ رہنے کا مستحق ہوگا" جواباً کہا جائے گا۔ "امامت کو ایمان کے ارکان میں داخل کرنے والے کون ہیں؟ یہ صرف جاہل اور باطل لوگ ہیں، اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے اوصاف اور احوال قرآن مجید میں بتلائے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ایمان اور اس کے ارکان کا تذکرہ فرمایا ہے، لیکن نہ اللہ نے امامت کو ایمان کے ارکان میں داخل کیا ہے، اور نہ ہی رسول اللہ

[1] المنہاج: ۲۸،۲۹/۱

ﷺ نے۔اس سلسلے میں مشہور صحیح حدیث، حدیث جبریل ہے، جس میں سیدنا جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں انسانی شکل میں تشریف لاتے ہیں اور آپ ﷺ سے ایمان، اسلام اور احسان کے تعلق سے سوال کرتے ہیں۔ جواباً فرماتے ہیں: ''الإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ۔ ، قَالَ: وَالإِيمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الآخِرِ، وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ، قَالَ وَالإِحْسَانُ أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ'' اس حدیث کی صحت پر تمام اہلِ علم کا اتفاق ہے، امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے متعدد جگہ اس کو ذکر کیا ہے۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ حدیث متفق علیہ ہے[1] اور ابن عمر رضی اللہ عنہما[2] کی روایت صرف مسلم میں ہے۔ (اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور یہ کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دو اور رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو، پھر فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر آخرت کے دن پر اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے پر اور اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لاؤ، (اور یہاں امامت کا ذکر نہیں فرمایا) پھر فرمایا: احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی اس طرح عبادت کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر تم اسے دیکھ نہیں رہے ہو پھر بے شک وہ تمہیں دیکھ رہا ہے)

ارشادِ ربانی ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ - الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ - أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَّهُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ﴾

(سورۃ الانفال: ۲-۴)

---

[1] أخرجه البخاري، ٦٥- كتاب التفسير: تفسير سورة لقمان، حديث (٤٧٧٧)، ومسلم ١- كتاب الإيمان، حديث (٥-٧)، وابن ماجة، المقدمة، حديث (٦٤).

[2] أخرجه مسلم، ١- كتاب الإيمان، حديث (١-٤)، وأبو داود، ٣٤- كتاب السنة، ١٧- باب في القدر، حديث(٤٦٩٥)، والترمذي (٦/٥)، ٤١- كتاب الإيمان، حديث (٢٦١٠).

(بے شک مومن تو وہ ہیں جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے، اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں، وہی لوگ حقیقت میں مومن ہیں ان کے لئے اپنے رب کے پاس بڑے درجے ہیں اور مغفرت اور بہترین رزق ہے)

اس آیت میں مذکورہ صفات سے متصف افراد کے مومن ہونے کی گواہی دی گئی ہے، لیکن اس میں امامت کا کوئی تذکرہ نہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ﴾ (سورۃ الحجرات: ١٥)

(بے شک مومن وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں، پھر شک نہیں کرتے، اور جنہوں نے اپنے مال اور جان سے اللہ کے راستے میں جہاد کیا، وہی لوگ سچے ہیں)

مذکورہ آیت میں مذکورہ صفات کے حاملین کے سچے مومن ہونے کی گواہی دی جارہی ہے۔ لیکن امامت کے تذکرے کے بغیر، نیز ارشاد باری تعالی ہے:

﴿لَّيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾ (سورۃ البقرۃ: ١٧٧)

(نیکی یہ نہیں کہ تم نے اپنے چہرے مشرق اور مغرب کی طرف کرلئے، بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر ایمان لائے، اور اس (اللہ) کی محبت میں اپنا مال، رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور (ہاتھ پھیلا کر) مانگنے والوں اور غلاموں کی رہائی میں دے، اور نماز قائم کی اور زکوۃ دی، اور اپنے عہد کو وفا کرنے والے اور سخت تنگی ومصیبت میں اور (حق وباطل کے) معرکوں میں صبر کرنے والے، یہی لوگ سچے اور یہی لوگ پرہیزگار ہیں) یہاں بھی امامت کا ذکر نہیں ہوا۔

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿الم-ذَلِكَ الْكِتَابُ لاَ رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ-الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ-والَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ وَبِالآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ-أُوْلَـئِكَ عَلَى هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

(سورۃ البقرہ:۱-۵)

(الم۔ یہ کتاب (اللہ کی ہے) اس میں کوئی شک نہیں ہے، متقیوں کے لئے راہ دکھانے والی ہے، جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں، اور ہم نے انہیں جو رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں، جو ان تمام باتوں پر ایمان لاتے ہیں، جو تم پر نازل کی گئیں اور جو تم سے پہلے (انبیاء پر) نازل کی گئیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں، یہی لوگ اپنے رب کی جانب سے سیدھی راہ پر ہیں اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں)

اللہ تعالٰی نے مذکورہ صفات کے حامل لوگوں کو ہدایت اور نجات پائے ہوئے لوگوں میں کر دیا، لیکن امامت کا تذکرہ کہیں نہیں کیا۔

اور ہم دین محمد بن عبد اللہ ﷺ کے بارے میں یہ بات یقینی اور قطعی طور پر جانتے ہیں کہ جب لوگ اسلام لائے تو آپ ﷺ نے ان کے ایمان کا دار و مدار امامت کی معرفت پر موقوف نہیں رکھا، بلکہ اس امامت کے تعلق سے کوئی تذکرہ تک نہیں فرمایا۔ اگر امامت ایمان کے ارکان میں ہوتی تو ضرور آپ اسے بیان فرماتے۔ تاکہ اہلِ ایمان اس کے ذریعے ایمان حاصل کرتے، جب یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ایمان میں امامت کی شرط نہیں رکھتے تھے تو پھر اسے ایمان کی شرط قرار دینا اہل بہتان کا کام ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ یہ ایمان کی عام نص (دلیل) میں داخل ہے یا اس قبیل سے ہے کہ "مالم یتم الواجب الا به"[1]، یا اس پر کوئی دوسرے دلائل دلالت کرتے ہیں تو اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ: "اگر ان تمام باتوں کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس کی انتہا یہی ہے کہ وہ دین کے فروع میں سے ایک ہے نہ کہ ایمان کے ارکان میں سے کوئی رکن،

---

[1] یہ ایک شرعی قاعدہ کی طرف اشارہ ہے کہ "مالم یتم الواجب الا به فهو الواجب" (ایسا کام جو خود تو واجب نہیں لیکن ایک واجب کی ادائیگی کے لئے اس کا ہونا شرط ہے تو خود بخود یہ بھی واجب ہو جاتا ہے) جیسے وضوء کرنے کا عام حکم مباح یعنی جائز ہے کہ انسان کبھی بھی کر لے مگر نماز جو کہ واجب یعنی فرض ہے کی ادائیگی بنا وضوء کے ممکن نہیں تو اس وقت وضوء واجب ہو جائے گا۔ (ط ع)

کیوں کہ ایمان کا رکن وہ ہے جس کے بغیر ایمان حاصل ہی نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ شہادتیں ہے، کوئی آدمی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی نہ دے۔ اگر امامت ایمان کے ارکان میں سے ہوتی، جس کے بغیر کسی کا ایمان مکمل نہ ہو تو ضرور آپ ﷺ اس کا کھل کر اعلان فرماتے، تاکہ کسی کے لئے کوئی عذر نہ ہو، جیسا کہ شہادتین، اللہ، فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور آخرت پر ایمان کو بیان فرمایا، پھر ہم یہ کیوں نہیں پاتے کہ لوگ آپ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں لیکن آپ ﷺ ان میں سے کسی پر نہ مطلق امامت کی شرط عائد کر رہے ہیں اور نہ معین[1]۔

۱: میں نے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی اس قدر باتیں اس لئے نقل کی ہیں کہ امت کو آپ کی جلالتِ شان، قوتِ فہم، اسلام کی گہرائی و گیرائی پر عمیق نظر اور امت کے لئے آپ کے اخلاص پر اعتماد ہے۔

۲: کیوں کہ مودودی اور حلی کا دعویٰ بھی ایک ہی طرح کا ہے، بلکہ سخت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ مودودی کا دعویٰ اس رافضی سے بھی بڑا ہے، حلی نے امامت کو ''احکامِ دین کا اہم مقصد'' اور ''ایمان کے ارکان میں سے ایک'' قرار دیا۔ جب کہ مولانا موصوف نے اسے ''انسانی زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ اور اصل الاصول ''حقیقی دین کی غرض وغایت'' اور ''پیغمبروں کا اصل مقصد'' قرار دیا ہے۔ جیسا کہ مزید آگے بیان ہو گا۔

۳: اس سے میرا مقصد مسلم نوجوانوں کو نصیحت کرنا ہے تاکہ وہ اپنے پیغمبر ﷺ کی ہدایت کو مضبوطی سے تھام لیں، انہیں میری نصیحت ہے کہ وہ ربیع اور مودودی کے درمیان موازنہ نہ کریں، بلکہ اس قرآن کے مرتبہ کو بلند کریں جو ان کے رب کا کلام ہے اور اپنے پیغمبر جناب محمد ﷺ کی سنت کا مقام بلند کریں، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی انسان کی بات کا موازنہ نہ کریں، چاہے اس کا مقام و مرتبہ کتنا ہی بلند و بالا کیوں نہ ہو، یہی ایمان کا تقاضہ اور سچائی کی دلیل ہے۔

---

[1] المنہاج: ۱/۳۲، ۳۳

امامت علمائے اسلام کی نظر میں اور اس کے وجوب پر دلائل

امام ابوالحسن الماوردی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(امامت نبوت کی نیابت کے لئے وجود میں لائی گئی ہے، تاکہ دین کی حفاظت ہو اور دنیا کا نظام چل سکے، امت میں جو شخص اس کا اہل ہو امام مقرر کرنا اجماع امت سے واجب ہے۔ اگرچہ کہ اس معاملے میں امام اصم رحمہ اللہ نے اجماعِ امت سے ہٹ کر شذوذ اختیار کیا ہے، علماء اس بارے میں مختلف ہیں کہ امامت عقلاً واجب ہے یا شرعاً؟ ایک جماعت کہتی ہے کہ عقلاً واجب ہے، کیوں کہ عقل مندوں کی طبیعت اس شخص کی سرداری کو مانتی ہے جو انہیں ظلم سے نجات دلاتا ہو، جیسا کہ الأفوہ الأودی کہتا ہے:

لا یصلح الناس فوضی لا سراۃ لھم   ولا سراۃ إذا اجھالھم سادوا

(لاقانونیت لوگوں کے لئے درست نہیں، اس طرح کہ ان کا کوئی سردار نہ ہو، نہ ہی اس قوم کا کوئی سردار ہے جس کے جاہل سردار بن بیٹھیں۔ گویا کہ وہ سردار کہلانے کے لائق ہی نہیں، ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہے)

ایک جماعت کہتی ہیں کہ امامت شرعاً واجب ہے عقلاً نہیں، اس لئے کہ امام ان شرعی امور کو قائم کرتا ہے جسے عقل جائز ٹھہراتی ہے۔ الاّ یہ کہ وہ امرِ تعبّدی (وہ معاملے جو عبادت سے متعلق ہوں) سے نہ ہو، اس طرح یہ عقلاً نہیں شرعاً واجب ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے بھی امامت کے واجب ہونے پر اجماع ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَطِيعُواْ اللّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُمْ﴾ (سورۃ النساء: ۵۹)

(اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حاکموں کی)

امام ماوردی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اللہ نے ہم پر اولوالامر کی اطاعت واجب کی، اس سے مراد وہ امام ہیں جو ہم پر امیر مقرر کئے گئے ہیں، اسی تعلق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "سَيَلِيكُمْ بَعْدِي وُلَاةٌ، فَيَلِيكُمُ الْبَرُّ بِبِرِّهِ،

وَالْفَاجِرُ بِفُجُورِهِ، فَاسْمَعُوا لَهُمْ وَأَطِيعُوا فِيمَا وَافَقَ الْحَقَّ، وَصَلُّوا وَرَاءَهُمْ فَإِنْ أَحْسَنُوا فَلَكُمْ وَلَهُمْ، وَإِنْ أَسَاءُوا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ"[1]. (میرے بعد تم پر مختلف قسم کے حاکم آئیں گے، کچھ تو نیک ہوں گے جو اپنی نیکیوں کے ساتھ آئیں گے اور کچھ برے ہوں گے، جو اپنی برائیوں کے ساتھ آئیں گے، تم ان کی سنو اور اطاعت کرو ہر اس چیز میں جو حق کے موافق ہے، اگر انہوں نے نیک کام کئے تو انہیں بھی ثواب ملے گا اور تمہیں بھی، اگر انہوں نے برائیاں کیں تو تمہارا ثواب تمہیں ملے گا اور ان کا گناہ ان پر ہو گا)

امام ماوردی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جب امامت کا واجب ہونا ثابت ہو گیا تو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ یہ فرضِ کفایہ ہے، جیسا کہ جہاد اور علم حاصل کرنا ہے"[2]

قاضی ابو یعلیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"امام مقرر کرنا واجب ہے"۔

محمد بن عوف بن سفیان الحمصي کی روایت سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "فتنہ اس وقت ابھرے گا جب لوگوں کے معاملات کا ذمہ دار کوئی نہیں ہو گا، اس کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان جب سقیفہ بن ساعدہ میں اختلاف رونما ہوا اور انصار نے کہا کہ "ہم میں سے ایک امیر ہو گا اور تم میں سے ایک امیر ہو گا" تو سیدنا ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما نے اس بات کی تردید فرمائی" بعض علماء نے کہا ہے کہ: "عرب صرف خاندانِ قریش کے آگے ہی سرنگوں ہو سکتا ہے" اس تعلق سے کچھ احادیث بھی ذکر کی گئی ہیں، اگر امامت واجب نہ ہوتی تو نہ یہ محاورے وجود میں آتے اور نہ ہی آپس میں مناظرہ ہوتا، کچھ علماء نے امامت کے وجوب کا ہی سرے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ "یہ قریش کے لئے واجب ہے نہ دوسروں کے لئے"[3]۔

---

[1] سنن دارقطنی ١٧٤١، العجم الاوسط للطبرانی ٦٣١٠، وقال الالبانی فی ارواء الغلیل إسناده ضعيف جدا

[2] الأحكام السلطانية (ص:٥-٦)

[3] الأحكام السلطانية (ص:١٩).

امام الحرمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''مسألة الإمامة من الفروع''[1] (امامت کا مسئلہ اصولِ دین سے نہیں فروع سے تعلق رکھتا ہے)۔

محترم قارئین! امامت کے مسئلہ میں آپ نے علماء کی آراء کو ملاحظہ فرمایا، کوئی اسے دین کی فروعات میں شمار کر رہا ہے اور کوئی دین کی حفاظت اور دنیا کے انتظام کا ایک وسیلہ گردان رہا ہے، جو اسے واجب شمار کر رہے ہیں ان میں بھی اختلاف ہے کہ یہ شرعاً واجب ہے یا عقلاً؟ ہم اس کے وجوب کے اقرار کے ساتھ یہ بھی ضرور کہیں گے کہ امام ابو یعلی رحمہ اللہ نے جو دو دلائل دیئے ہیں ان میں سے کسی میں بھی امامت کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ یہ ان امیروں کی اطاعت کے وجوب کا عام حکم ہے جن کی امارت قائم ہو چکی ہے اور یہی حال مذکورہ حدیث کا بھی ہے، اسی لئے جب امام ماوردی رحمہ اللہ نے دیکھا کہ اس میں واضح دلیل نہیں ہے تو وہ اسے ٹال گئے۔ بہر حال جس امامت کے وجوب کے دلائل میں اس قدر شدید اختلاف ہو پھر اس کے بارے میں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ''وہ دین حق کی غایت'' اور ''انبیاء کے مشن کی غایت'' ہے؟ اور آخر تک جو مبالغات اس بارے میں کئے جاتے ہیں جس کی وجہ سے اس کے درجے کو بہت بڑھا چڑھا کہ بیان کیا جاتا ہے اور دین وعقیدے کی شان ودرجے کو کم تر وکمزور کیا جاتا ہے۔

مودودی لکھتے ہیں:

''اسی لئے انبیاء علیہم السلام کی رسالت کا مقصود ہمیشہ یہی رہا ہے کہ وہ دنیا میں اسلامی حکومت قائم کریں اور اس میں انسانی زندگی کا وہ نظامِ کامل رائج کریں جسے وہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے لے کر آئے تھے''[2]

اس ضمن میں، میں کہوں گا کہ: انبیاء علیہم السلام کے تعلق سے کوئی سیاسی نتیجہ از خود نکالنا ناجائز ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام اور ان کی زندگی کی غیبی باتیں ہمیں بیان فرمائی ہیں، جس میں حدودِ وحی سے باہر نکل کر سوچنا اور غور کرنا ہمارے لئے ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ سیدنا یوسف علیہ السلام کا واقعہ بیان کرنے سے پہلے فرماتا ہے:

---

[1] مغيث الخلق (ص:٩).

[2] تجدید الدین: ۳۴، عربی ترجمہ: تجدید واحیائے دین

﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَـٰذَا الْقُرْآنَ وَإِن كُنتَ مِن قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ﴾

(سورۃ یوسف:٣)

(ہم قرآن کو تمہاری طرف وحی کر کے ایک بہترین قصہ بیان کرتے ہیں حالانکہ جس سے پہلے تم بے خبر تھے)

یوسف علیہ السلام کے واقعہ کے اختتام پر فرماتا ہے:

﴿ذَٰلِكَ مِنْ أَنبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُونَ﴾ (سورۃ یوسف:١٠٢)

(یہ (واقعہ) غیب کی خبروں سے ہے ورنہ تم اس وقت ان کے پاس نہیں تھے جب کہ انہوں (بھائیوں) نے اپنی سازش کی ٹھان لی تھی)

سیدنا نوح علیہ السلام کا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرماتا ہے:

﴿تِلْكَ مِنْ أَنبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ مَا كُنتَ تَعْلَمُهَا أَنتَ وَلَا قَوْمُكَ مِن قَبْلِ هَـٰذَا فَاصْبِرْ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ﴾

(سورۃ هود:٤٩)

(یہ (واقعہ) غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم تمہاری طرف وحی کر رہے ہیں، اس سے پہلے نہ تو تم اس کو جانتے تھے اور نہ تمہاری قوم، تم صبر کرو، بے شک انجام کار متقیوں کے ہی حق میں ہے)

اس وقت اپنی طرف سے نتیجہ نکالنے کی حرمت اور سخت ہو جائے گی جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی خبروں کے مخالف ہو ،اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کے مقصد کو مختصر الفاظ میں ذکر کر کے فرمایا ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ (سورۃ النحل:٣٦)

(ہم نے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو)

پھر فرماتا ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَـٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ (سورۃ الانبیاء:٢٥)

(ہم نے تم سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے ان کی طرف وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں اس لئے تم میری ہی

عبادت کرو)

اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء جیسے نوح، ابراہیم، ھود اور صالح علیہم السلام کے تفصیلی واقعات ذکر کئے، ہم نے ان تمام آیتوں کو گزشتہ اوراق میں ذکر کر دیا ہے، جو ان کے منہج اور مقصد کو متعین کرتی ہیں اور وہ تمام کی تمام وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے تذکرے میں مجمل ذکر کیا ہے۔ یعنی توحید کی دعوت، شرک اور مظاہر شرک کی تردید، خیر کی دعوت وغیرہ، لیکن مودودی نے جس کا دعویٰ کیا ہے اس کی تائید میں قرآن اور سنت کی کوئی دلیل نظر نہیں آتی۔

کیاانبیاء کرام کا مقصدِ رسالت قیامِ حکومت تھا؟

مودودی کا یہ کہنا کہ ''اسی لئے انبیاء علیہم السلام کی رسالت کا مقصود، اس دنیا میں اسلامی۔۔۔۔ یا۔۔۔۔ بترجمۂ ندوی ۔۔۔۔الٰہی حکومت کا قائم کرنا ہے''۔ اگر اس اہم مسئلہ پر آپ کے پاس (یا آپ کے متبعین کے پاس) کتاب وسنت سے کوئی واضح دلیل ہو تو لے آئیں تاکہ ہم بھی اسے مانیں اور اتباع کریں۔

استاد مودودی نے ایسے دور میں زندگی گزاری جو جماعتی سیاست کے معرکوں کا دور تھا، حکومت حاصل کرنے کی خواہش اور اس کے لئے معرکہ آرائی مشرق و مغرب میں عام تھی، چونکہ آپ بھی ذہنی طور پر اس سے متاثر تھے اور سیاست میں قد آور تھے۔ اس لئے آپ کو بھی یہی لگا کہ انبیاء علیہم السلام کے لئے بھی یہی ضروری ہے کہ وہ حاکمانہ اختیارات حاصل کرنے والے اور سلطنت کی زمامِ کار کے لئے سخت جدوجہد کرنے والے ہوں، جیسا کہ آپ کے درجِ ذیل باتوں سے آشکارا ہے:

''اسی تہذیب و تمدن کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے انبیاء علیہم السلام پے در پے بھیجے گئے تھے، رہبانی تہذیب کو مستثنیٰ کر کے ہر وہ تہذیب جو دنیا کی زندگی کے متعلق ایک جامع نظریہ اور کاروبارِ دنیا کو چلانے کے لئے ایک ہمہ گیر طریقہ رکھتی ہو، قطع نظر اس کے وہ جاہلیت کی تہذیب ہو یا اسلام کی، طبعاً اس بات کی طالب ہوتی ہے کہ حاکمانہ اختیارات پر قبضہ کرے اور زمامِ کار اپنے ہاتھ میں لے اور زندگی کا طریقہ اپنے طرز پر بنائے، حکومت کے بغیر کسی ضابطہ و نظریہ کو پیش کرنا یا کسی حلال و حرام و شریعت کا معتقد ہونا محض بے معنی ہے، راہب تو دنیا کے معاملات چلانا ہی نہیں چاہتا، بلکہ ایک خاص قسم کے سلوک سے اپنی خیالی نجات کی منزل تک باہر ہی باہر پہنچ جانے کی فکر میں رہتا ہے اس لئے اس کو حکومت کی حاجت ہے نہ طلب۔ مگر جو دنیا کے

معاملات ہی کو چلانے کا ایک خاص ڈھنگ لے کر اٹھے اور اسی ڈھنگ کی پیروی میں انسان کی فلاح و نجات کا معتقد ہو اس کے لئے بجز اس کے کوئی چارہ ہی نہیں کہ اقتدار کی کنجیوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کرے، کیوں کہ جب تک وہ اپنے مخصوص طریقے کی تنفیذ پر عمل درآمد کرنے کی طاقت حاصل نہ کرلے وہ حقیقی دنیا میں قائم نہیں ہو سکتا"[1]

مودودی دورِ حاضر کے تمدن اور اس کے تمام یا غالب شعبہ جات اور اس کی تفصیلات کو ذکر کرنے کے بعد یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی تہذیب بھی دورِ حاضر کے ملکی وانتظامی ہر شعبہ کو شامل کر لیتی ہے، لیکن وہ جاہلی تہذیب و تمدّن سے مختلف ہوتی ہے، پھر آپ نے یہ نظریہ گھڑ لیا کہ ہر تہذیب کا انسانی زندگی کے لئے ایک جامع نظریہ ہوتا ہے جو تمام دنیوی امور کو شامل کر لیتا ہے اور وہ فطری طور پر اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ تہذیب و تمدّن کو نافذ کرنے کے لئے اقتدار کی کنجیوں پر قبضہ کیا جائے۔

کیا انبیاء علیہم السلام بھی اسی طرح کی تہذیب و تمدّن لے کر آئے تھے کہ ان کی اس تہذیب کو نافذ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اقتدار پر قبضہ کیا جائے؟ کیا پیغمبروں کے لئے بھی یہی ضروری ہے کہ وہ سلطنت پر قبضہ جمانے کے لئے جدوجہد کریں؟ اور کیا بقول مودودی "یہی انبیاء علیہم السلام کی رسالت کا منتہائے مقصود ہے کہ وہ دنیا میں اسلامی حکومت قائم کر کے اس پوری نظام زندگی کو نافذ کریں جسے وہ اللہ کی جانب سے لے کر آئے تھے"؟ قارئین پر یہ واضح ہو گیا ہو گا کہ یہ تمام باتیں فکری اور سیاسی فکر کی پیداوار ہیں، نہ قرآنی دلائل پر قائم ہیں اور نہ احادیث نبویہ پر یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ وحی الٰہی کا میدان فکری اور سیاسی ایجادات کا میدان نہیں ہے۔

---

[1] (تجدید الدین: ۳۲/۳۳، تجدید واحیائے دین: ۳۰/۳۱) اس سلسلے میں انہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کی شہری و تمدنی زندگی کا بیان کیا ہے اور اس میں بہت توسع اختیار کیا ہے جن میں سے بعض باتیں تو برحق ہیں لیکن بعض کے بارے میں ملاحظات ہیں جو ناطق وحی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے محتاجِ دلائل ہیں۔ انہی امور میں سے ان کا یہ کہنا ہے کہ: شہری حکومت کے شعبوں میں مناصب و وظائف کی تنظیم کاری، اس کے علاوہ دیگر اصول و قوانین اور ان اصولوں سے تفصیلی قواعد کا استنباط اور نظام عدالت و پولیس واحتساب، محصول (ٹیکس) کی وصولی، شعبۂ اقتصاد اور عوامی لیبر قوانین، صنعت و تجارت اور نظام نشر و اعلان (میڈیا)، تعلیم و تربیت، سرکاری ملازمین کا انتظام، افواج کی ٹریننگ و تنظیم، صلح و حرب اور بین الاقوامی تعلقات و خارجہ پالیسی وغیرہ (یہ کام انبیاء کرام کیا کرتے تھے)۔

آپ کے خیال میں لوگوں کی صرف دو قسمیں ہیں:

ا: ''راہب کی جو خیالی نجات کی منزل تک دنیاوی امور کے باہر ہی باہر سے پہنچ جانے کی فکر میں رہتا ہے۔۔۔الخ'' حاشاوکلا انبیاء علیہم السلام کا تعلق اس قسم سے ہو، ان سیاست دانوں کی نظر میں دورِ حاضر کے وہ علماء ودعاۃ بھی رہبان کے زمرہ میں شامل ہیں جو سیاسی کشتی پر سوار نہیں ہوتے اور نہ ہی اس کی گہرائیوں میں غوطہ لگاتے ہیں۔ بلکہ دعوت الی اللہ میں منہج انبیاء پر چلتے ہوئے توحید خالص کی دعوت دیتے ہیں، شرک فسق و فجور، بدعات و خرافات سے حکمت اور نصیحت کے ذریعے ڈراتے رہتے ہیں''(اگرچہ کہ وہ بھی معصوم عن الخطأ نہیں ہیں)

۲: دوسری قسم ان سیاسی اغراض اور تہذیبی فکر کے حامل لوگوں کی ہے جو اپنی قوم کو تہذیب کی بلندیوں تک پہنچانا چاہتے ہیں، اور اپنی قوم کے لئے ایک طاقتور ریاست کی بنیاد رکھنا چاہتے ہیں[1]، انبیاء علیہم السلام تمام لوگوں میں سب سے زیادہ لائق وفائق ہیں کہ وہ اس ''ممتاز طبقہ'' سے ہوں۔

حالانکہ وہ یہ چوک گئے کہ انبیاء علیہم السلام کی قسم، ایک خاص قسم ہے، جو نہ پہلے طبقہ میں شمار ہوتی ہے اور نہ دوسرے میں۔ یہ برگزیدہ گرو، رہبان کی حماقتوں وجہالتوں اور سیاست دانوں کی حرص وآز، مکروفریب اور شیطانی اسلوب سے پاک اور منزّہ ہے، جن کے ذریعے وہ اقتدار حاصل کرتے ہیں، اس مقدس جماعت کے دل حرص وحوص سے سب سے زیادہ پاک، عقل کے اعتبار سے سب سے زیادہ بلند، سب سے زیادہ خوش اخلاق، حسب ونسب اور بنیادی لحاظ سے سب سے زیادہ پاک ہیں۔ اللہ نے انہیں انسانوں کی ہدایت اور انہیں ضلالت سے بچانے کے لئے چن لیا تھا وہ دعوت الی اللہ کے میدان میں پورے اخلاص سے کمربستہ ہوگئے اس کے صلہ میں نہ مال کی تمنّا کی اور نہ اجر کی، نہ جاہ مانگا نہ بادشاہت طلب کی، وہ اللہ کی رضا اور آخرت ہی چاہتے تھے، اور اسی کی خاطر اس مقدس گروہ نے وہ مظالم سہے جو عام انسانوں کی برداشت سے باہر ہیں۔

اور کہتے ہیں: ''اسی وجہ سے تمام انبیاء نے سیاسی انقلاب برپا کرنے کی کوشش کی، بعض کی مساعی صرف اس انقلاب کے لئے زمین ہموار کرنے کی حد تک رہیں، جیسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام، بعض نے انقلابی تحریک عملاً شروع کردی، مگر

[1] اگرچہ کہ وہ توحید سے عاری اور قسما قسم کی بدعات وخرافات پر ہی قائم کیوں نہ ہو۔

حکومت الہیہ قائم کرنے سے پہلے ہی ان کا کام ختم ہو گیا، جیسے سیدنا مسیح علیہ السلام اور بعض نے اس تحریک کو کامیابی کی منزل تک پہنچادیا، جیسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"[1]۔

ا:اس تعلق سے میں کہوں گا کہ انبیاء و رسل کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار سے کہیں زیادہ ہے،ان میں تقریباً پچیس (۲۵) انبیاء و رسل کے حالات قرآن مجید میں بیان کئے گئے ہیں۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَرُسُلاً قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِن قَبْلُ وَرُسُلاً لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ وَكَلَّمَ اللّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا﴾

(سورۃ النساء:۱۶۴)

(اور کچھ رسول جن کے واقعات ہم نے آپ کو پہلے بیان کئے اور کچھ رسول جن کے واقعات ہم نے آپ کو بیان نہیں کئے اور اللہ نے موسیٰ کے ساتھ کلام فرمایا)

نیز ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُم مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ﴾ (سورۃ غافر:۷۸)

(ہم نے تم سے پہلے بہت سے رسول بھیجے جن میں سے کچھ کے واقعات کو تمہیں بیان کیا اور کچھ کے بیان نہیں کئے)

ہم پر ضروری ہے کہ ہم تمام انبیاء و رسل اور ان کی کتابوں پر مجمل ایمان رکھیں اور جن انبیاء و رسل اور ان کی کتابوں کا تذکرہ اللہ نے مفصل کیا ہے ان پر بھی ایمان رکھیں،اور جن کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول نے کوئی خبر نہیں دی اور وہ غیبی امور سے متعلق ہیں میرے خیال میں ان کی یہ تعبیر کہ "اسی لئے ہر رسول اور پیغمبر نے سیاسی انقلاب برپا کرنے کی کوشش کی"[2] یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے ملا ہوا علم نہیں ہے، یہ ان غیبی امور سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک سے چھپا کر رکھا ہے، پھر اس کا علم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ دوسروں کو کیسے ہو گیا؟ بلکہ ہم تو کہیں گے کہ کسی مسلمان کے لئے اس تعلق سے بات کرنی تک کیسے جائز ہو گی،جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

[1] تجدید الدین:۳۵

[2] تجدید الدین (ص:۳۵).

﴿وَلاَ تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولـئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْؤُولاً﴾ (سورۃ الاسرا: ۳۶)

(جس بات کا تمہیں علم نہیں اس کے پیچھے مت پڑو، بے شک کان، آنکھ اور دل ان تمام کے تعلق سے پوچھا جائے گا)

نیز ارشاد ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَن تُشْرِكُواْ بِاللّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَن تَقُولُواْ عَلَى اللّهِ مَا لاَ تَعْلَمُونَ﴾ (سورۃ الاعراف: ۳۳)

(کہہ دو! میرے رب نے تمام کھلی اور چھپی بے حیائی کو حرام قرار دیا ہے گناہ اور ظلم کو اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ شرک کرو، جس کے لئے اس نے کوئی دلیل نازل نہیں کی اور یہ کہ تم اللہ پر وہ کہو جو تم نہیں جانتے)

۲: اس وجہ سے بھی یہ شرعاً جائز نہیں ہو سکتا کہ انبیاء علیہم السلام کی حکمت سے بھری ہوئی دعوت اور ان کی شفقت سے بھرپور رہنمائی، حکمت، علم، ثابت قدمی، صبر واستقامت پر مشتمل دعوت کو سیاسی انقلاب کی ایک کوشش قرار دیا جائے، اس لئے کہ سیاسی انقلاب، ایسی مکاریوں، دسیسہ کاریوں اور سازشوں پر قائم ہوتا ہے، جس کو قائم کرنے والے ناحق خون بہانے، کھیتی اور نسل کو تباہ کرنے اور زمین میں فساد کرانے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

۳: انبیاء علیہم السلام کے مقصد کی یہ تشریح امت کے بھولے بھالے نوجوانوں کے حق میں انتہائی خطرناک ہے۔ کیوں کہ جب وہ جانیں گے کہ انبیاء علیہم السلام سیاسی لیڈر اور انقلابی تحریک کے قائد تھے تو پھر ان کے متبعین کیوں نہ سیاسی انقلاب لانے والے بنیں؟ اور ان کے مقصد کے حصول کے لئے وہ سیاسی تدبیر کیوں نہ اختیار کریں جو سیاسی انقلاب کے لئے ضروری ہیں؟ کیا ایسے لوگ سیاسی انقلاب لانے میں معصوم ثابت ہوں گے؟

۴: میں نہیں سمجھ پایا کہ استاد مودودی اپنے اس قول "بعض کی مساعی صرف زمین تیار کرنے کی حد تک رہیں، جیسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام" سے کیا کہنا چاہتے ہیں؟ کیا وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بعد آنے والے پیغمبروں اور سیاست دانوں کے لئے کچھ سیاسی، انقلابی خطوط کی نشاندہی کی تھی؟ یا وہ کچھ اور کہنا چاہتے ہیں؟ بہر حال انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ ایک عجیب وغریب خوفناک تصویر کشی کی گئی ہے، جس کا تصور نہ تو قرآن نے دیا ہے اور نہ ہی سنت نے اور نہ ہی علمائے اسلام اسے جان سکے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو اس سے بری قرار دیا ہے۔

سید نا ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ کتاب وسنت میں ایک واضح مثال ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار اس کا تذکرہ کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی تمام مساعی توحید کی راہ میں جہاد تھیں۔ حجت اور دلیل سے بتوں کا بطلان ثابت کیا، اور جب آپ نے مشرک قوم اور حکومت پر زبردست دلائل کا انبار لگا دیا، پھر ان کے معبودوں کو توڑ ڈالا۔ قوم نے اپنے بتوں کی یہ حالت دیکھی تو غصّہ سے پاگل ہو گئی۔ اور آپ کو سخت سزا دینے کا فیصلہ کیا۔ آگ جلائی اور پھر آپ کو اس میں جھونک دیا اور کہا:

﴿حَرِّقُوهُ وَانصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ﴾ (سورۃ الانبیاء:٦٨)

(اگر تم کچھ کر سکتے ہو تو اسے جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو)

لیکن اللہ نے آپ کو ان کے مکر سے نجات دلائی:

﴿قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ﴾ (سورۃ الانبیاء:٦٩)

(ہم نے کہا: اے آگ! تو ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا ابراہیم پر)

جب قوم کی سرکشی انتہا کو پہنچ گئی اور آپ کی امیدیں اپنی قوم کے قبولِ اسلام سے کٹ گئیں تو آپ نے انہیں چھوڑ دیا اور اپنے مومن بھتیجے سید نا لوط علیہ السلام کے ساتھ اللہ کے لئے ہجرت کی:

﴿قَالَ إِنِّي مُهَاجِرٌ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ (العنکبوت: ٢٦)

(کہا: میں اپنے رب کی طرف ہجرت کر رہا ہوں، بے شک وہ زبردست حکمت والا ہے)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں "سیاسی انقلاب یا اس کے لئے راہ ہموار کرنے کی" آپ کی کوششوں کے تعلق سے کچھ بھی ذکر نہیں کیا، ہم چاہتے ہیں کہ مختصر سید نا ابراہیم علیہ السلام کے واقعے کو مکمل کریں۔

سید نا ابراہیم علیہ السلام نے ملک شام کی طرف ہجرت کی، پھر ایک مدت بعد اپنی بیوی سیدنا ہاجرہ اور بیٹے اسماعیل علیہما السلام کے ساتھ مکہ گئے جو اس وقت غیر آباد تھا، بلکہ زندگی کے تمام وسائل حتی کہ پانی سے بھی خالی تھا۔ وہاں آپ نے اپنی بیوی بچے کو اللہ کے حکم سے چھوڑا، پھر ملک شام لوٹ گئے، جس وقت گھاٹی کے پاس پہنچے، اس طرح کہ سید ناہاجرہ علیہا السلام آپ کو دیکھ نہیں سکتیں تھیں۔ آپ نے بیت اللہ کی طرف اپنا چہرہ کیا، پھر ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی:

﴿رَّبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ﴾ (سورۃ ابراھیم: ٣٧)

(اے ہمارے رب! میں نے اپنی اولاد میں سے کچھ کو تیرے باعزت گھر کے پاس بے سبزہ وادی میں لا بسایا ہے)

پھر وہ مقصد بھی ذکر کیا جس کے لئے آپ نے انہیں یہاں چھوڑا:

﴿رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ﴾

(سورۃ ابراھیم: ٣٧)

(اے ہمارے رب! غرض یہ ہے کہ وہ نماز پڑھتے رہیں، تو لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں پھلوں سے روزی دے تاکہ وہ شکر گزاری کریں)

پھر سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے سے ملاقات کرنے دو مرتبہ مکہ جاتے ہیں لیکن سیدنا اسماعیل کے تلاش رزق میں باہر رہنے کی وجہ سے ملاقات نہیں ہوتی۔ آپ الٹے پیر لوٹ آتے ہیں، تیسری مرتبہ جب آتے ہیں تو آپ کو پاتے ہیں۔ سیدنا اسماعیل علیہ السلام آپ کو دیکھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ احترام اور شفقت کا وہی برتاؤ کرتے ہیں جیسا کہ بیٹا باپ کے ساتھ اور باپ بیٹے کے ساتھ کرتا ہے۔ پھر آپ فرماتے ہیں: اے اسماعیل! اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک حکم دیا ہے، بیٹا جواب دیتا ہے: آپ وہ کر گزرئیں جس کا آپ کے رب نے آپ کو حکم دیا ہے؟ آپ فرماتے ہیں: کیا تم اس معاملے میں میری مدد کرو گے؟ سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے جواب دیا: ضرور کروں گا۔ آپ نے فرمایا: اللہ نے مجھے وہاں ایک گھر بنانے کا حکم دیا ہے، ساتھ ہی آپ ایک ابھری ہوئی زمین کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: اس کے بعد دونوں نے مل کر کعبہ کی بنیادوں کو اٹھایا، سیدنا اسماعیل علیہ السلام پتھر لاتے اور اٹھا اٹھا کر دیتے جاتے اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کعبۃ اللہ بناتے جاتے اور دونوں یہ کہتے جا رہے تھے:

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (سورۃ البقرہ: ١٢٧)

(اے ہمارے رب! تو ہماری خدمت کو قبول کر بے شک تو سننے والا جاننے وال ہے)[1]

---

[1] بخاری کی طویل حدیث کا اختصار، کتاب الانبیاء، باب یزفود: النسلان فی المشی، حدیث ٣٣٦٤

یہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ ہے جو کتاب و سنت سے ثابت ہے، آپ اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلاتے ہیں، ان پر حجت قائم کرتے ہیں۔ پھر ان کے بتوں کو توڑتے ہیں، پر ہجرت کرتے ہیں اور ملک شام سے مکہ کی طرف آپ تین مرتبہ سفر کرتے ہیں جہاں آپ کے لڑکے جوان ہوئے تو دونوں نے مل کر بیت اللہ تعمیر کیا، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں پیغمبروں کو حکم دیا:

﴿أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ﴾ (سورۃ البقرہ:١٢٥)

(تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے (ٹھہرنے) والوں، اور رکوع سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک رکھو)

کیا آپ کے ان تمام اعمال کا یعنی اپنے تہذیب و تمدّن کے گہوارہ ملک کو چھوڑ کر ملک شام کے دیہاتوں کی طرف کوچ کرنے، پھر اپنی بیوی و بچے کو زندگی کے وسائل سے خالی بے آب و گیاہ میدان میں چھوڑنے، پھر اپنے مقصد کے اعلان:

﴿رَّبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ﴾

(سورۃ ابراھیم:٣٧)

(اے ہمارے رب! میں نے اپنی اولاد میں سے کچھ کو تیرے باعزت گھر کے پاس بے سبزہ وادی میں لا بسایا ہے، ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم کریں)

کو اور آپ کی اللہ کے لئے اس ساری تگ و دو سے کیا یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ یہ تمام کوششیں سیاسی انقلاب برپا کرنے کے لئے زمین کی تیاری تھیں؟؟؟

پھر یہ کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام عملاً انقلابی تحریک برپا کرنے کے لئے کب کمر کس کے کھڑے ہو گئے تھے؟ پھر حکومتِ الٰہیہ قائم کرنے سے پہلے ہی ان کا کام کیوں تمام ہو گیا؟ اور اس خطرناک قول کی کیا دلیل ہے؟ جب تمام انبیاء علیہم السلام نے بقول مولانا مودودی رحمہ اللہ سیاسی انقلاب لانے کی جدوجہد کی، ان کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار سے زائد ہونے کے باوجود کیوں کامیابی و کامرانی کی منزل تک نہیں پہنچ سکے؟ اور کیوں صرف سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی اس بلند مقام تک پہنچ سکے؟ کیا آپ میرے ساتھ اس غلو کے اس کڑوے پھل اور خطرناک نتائج کو نہیں دیکھ رہے ہیں، جو ایمان اور عقیدے کو متزلزل کر رہے ہیں؟ انبیاء علیہم السلام کی عظیم تعداد میں صرف دو افراد کامیابی اور کامرانی کے مقام تک پہنچ سکے، کیا اس بات سے کافر، ضعیف

الایمان اور انبیاء کے رتبہ سے ناواقف شخص دیگر تمام انبیاء علیہم السلام پر ناکامی اور نامرادی کا حکم نہیں لگا سکتا؟ کیا پختہ مومن کا بھی ایمان متزلزل نہیں ہو جائے گا جب کہ وہ ماضی اور حال کے کسراؤں، قیصروں اور فرعونوں کو دیکھتا، سنتا اور پڑھتا ہے کہ وہ عظیم ریاست اور بلند تہذیبوں کو پروان چڑھانے میں کامیابی سے ہمکنار ہوئے اور ہو رہے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی کوششیں کامیابی کی منزل تک بھی نہیں پہنچ سکیں؟؟؟

جب ہم اپنی جانب سے انبیاء علیہم السلام کے مقاصد متعین کرنے لگیں اور اپنے خیالات سے ان کی دعوت اور اعمال کا فیصلہ کرنے لگیں تو اس کے نتائج سنگین نکلیں گے، بلکہ مشکلات اتنی پیچیدہ ہوں گی کہ ان کا حل مشکل ہو جائے گا، اگر ہم ان کے مقاصد اور اعمال کی تعیین ہمیشہ رہنے والی کتاب اللہ اور اس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے کریں گے جو کبھی اپنی خواہش سے نہیں کہتے، تو اس وقت ہم صراطِ مستقیم پر گامزن ہوں گے، اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کا مقصد اور دعوت کا تعیین فرما دیا ہے۔ فرماتا ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولاً أَنِ اعْبُدُواْ اللّهَ وَاجْتَنِبُواْ الطَّاغُوتَ﴾ (سورۃ النحل:۳۶)

(ہم نے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو)

پھر فرماتا ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ (سورۃ الانبیاء:۲۵)

(ہم نے آپ سے پہلے جس رسول کو بھیجا اس کی طرف وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں، تم میری عبادت کرو)

مزید ارشاد ہے:

﴿ رُّسُلاً مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلاَّ يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾ (سورۃ النساء:۱۶۵)

(رسول بھیجے جو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے ہیں، تا کہ لوگوں کے لئے اللہ پر رسولوں (کو بھیجنے) کے بعد کوئی حجت باقی نہ رہے، اور اللہ زبردست حکمت والا ہے)

کیا انبیاء علیہم السلام اپنے مشن میں ناکام تھے؟

یہ ان کی محنتیں تھیں اور یہی مقاصد، یعنی توحید کی دعوت، شرک اور گناہوں سے ڈرانا، مومنوں کو خوشخبری دینا، کافروں اور سرکشوں کو ڈرانا۔ انہوں نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی، تمام کے تمام کامیابی اور کامرانی کی منزل تک پہنچے، اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان کے دشمنوں پر ان کی مدد کی اور قیامت کے دن بھی ان کی مدد کرے گا اور ان کے مقابلے میں کافر دنیا میں ذلیل وخوار اور شرمناک شکست سے دوچار ہوئے ہیں (اور یہی خیال صحیح ہے)۔ اور آخرت میں بھی ہوں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ- إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنصُورُونَ- وَإِنَّ جُندَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ﴾

(سورۃ الصافات: ۱۷۱-۱۷۳)

(اور ہمارا فیصلہ پہلے ہی اپنے رسولوں کے لئے صادر ہو چکا ہے کہ یقیناً وہی مدد کئے جائیں گے اور ہمارا لشکر ہی غالب و برتر رہے گا)

پھر فرماتا ہے:

﴿كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾ (سورۃ المجادلۃ: ۲۱)

(اللہ نے یہ لکھ دیا ہے کہ البتہ ضرور میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے، بے شک اللہ تعالیٰ قوی اور غالب ہے)[1]

اللہ تعالیٰ نے بہت سی قرآنی آیات میں یہ بتلایا ہے کہ اس نے انبیاء علیہم السلام کی ان کے کافر دشمنوں کے مقابلے میں کس طرح مدد کی۔ سیدنا نوح علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے:

﴿فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانتَصِرْ- فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُّنْهَمِرٍ- وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَى أَمْرٍ قَدْ

---

[1] یا فرمایا ﴿إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ﴾ (المومن: ۵۱) (یقیناً ہم ضرور اپنے رسولوں اور ایمانداروں کی نصرت کریں گے اس دنیاوی زندگی میں اور اس دن بھی جب گواہ اٹھائے جائیں گے) (ط ع)

قُدِرَ-وَحَمَلْنَاهُ عَلَى ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَدُسُرٍ-تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا جَزَاءً لِّمَن كَانَ كُفِرَ-وَلَقَد تَّرَكْنَاهَا آيَةً فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ﴾

(سورۃ القمر: ۱۰-۱۵)

(انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ میں بے بس ہوں تو میری مدد کر، پھر ہم نے آسمانوں کے دروازوں کو زوردار بارش سے کھول دیا اور زمین سے چشموں کو جاری کر دیا، پھر دونوں پانی جمع ہو گئے اس کام کے لئے جو متعین ہو چکا تھا۔ ہم نے انہیں تختوں اور کیلوں والی (کشتی) پر سوار کرایا جو ہماری آنکھوں کے سامنے چل رہی تھی، یہ اس کی طرف سے بدلہ ہے جس کے ساتھ کفر کیا گیا، ہم نے اس کو نشانی بنا کر چھوڑا، کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟)

﴿كَذَّبَتْ ثَمُودُ وَعَادٌ بِالْقَارِعَةِ-فَأَمَّا ثَمُودُ فَأُهْلِكُوا بِالطَّاغِيَةِ-وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ-سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ حُسُومًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَى كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ-فَهَلْ تَرَى لَهُم مِّن بَاقِيَةٍ-وَجَاءَ فِرْعَوْنُ وَمَن قَبْلَهُ وَالْمُؤْتَفِكَاتُ بِالْخَاطِئَةِ-فَعَصَوْا رَسُولَ رَبِّهِمْ فَأَخَذَهُمْ أَخْذَةً رَّابِيَةً﴾

(سورۃ الحاقۃ: ۴-۱۰)

(قوم ثمود اور عاد نے کھڑ کھڑا دینے والی کو جھٹلایا، ثمود تو خوفناک چیخ سے تباہ کر دئے گئے، جبکہ عاد بے حد تند اور تیز آندھی سے ہلاک کر دئے گئے، جسے ان پر (اللہ نے) مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن مسلط رکھا، پس تم (اگر موجود ہوتے) تو ان لوگوں کو دیکھتے کہ وہ زمین پر ایسے پچھڑے پڑے ہیں گویا کہ وہ کھجور کے کھوکھلے تنے ہیں، کیا ان میں سے کوئی تم کو باقی نظر آرہا ہے؟ فرعون اور اس سے پہلے کی قومیں اور وہ جن کی بستی (قومِ لوط) گناہوں کے سبب الٹ دی گئی، انہوں نے اپنے رسول کی نافرمانی کی، پھر (اللہ نے) سخت پکڑ میں لے لیا)

نیز ارشاد ہے:

﴿وَقَوْمَ نُوحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ أَغْرَقْنَاهُمْ وَجَعَلْنَاهُمْ لِلنَّاسِ آيَةً وَأَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ عَذَابًا أَلِيمًا-وَعَادًا وَثَمُودَ وَأَصْحَابَ الرَّسِّ وَقُرُونًا بَيْنَ ذَلِكَ كَثِيرًا-وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْأَمْثَالَ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيرًا﴾ (سورۃ الفرقان: ۳۷-۳۹)

(اور قوم نوح نے جب رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں ڈبو دیا، اور انہیں لوگوں کے لئے ایک نشان (عبرت) بنا دیا، اور ہم نے ظالموں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے، اور عاد، وکنویں والے اور ان کے درمیان بہت سی قوموں کو (ہم نے برباد کر دیا) اور ہم نے ان تمام کو مثالیں سنائیں، پھر ہر ایک کو تباہ و برباد ہی کر ڈالا)

یہ پیغمبروں کی کھلی کامیابی اور زبردست نصرت اور کافروں کی شکست، نقصان اور مکمل تباہی و بربادی تھی، ہمارا یہی قرآنی، ربانی، صحیح اور حق قیاس تمام انبیاء علیہم السلام کے متعلق ہے کہ وہ تمام کامیابی و کامرانی کی منزل تک پہنچے۔ اس لئے کہ انہوں نے اپنے فرائض اچھے طور پر انجام دئے اور اپنے رب کے پیغامات کی تبلیغ کا حق ادا کر دیا، جس کے وہ مکلف کئے گئے تھے۔ اور ان کے دشمنوں کا ایسے ہی عبرت ناک انجام ہوا جیسا کہ اللہ نے ان کے متعلق بیان کیا ہے۔ اگرچہ کہ سیاسی و خیالی گھوڑے دوڑانے والے یہ کہیں کہ کامیابی کی منزل تک صرف موسیٰ علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی پہنچے ہیں۔ یہ بھی ہم ان کی منطق کے مطابق کہہ رہے ہیں ورنہ تو ہم سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی سیاسی انقلاب لانے کی کوشش سے مبرا قرار دیتے ہیں، اور ان کی کامیابی کو اس بات سے منزّہ سمجھتے ہیں کہ وہ سیاست کی بنیاد پر منصۂ شہود پر آئی۔

اب ہم سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی طرف آتے ہیں اور ان کی کامیابی و کامرانی کا تذکرہ کرتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے لشکر کے مقابلے میں آپ کی کھلی مدد فرمائی۔ قرآن کہتا ہے:

﴿وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَى مُوسَى وَهَارُونَ-وَنَجَّيْنَاهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ-وَنَصَرْنَاهُمْ فَكَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ﴾
(سورۃ الصآفات: ۱۱۴-۱۱۶)

(ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا، انہیں اور ان کی قوم کو بڑی مصیبت سے نجات دی، اور ہم نے ان کی مدد کی اور وہی غالب رہے)

یہ مدد کیسی ہوئی؟ کیا کسی سیاسی انقلاب کے ذریعے سیدنا موسیٰ علیہ السلام مصر کے تخت پر جلوہ گر ہوئے؟ صحیح اور برحق جواب تو وہی ہے جو قرآن نے دیا، اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اپنی رسالت اور کلام کے لئے چن لیا اور فرعون تک دعوت الی اللہ پہنچانے کا مکلف کیا، آپ نے اپنے رب کا حکم مانتے ہوئے فرعون کے سامنے اپنی رسالت کی سچائی پر واضح دلیلیں قائم کیں، لیکن اس نے کیا کیا؟

﴿فَكَذَّبَ وَعَصَى-ثُمَّ أَدْبَرَ يَسْعَى-فَحَشَرَ فَنَادَى-فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَى﴾ (سورۃ النازعات: ۲۱-۲۴)

(تو اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی، پھر پلٹ کر دوڑ دھوپ کی، پھر سب کو جمع کر کے پکار کر کہا: میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں)

اور دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَى بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُّبِينٍ-إِلَى فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَقَارُونَ فَقَالُوا سَاحِرٌ كَذَّابٌ-فَلَمَّا جَاءهُم بِالْحَقِّ مِنْ عِندِنَا قَالُوا اقْتُلُوا أَبْنَاء الَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ وَاسْتَحْيُوا نِسَاءهُمْ وَمَا كَيْدُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ﴾

(سورۃ غافر: ۲۳،۲۵)

(ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور کھلی دلیلوں کے ساتھ بھیجا، فرعون، ہامان اور قارون کی طرف، ان تمام نے کہا (یہ تو) جادو گر، جھوٹا ہے، جب وہ (موسیٰ) ان کے پاس ہماری جانب سے حق لے کر آئے تو انہوں نے کہا کہ ان لوگوں کے لڑکوں کو قتل کر دو جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھو اور کافروں کا مکر گمراہی میں ہی ہے)

اس پر قوم فرعون نے اس کو مزید بھڑکایا اور کہا:

﴿وَقَالَ الْمَلأُ مِن قَوْمِ فِرْعَونَ أَتَذَرُ مُوسَى وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُواْ فِي الأَرْضِ وَيَذَرَكَ وَآلِهَتَكَ قَالَ سَنُقَتِّلُ أَبْنَاءهُمْ وَنَسْتَحْيِـي نِسَاءهُمْ وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ﴾ (سورۃ الاعراف: ۱۲۷)

(قوم کے سرداروں نے کہا: کیا تو نے موسیٰ اور اس کی قوم کو زمین میں فساد مچانے اور تجھے اور تیرے معبودوں کو چھوڑنے کی چھوٹ دے رکھی ہے؟ اس نے کہا: ہم عنقریب ان کے لڑکوں کو قتل کر دیں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھیں گے اور ہم کو ان پر پورا اختیار ہے)

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اس سرکشی کے مقابلے میں جو موقف اپنایا اس میں دعوت الی اللہ کا کام کرنے والوں کے لئے بڑی بصیرت و عبرت ہے۔

﴿قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللّهِ وَاصْبِرُواْ إِنَّ الأَرْضَ لِلّهِ يُورِثُهَا مَن يَشَاء مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾

(سورۃ الاعراف: ۱۲۸)

(موسیٰ نے کہا: اللہ کی مدد طلب کرو اور صبر کا دامن نہ چھوڑو زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کا وارث بناتا ہے، اور انجام کار پرہیزگاروں کے لئے ہی ہے)

جب پانی سر سے گذر گیا تو بنو اسرائیل سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس روتے دھوتے شکایت لے کر آئے:

﴿قَالُواْ أُوذِينَا مِن قَبْلِ أَن تَأْتِينَا وَمِن بَعْدِ مَا جِئْتَنَا قَالَ عَسَى رَبُّكُمْ أَن يُهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الأَرْضِ فَيَنظُرَ

كَيْفَ تَعْمَلُونَ﴾ (سورۃ الاعراف:۱۲۹)

(کہنے لگے کہ ہم اپ کے آنے سے پہلے بھی مبتلائے عذاب ہوئے اور آپ کے آنے کے بعد بھی (موسیٰ نے) کہا: قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تمہیں زمین میں خلیفہ بنائے اور دیکھے کہ تم کیسے کام کرتے ہو)

انبیاء علیہم السلام کی تربیت اور مصائب و شدائد کی ہولناکی میں ان کے صبر پر غور کریں، پھر اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو عبرت ناک سزائیں دینی شروع کیں تاکہ وہ نصیحت پکڑیں:

﴿وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَونَ بِالسِّنِينَ وَنَقْصٍ مِّن الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ﴾ (سورۃ الاعراف:۱۳۰)

(ہم نے آل فرعون کو قحط سالی اور پیداوار میں کمی (کے عذاب) سے دوچار کر دیا، تاکہ وہ نصیحت پکڑیں)

پھر اللہ نے فرعون کو تباہ و برباد کرنا اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور بنو اسرائیل کو اس کے چنگل سے بچانا چاہا، اس کے لئے اللہ نے ایک حکمت سے بھرا ہوا منصوبہ بنایا، جس میں نہ تو بغاوت تھی اور نہ سیاسی انقلاب، اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں اور ان کے اخلاق، حکومت کے حصول کے لئے مکاری و عیاری، دسیسہ کاری اور خونریزی کے استعمال کے سخت خلاف ہیں۔ اگرچہ کہ مقصد کتنا ہی عظیم کیوں نہ ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي إِنَّكُم مُّتَّبَعُونَ- فَأَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ- إِنَّ هَؤُلَاءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيلُونَ- وَإِنَّهُمْ لَنَا لَغَائِظُونَ- وَإِنَّا لَجَمِيعٌ حَاذِرُونَ. فَأَخْرَجْنَاهُم مِّن جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ- وَكُنُوزٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ. كَذَلِكَ وَأَوْرَثْنَاهَا بَنِي إِسْرَائِيلَ- فَأَتْبَعُوهُم مُّشْرِقِينَ- فَلَمَّا تَرَاءى الْجَمْعَانِ قَالَ أَصْحَابُ مُوسَى إِنَّا لَمُدْرَكُونَ- قَالَ كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ- فَأَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى أَنِ اضْرِب بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ- وَأَزْلَفْنَا ثَمَّ الْآخَرِينَ- وَأَنجَيْنَا مُوسَى وَمَن مَّعَهُ أَجْمَعِينَ- ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ- إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ﴾ (سورۃ الشعراء:۵۲-۶۷)

(ہم نے موسیٰ کی جانب وحی بھیجی کہ تم میرے بندوں کو راتوں رات لے چلو، تم پیچھا کئے جاؤ گے، فرعون نے شہروں میں (فوجیں جمع کرنے کے لئے) ہرکارے دوڑائے کہ یہ ایک مٹھی بھر گروہ ہے، پھر اس پر وہ ہمیں ناراض کر رہے ہیں اور ہم البتہ بڑی جماعت ہیں جن کا شیوہ ہر وقت چوکنا رہنا ہے۔ ہم نے انہیں باغوں، چشموں، خزانوں اور اچھے اچھے مقامات سے نکالا، اسی طرح (ہوا) اور ہم نے ان تمام کا بنو اسرائیل کو وارث بنا دیا، صبح سویرے یہ لوگ ان کے تعاقب میں چل پڑے، جب دونوں جماعتوں کا سامنا ہوا تو موسیٰ کے ساتھی چلا اٹھے کہ اب تو ہم ضرور پکڑے جائیں گے۔ (موسیٰ نے) کہا: ہرگز

نہیں، میرے ساتھ میرا رب ہے وہ ضرور مجھے راستہ دکھائے گا، ہم نے دوسرے گروہ کو بھی قریب لا کھڑا کیا اور موسیٰ اور اس کے تمام ساتھیوں کو نجات دی، پھر دوسروں کو ڈبو دیا، اس میں عبرت کی نشانی ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے)

یہی وہ عمدہ وسائل تھے جن کے ذریعے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کی مومن قوم کامیابی تک پہنچی، مصائب و شدائد ذبح و قتل پر صبر کیا، ان مصائب نے نہ ان کے ایمان کو جنبش دی اور نہ عقیدے کو ہلایا اور نہ ہی انہوں نے صبر کا دامن چھوڑا اور یہی چیز ان کی مدد اور ان کے دشمن کی تباہی کا سبب بنی، یہی وہ راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقرر کیا، جسے ہم نے ابھی پڑھا، جس میں موجودہ سیاست اور سیاسی انقلاب کی بو تک نہیں۔ دوسری بات یہ کہ اگر موسیٰ علیہ السلام انقلاب برپا کرنے، سلطنت کی کنجیوں پر قبضہ جمانے اور الٰہی حکومت کے قائم کرنے کے لئے کوشاں رہتے، جو (مودودی کے مطابق) انبیاء علیہم السلام کی رسالت کا اصل مقصود ہے۔ تو فوراً مصر پلٹتے، کیوں کہ وہاں کے حالات آپ کے لئے بڑے ہی سازگار تھے، فرعون اور اس کا لشکر ہلاک ہو چکے تھے صرف عورتیں، بچے اور خدام باقی رہ گئے تھے۔ پھر کیوں نہیں سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اس موقعہ کو غنیمت جانتے ہوئے ایک ایسے ملک میں الٰہی حکومت قائم نہیں کی جس کے تعلق سے قرآن کہتا ہے:

﴿كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ، وَزُرُوعٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ، وَنَعْمَةٍ كَانُوا فِيهَا فَاكِهِينَ﴾ (سورۃ الدخان: ۲۵-۲۷)

(انہوں نے کتنے باغ اور چشمے چھوڑے اور کھیتیاں اور اچھے مقامات اور نعمتیں جس میں وہ مگن تھے)

ایسے خوشحال اور سبزہ زار ملک کو چھوڑ کر صحرائے سینا میں سلطنت، ریاست اور الٰہی حکومت کے بغیر کیوں قیام پذیر رہے؟؟؟

پھر ہمیں لازماً یہ کہنا پڑے گا کہ بے شک موسیٰ علیہ السلام ایک کریم و عظیم اولی العزم پیغمبر تھے، انہوں نے اپنی رسالت کی امانت کو کامل طور پر ادا کر دیا، اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے اپنے باغی فرعون اور اس کے لشکر کو ہلاک کر دیا اور آپ کے ہاتھوں بنو اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے رہائی دلائی، اور اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کے مقابلے میں جس طرح آپ کی مدد کی اور حفاظت فرمائی یہی آپ کے عزو شرف کے لئے کافی ہے۔ ہمارے رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابت بھی یہی عرض ہے کہ آپ گذشتہ انبیاء کی طرح عقیدۂ توحید اور ہدایت کے پیغمبر تھے اس راستے میں آپ کو ان منازل سے گزرنا پڑا جس کی تاب پہاڑ بھی نہیں لا سکتے، اس راہ میں بھی آپ کو بادشاہت و حکومت کی پیشکش کی گئی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پایۂ استحقار سے

ٹھکرادیا، اللہ نے آخر میں آپ کی مدد کی اور اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا، یہ آپ کے صبر و تحمل اور تقویٰ کا نتیجہ تھا، یہ دعوت ورسالت کا پھل تھا، نہ کہ حاشاوکلا سیاسی انقلاب کا، میں نے آپ ﷺ کی دعوت کی تفصیل شروع میں ذکر کردی ہے ، جسے دوبارہ دہرانے کی ضرورت نہیں۔

اس نکتہ نظر کے حاملین پر اس حیثیت سے گرفت کی جاسکتی ہے کہ انہوں نے ایک قاعدہ بنالیا، وہ یہ کہ ''اسلام ایک ایسا کل ہے جس کے جزء نہیں ہوسکتے''[1]، یہ ایک عظیم قاعدہ ہے اگر غلو کو چھوڑ کر سلف صالحین کے منہج پر اسے رکھا جائے، لیکن افسوس یہی لوگ اپنے اس قاعدے کے سب سے بڑے مخالف ہیں۔ اسلامی ریاست کو قائم کرنے (جسے یہ لوگ اللہ کی حاکمیت کی دعوت کہتے ہیں) کی خواہش نے انہیں اصل اسلام، یعنی توحید اور اس کی اقسام سے غافل کردیا، اسی وجہ سے وہ آج تک اس حقیقت کا ادراک نہیں کرسکے کہ توحید کی دعوت کا اہتمام اس شدت سے کرنا آج بھی اتنا ہی ضروری بلکہ اس سے زیادہ ضروری ہے جتنا کہ تمام انبیاء علیہم السلام بشمول جناب محمد ﷺ نے اپنے عہدِ مبارک میں کیا تھا، کیا کوئی عقل مند و منصف شخص اس کا انکار کرسکتا ہے؟ کیا کوئی بیدار مغز مسلمان یہ کہہ سکتا ہے کہ دورِ حاضر کے مسلمان خیر القرون کی طرح اپنے تمام عقائد و عبادات میں کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق عمل کر رہے ہیں؟ اللہ کی حاکمیت کی دعوت اور اس کی موافقت، ہر اس مسلمان کے لئے جو اسلام کا فہم رکھتا ہے (جب کہ وہ اپنے شرائط کے مطابق ہو) اور جو چیز رسول اللہ ﷺ لے کر آئے وہ ضروری اور عظیم ہے لیکن ہم یہ پوچھنا چاہیں گے کہ کیا اللہ کی حاکمیت کی دعوت، اصولِ اسلام کے کسی بنیادی رکن میں اہمال یا تقصیر کی متقاضی ہے؟ ہرگز نہیں۔ اللہ کی حاکمیت ضروری ہے کہ اسلام کی سب سے عظیم اصل سے شروع ہو اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے اسمائے حسنیٰ اور اس کے صفات کمالیہ کا اعتقاد رکھنا، جس طرح کہ اللہ نے اپنی کتابِ عظیم میں

---

[1] لیکن صد افسوس ان پر ایک دوسرا قاعدہ غالب آچکا ہے اور وہ ہے "نتعاون فیما اتفقنا علیه ویعذر بعضنا بعضاً فیما اختلفنا فیه" (ہم اس چیز میں آپس میں تعاون کریں جس میں ہمارا اتفاق ہے اور اس چیز میں ایک دوسرے کو معذور سمجھیں جس میں اختلاف ہے) اور یہ ایک وسیع المعانی عبارت ہے جو ہمہ قسم کے اختلافات کو شامل ہے چاہے وہ اصول میں ہوں یا فروع میں اور اسلام کی جانب منسوب ہونے والے ہر فرقے کو شامل ہے بلکہ ان میں سے بعض کے ہاتھوں تو معاملہ اس سے بڑھ کر وحدت ادیان کی دعوت تک جا پہنچا ہے اور اس سلسلے میں ان کی کانفرنسیں بھی منعقد ہوتی رہتی ہیں۔

ہمیں بیان کیا ہے اور جیسا کہ نبی ﷺ نے ہمیں سکھایا ہے تاکہ ہمارے دل اس کے ذریعے نور، ایمان، یقین اور اس کے لئے تعظیم واکرام سے بھر جائیں۔ کیا اللہ کی حاکمیت میں یہ جائز ہے کہ اس کے اسمائے حسنیٰ اور صفاتِ کمال کی تعطیل (انکار) کیا جائے؟ حالانکہ وہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ کی نظر میں سب سے زیادہ بلند وبالا اور عظیم ہیں۔ پھر ہم علمائے امت سے گڑگڑا کر کیوں نہیں اس بات کا مطالبہ کرتے کہ وہ اس نازک معاملے میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے فیصلہ کریں؟ کیا اللہ کی شریعت، اس کے نظام اور حاکمیت میں اکثر مسلمانوں کی انبیاء علیہم السلام کے منہج کی مخالفت جائز ہے۔ اس طرح کہ وہ تمام عبادتیں صرف اللہ کے لئے خاص کرنے کے بجائے، اس میں شریک ٹھہرائیں، ان سے فریاد کریں، مشکلات میں ان کے آگے گڑگڑائیں، اس سے آگے بڑھتے ہوئے اللہ کی ربوبیت میں انہیں شریک کرلیں اور ان کے تعلق سے یہ عقیدہ رکھیں کہ وہ غیب جانتے ہیں اور کائنات میں تصرف کرتے ہیں؟ کیا یہ اللہ کے حقوق پر سب سے بڑی زیادتی نہیں؟ کیا یہ اللہ سبحانہ کی ذات پر سب سے بڑا ظلم نہیں؟ پھر حاکمیت اور عدالت کی دعوت کہاں؟ کیا اللہ اور اس کی شریعت کی حاکمیت میں یہ جائز ہے کہ ہم صوفیوں سے آنکھیں موندلیں جو مسلمانوں کے عقائد واذہان میں خرافات بھر رہے ہیں اور ان کے عقائد کو حلول، وحدۃ الوجود اور وحدۃ الادیان کے زہر سے مسموم کر کے ان کی آخرت تباہ کر رہے ہیں؟ کیا اللہ کی حاکمیت میں یہ جائز ہے کہ مسلمان ممالک میں ہزاروں قبروں کو پختہ کیا جائے، تاکہ لوگ ان کا طواف کریں، ان کے اطراف اعتکاف کریں، ان کی زیارت کے لئے سفر کریں۔ لاکھوں کی نذر چڑھائیں، انکا عرس کریں اور مسلمان ان کے اطراف وہ کام کریں جس سے اسلام کا چہرہ مسخ ہو اور بت پرست، یہود ونصاریٰ اور کمیونسٹ، اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اڑائیں؟ کیا اللہ کی حاکمیت میں یہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے اور انہیں ختم کر کے ان کی جگہ بدعات خرافات اور رسم ورواج قائم کئے جائیں؟ جب کہ انہیں شرک وبدعات نے عموماً توحید اور اسلام کے نشانوں کو مٹایا ہے۔ میں اس نکتۂ نظر کے عقلمند احباب سے امید کروں گا وہ سب سے پہلے اللہ کا خوف اپنے دلوں میں اور پھر امت میں بٹھا کر انبیاء علیہم السلام کے منہج کی کماحقہ قدر کرنے کی کوشش کریں اور اسلام کے لئے ہر شعبے کے لئے اتنی کوششیں کریں جتنا کہ وہ اس کا مستحق ہے اور اپنی نظر میں ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان رکھیں: "لَأَنْ يَهْدِيَ اللهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ"[1] (اگر اللہ تعالیٰ تمہاری

---

1 صحیح بخاری ۳۷۰۱، صحیح مسلم ۲۴۰۶

وجہ سے کسی ایک شخص کو بھی ہدایت دے تو یہ تمہارے لئے اس سے کہیں بہتر ہے کہ تمہارے پاس سرخ اونٹوں ہوں)

ہم سے یہ کہا جاتا ہے کہ شرک وبدعات کا دور تو کب کا ختم ہو چکا، حالانکہ ہر گزرتا ہوا دن بتلا رہا ہے کہ وہ نہ صرف زندہ ہیں بلکہ روز بروز جڑ پکڑتے جا رہے ہیں، ان کو پھیلانے کے لئے مدارس وجود میں لائے جا رہے ہیں۔ جہاں ان کے احبار ورہبان اور مجاور (علمائے سوء اور صوفی) تیار ہو رہے ہیں۔ حکومتیں ان کا تعاون اور حفاظت کا کام انجام دے رہی ہیں۔ ہم مسلمانوں کو یہ کیوں نہیں سمجھاتے کہ یہ تمام اعمال جاہلیت اللہ کی حاکمیت کے خلاف ہیں؟ ہم انہیں اللہ کی حاکمیت کی دعوت کیوں نہیں دیتے؟ اور ان تمام معاملات میں انہیں اللہ کی حاکمیت کے آگے کیوں نہیں جھکاتے؟

﴿ قُلْ یَا أَهْلَ الْكِتَابِ هَلْ تَنقِمُونَ مِنَّا إِلاَّ أَنْ آمَنَّا بِاللّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلُ وَأَنَّ أَكْثَرَكُمْ فَاسِقُونَ-قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُم بِشَرٍّ مِّن ذَلِكَ مَثُوبَةً عِندَ اللّهِ مَن لَّعَنَهُ اللّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ أُوْلَـئِكَ شَرٌّ مَّكَاناً وَأَضَلُّ عَن سَوَاء السَّبِيلِ-وَإِذَا جَآؤُوكُمْ قَالُوَاْ آمَنَّا وَقَد دَّخَلُواْ بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُواْ بِهِ وَاللّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُواْ يَكْتُمُونَ-وَتَرَى كَثِيرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُواْ يَعْمَلُونَ-لَوْلاَ يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالأَحْبَارُ عَن قَوْلِهِمُ الإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُواْ يَصْنَعُونَ-وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللّهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُواْ بِمَا قَالُواْ بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنفِقُ كَيْفَ يَشَاء وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيراً مِّنْهُم مَّا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا وَأَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاء إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كُلَّمَا أَوْقَدُواْ نَارًا لِّلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللّهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الأَرْضِ فَسَادًا وَاللّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴾ (سورۃ المائدہ: ۵۹-۶۴)

(تم کہہ دو: اے اہل کتاب! کیا تم ہم سے اسی لئے بگڑے ہوئے ہو کہ ہم اس ہدایت پر ایمان لائے ہیں جو ہماری طرف نازل کی گئی اور اس پر بھی جو ہم سے پہلے نازل کی گئی تھی اور تم میں سے اکثر فاسق ہیں، تم کہہ دو: کیا میں تم کو نہ بتاؤں کہ اللہ کے پاس انجام کے لحاظ سے سب سے بدتر کون ہے؟ وہی جس پر اللہ نے اپنی لعنت بھیجی اور اس پر اپنا قہر اتارا، ان میں سے کچھ کو بندر اور سور بنایا اور جنہوں نے طاغوت کی پرستش کی وہی لوگ بدترین درجہ میں ہیں: جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور حالت یہ ہے کہ کافر ہی آئے تھے اور کافر ہی چلے گئے اور اللہ اچھی طرح جانتا ہے جو وہ چھپائے ہوئے ہیں۔ ان میں سے اکثر لوگوں کو آپ دیکھیں گے کہ وہ گناہ، ظلم، وزیادتی اور سود خوری میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کرتے ہیں، بہت ہی برے کام ہیں جو وہ کرتے ہیں، انہیں گناہ پر زبان کھولنے اور حرام کھانے سے ان کے درویش اور علماء کیوں نہیں روکتے، یقیناً بہت ہی برا ہے جو وہ کر رہے ہیں۔ یہود نے کہا کہ اللہ کا ہاتھ تنگ ہے، تنگ ہو جائیں ان کے ہاتھ

اور لعنت ہے ان پر ان کے اس کہنے کے سبب بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں، وہ جیسا چاہتا ہے خرچ کرتا ہے، ان میں سے اکثر کی شرارت اور انکار اس کلام سے مزید بڑھے گی جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر اترا ہے۔ جب کبھی یہ لڑائی بھڑکاتے ہیں تو اللہ اسے بجھا دیتا ہے اور زمین میں فساد مچانے کی کوشش کرتے ہیں، اور اللہ مفسدوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا)

ان کے تعلق سے مزید ارشاد ہے:

﴿فَبِمَا نَقْضِهِم مِّيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ وَنَسُواْ حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُواْ بِهِ وَلاَ تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَىَ خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ إِلاَّ قَلِيلاً مِّنْهُمُ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ إِنَّ اللّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾ (سورة المائدة: ١٣)

(ہم نے ان کی بدعہدی کی وجہ سے ان پر لعنت بھیجی اور ان کے دل سخت کر دئے، وہ باتوں کو اپنی جگہ سے بدل دیتے ہیں اور انہیں جو نصیحت کی گئی تھی اس کا بڑا حصہ بھلا بیٹھے، اور تم کو ان کی ایک ایک خیانت کا پتہ چلتا رہے گا، تم انہیں معاف کرتے اور درگزر کرتے رہو، بے شک اللہ احسان کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے)

پہلے اصلاح حکام کی یا علمائے سوء کی؟

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں عیسائی تھے اور ان کی کئی ریاستیں اور سلطنتیں تھیں۔ یورپ، شام اور مصر میں قیصر کی حکومت تھی، ایتھوپیا اور افریقہ میں نجاشی کی حکومت تھی، کیا قرآن نے عیسائی بادشاہوں اور حکام کے انحراف کی اصلاح کی، یا خود عیسائیوں یا ان کے درویشوں اور پادریوں کی؟ قرآن کی طرف پلٹو تاکہ وہ ہمیں خبر دے کہ اصلاح کا زیادہ مستحق کون ہے اور قرآن نے عملاً کس کی اصلاح کی؟ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَمِنَ الَّذِينَ قَالُواْ إِنَّا نَصَارَى أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُواْ حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُواْ بِهِ فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاء إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّهُ بِمَا كَانُواْ يَصْنَعُونَ﴾ (سورة المائدہ: ١٤)

(اور جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہم نصاریٰ ہیں، ہم نے ان سے عہد لیا، پھر انہوں نے اس نصیحت کا بڑا حصہ فراموش کر دیا جو کہ ان کو کی گئی تھی، تو ہم نے بھی ان کے درمیان آپس میں بغض وعدات ڈال دی، جو قیامت تک رہے گی، اور عنقریب اللہ انہیں وہ سب کچھ بتادے گا جو یہ کیا کرتے تھے)

یہود و نصاریٰ کے متعلق ارشاد ہے:

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاء اللّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُم بِذُنُوبِكُم بَلْ أَنتُم بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاء وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاء وَلِلّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ﴾ (سورۃ المائدہ:۱۸)

(یہود و نصاریٰ نے کہا: ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں، تم کہہ دو پھر وہ تمھیں تمہارے گناہوں کی سزا کیوں دیتا ہے؟ بلکہ تم اس کی مخلوق میں سے ایک انسان ہو، جسے وہ چاہتا ہے بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے، آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے اللہ کی ملکیت ہے اور اس کی طرف لوٹنا ہے)

نیز ارشاد ہے:

﴿اتَّخَذُواْ أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَاباً مِّن دُونِ اللّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُواْ إِلاَّ لِيَعْبُدُواْ إِلَـهاً وَاحِداً لاَّ إِلَـهَ إِلاَّ هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ (سورۃ التوبۃ:۳۱)

(انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے علاوہ رب بنالیا، حالانکہ انہیں صرف ایک معبود (برحق) کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا۔ جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ پاک ہے ان شریکوں سے جو یہ مقرر کر رہے ہیں)

جس وقت آپ ﷺ یہ آیت تلاوت فرمارہے تھے آپ کے پاس سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ آئے (جو پہلے نصرانی تھے) اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ کی قسم! ہم ان کی عبادت نہیں کرتے تھے، آپ نے فرمایا: کیا حرام چیز کو ان کے حلال ٹھہرانے کی وجہ سے تم حلال نہیں سمجھتے تھے؟ اور جس حلال چیز کو وہ حرام قرار دیں اسے حرام نہیں سمجھتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں یہ تو تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: یہی ان کی عبادت ہے۔

یہود و نصاریٰ کے تعلق سے قرآن کہتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِنَّ كَثِيراً مِّنَ الأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللّهِ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلاَ يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ (سورۃ التوبۃ:۳۴)

(اے ایمان والو! بے شک بہت سے (یہودی و نصرانی) علماء اور درویش لوگوں کا مال ناحق کھاجاتے ہیں اور اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تم انہیں دردناک عذاب کی

خوشخبری سنادو)

امام کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی وفات اس عالم میں ہوئی کہ آپ یہود ونصاریٰ پر ان کے عقائد کے بگاڑ کی وجہ سے لعنت بھیج رہے تھے: "لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ"[1] (یہود ونصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو، انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجد بنالیا)

قرآن کریم کی کئی آیتیں اور بے شمار احادیث یہود ونصاریٰ کے عقیدہ اور اخلاقی بگاڑ کے متعلق وارد ہیں۔ لیکن ایک بھی آیت ان عیسائی بادشاہوں اور حکام کی خباثت اور شر کی مذمت میں نہیں ملتی جو آپ ﷺ کے معاصر تھے۔ تو پھر اسلامی دعوت اس منہج اور نکتہ نظر پر کیوں نہیں چلتی؟

یہی دعوت الی اللہ کا صحیح منہج ہے، اس لئے کہ دینی منحرف لوگوں کی لیڈری سیاسی منحرف لیڈروں سے کہیں زیادہ خطرناک ہے، کیوں کہ دینی سربراہ لوگوں کا اعتماد، محبت اور دوستی حاصل کر لیتے ہیں اور لوگ نہایت ادب اور محبت سے ان کی طرف جھکتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ جب دینی سربراہ دین سے برگشتہ ہوں گے تو لوگوں کو اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے اور ان کی رہنمائی اللہ کے غضب اور دوزخ کی طرف کریں گے، معاشرہ پر ان کا اثر اس قدر ہولناک ہوتا ہے کہ سیاسی سربراہ بھی انہیں کے آگے سرنگوں ہونے پر مجبور ہیں، یہود ونصاریٰ دنیوی طور پر چاہے کتنے ہی اعلیٰ مقام پر فائز ہوں لیکن اپنے دینی سربراہ کے آگے جھکے ہوئے ہیں۔ اسی طرح ان فرقوں کے پیرو جو اسلام کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں مثلاً شیعہ، معتزلہ، اشاعرہ (ماتریدیہ)، خوارج اور صوفی وغیرہ بھی اپنی مذہبی قیادت کے مطیع وفرمانبردار ہیں۔ اسلام سے برگشتہ دینی قیادتوں نے اس امت کے عقائد، اخلاق، عبادات اور ثقافت کو بگاڑ دیا ہے اور دین کو بری طرح زک پہنچائی ہے۔ پھر ہم کیوں ان کے سُر

---

[1] تخریج گزر چکی ہے۔

میں سُر ملائیں اور ان کے فساد کو کم تر جانیں؟ جب کہ وہی ہر مصیبت کا دروازہ ہیں[1]۔

ان دینی گمراہ قیادتوں میں آپ کو شیعہ اور روافض ملیں گے، جن کے زیرِ سایہ زندیق اور ملحد پرورش پا رہے ہیں، یہاں آپ کو تصوّف کے سربراہ ملیں گے جو بے انتہاء گمراہیوں کے مالک، وحدۃ الوجود، وحدۃ الادیان اور حلول جیسے بدعتی اور مشرک، گمراہ افکار کے حامل ہیں۔ یہیں خوارج، معتزلہ، مرجیہ اور جبریہ کے امام ملیں گے، جنہوں نے امت کو طوفان کے ایسے بھنور میں پھنسا دیا ہے جس کا انجام اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور عام مسلمان ان کے ہاتھ میں مہرے بنے ہوئے ہیں، ان افکار کے حاملین ان کو اس طرح اپنے مقاصد کی طرف بہا کر لے جا رہے ہیں جیسے کہ سیلاب، تنکوں کو بہالے جاتا ہے۔

جو شخص سخت کاوش، اخلاص اور سچائی کے ساتھ مسلمانوں کے حالات کی اصلاح کرنا چاہتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ بالعموم تمام انبیاء علیہم السلام اور بالخصوص پیغمبر اعظم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کی پیروی کرے، جس کی نشان دہی ہم نے متعدد مقامات پر بالتفصیل کی ہے:

﴿قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (یوسف:۱۰۸)

(تم کہہ دو: یہ میرا راستہ ہے، میں اور میری اتباع کرنے والے اللہ کی طرف بصیرت سے بلاتے ہیں اور اللہ کی ذات پاک ہے، میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں)

اور میں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ جو بھی اس منہج سے نوجوانوں اور داعیان کو منحرف کرتا ہے چاہے اس کی دعوت سیاسی ہو یا صوفی ازم وغیرہ کی، وہ انبیاء علیہم السلام کے منہج کی خوبیوں اور دعوت انبیاء سے بے خبر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں جس روشن راہ پر چھوڑا ہے اس سے ہٹنے والا، برباد ہی ہونے والا ہے۔ جو لوگوں کو یہ تصور دیتا ہے کہ شر وفساد کا منبع صرف حکام

---

[1] حالانکہ یہ ضروری نہیں صحیح بخاری کی شروع میں کتاب بدء الوحی میں حدیث ہرقل مشہور ہے کہ جس میں ہرقل نے ابوسفیان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ کی دعوت کی صفات معلوم کرنے کے بعد اپنی قوم کو اور بڑے رؤسا کو کہا اگر خیر وبھلائی چاہتے ہو تو اس نبی پر ایمان لے آؤ مگر وہ عوام اور قوم تھی کہ جو یہ سن کر ہی بدکنا شروع ہو گئی اور ہرقل کو اپنے منصب کا خوف لاحق ہوا تو اس نے جھوٹ کہتے ہوئے کہ میں تمہارے ایمان کو آزما رہا تھا بات بنالی، یہاں تو حاکم ایمان لانا چاہ رہا ہے مگر عوام مصیبت کا دروازہ ثابت ہو رہی ہے۔ صحیح بخاری حدیث ۷ (طع)

ہیں وہ قرآن کریم، سنت نبوی اور اسلامی و انسانی تاریخ کے بیان کا مخالف ہے۔ گویا وہ انبیاء علیہم السلام سے چھوٹے ہوئے امورِ خیر (نعوذ باللہ، انبیاء علیہم السلام سے خیر کا کوئی بھی پہلو نہیں چھوٹا) کو منظر عام پر لا رہا ہے، خصوصاً جب مبلغین کا طبقہ اپنی ساری توانائیوں کو صرف سیاسی میدان میں لگادے۔ فساد اور بگاڑ کا اصلی منبع وہی ہے، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کی زبانی بتلایا ہے اور اس کے خاتمہ کے لئے طریقہ متعین کیا ہے، اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ اسی کے تابع ہے داعی الی اللہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسے سمجھے، اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلے اور انبیاء علیہم السلام کی رکاب تھام لے۔

یہ استاد مودودی کے افکار کے چند نمونے تھے جس پر مشرق و مغرب کے بہت سے لوگ ایمان لا چکے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کی نظر میں اسلام کا خلاصہ اور اس کا آخری مقصد حصولِ اقتدار ہے، جس کے لئے یہ حضرات جدوجہد کر رہے ہیں اور اسی راستے میں قربانیاں پیش کر رہے ہیں۔ اس محاذ کو بعض اسلام پسند مصنّفین نے بھی تقویت پہنچائی ہے۔ استاذ عبدالقادر عودہ کا شمار بھی اسی طبقہ میں ہے۔ آپ کہتے ہیں:

"اسلامی احکام دین و دنیا دونوں کے لئے بنائے گئے ہیں، اسلام نے جو احکام ہمیں عطا کئے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں:

ا: وہ جن سے دین قائم کیا جائے، وہ عقائد اور عبادات کے احکام پر مشتمل ہے۔

٢: وہ احکام جن سے ریاست اور جماعت کی تشکیل کی جائے اور یہ افراد کی جماعت سے اور جماعت کی افراد سے تعلقات کی تشکیل ہے اور یہ احکام، معاملات، عقوبات (سزاؤں) شخصی، قانونی اور بین الاقوامی حالات پر مشتمل ہے۔ اسلام دین اور دنیا کے ڈانڈے ملاتا ہے۔ مسجد کا ریاست سے تعلق پیدا کرتا ہے، اسلام دین بھی اور حکومت بھی، عبادت بھی ہے اور قیادت بھی، دین جیسا اسلام کا ایک حصہ ہے اسی طرح اس کا دوسرا بلکہ اہم حصہ حکومت ہے"[1]

یہ کلام تو بہت خطرناک اور دقت نظر سے بعید تر ہے۔

کہاں ہیں اس دعوی کے حق میں ان کے دلائل و براہین صریحہ کہ حکومت توحید اور اس کی تینوں اقسام ربوبیت،

---

[1] "الاسلام بین جھل ابنائہ وعجز علمائہ" (اسلام اپنے فرزندان کی جہالت اور علماء کی عاجزی کے مابین) ص١٨٠ اس کتاب کو سعودی مذہبی امور کے حکومتی ادارے وزارۃ البحوث العلمیۃ والافتاء والدعوۃ والارشاد نے اس غلطی پر متنبہ ہوئے بغیر شائع کر دیا تھا۔

الوہیت اور اسماء وصفات سے بھی اہم ہے اور ارکان ایمان اللہ تعالی پر، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، یوم آخرت اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لانے سے اہم تر ہے۔

اور یہ کہ ارکان اسلام شہادتین "شھادۃ أن لا إلہ إلا اللہ وأن محمد رسول اللہ"، نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے، حج بیت اللہ الحرام اور تمام عبادات، اذکار وادعیہ سے اہم تر ہے۔

حکومت تو حقوق اسلام میں سے ایک حق اور واجبات اسلام میں سے ایک واجب ہے۔ پھر اگر ان کی مراد حکومت کرنے والے افراد ہیں تو وہ اسلام کا جزء نہیں کہلا سکتے۔ لیکن اگر ان کی مراد اس سے وہ اسلامی نصوص ہیں جن کی حکومت تطبیق و تنفیذ کرتی ہے تو وہ واقعی اسلام کا جزء ہیں مگر وہ اس کی مثال میں فروعی امور سے متعلقہ نصوص بیان کر رہے ہیں جیسے معاملات، عقوبات (حدود) اور شخصی احوال۔۔ الخ۔

یعنی وہ اساسیات واصولوں کی مثال بیان کرنے کے بجائے بعض فروعات کو بیان کر رہے ہیں۔ یہ بالکل بھی جائز نہیں کہ کوئی مسلمان یہ کہے یا اعتقاد رکھے کہ یہ جزئیات اسلام میں سے اہم ترین امور ہیں، حالانکہ رسول کریم ﷺ اور قرآن عظیم نے ارکان دین وارکان اسلام واضح کر دئے ہیں اور اس بیان میں صراحتاً یا اشارۃً کہیں نہیں ہے کہ حکومت اسلام کا اہم ترین جزء ہے۔

بہر حال اس قسم کی عبارات سیاسی پہلو کے بارے میں غلو اور اس سے اہم ترین پہلو یعنی ایک اللہ کی خالص عبادت کی دعوت اور شرک وبدعات کے خلاف جنگ اور اسلام کے دیگر پہلوؤں کے بارے میں اہمال ولاپرواہی پر منتج ہوتی ہیں۔

سید قطب رحمہ اللہ کا راز

مسلم دانشوروں نے عموماً اور اس نکتۂ نظر کے بعض قائدین نے خصوصاً، اس نقصان کا ادراک کر لیا جو سیاسی پہلو کے اہتمام کے غُلو نے نوجوانوں کے عقائد کو دعوت الی اللہ کو اور خود نوجوانوں کو پہنچایا، اسی لئے انہیں نصیحت کی، جن میں سے ایک

سید قطب رحمہ اللہ بھی ہیں[1]۔ فرماتے ہیں:

''اخوان المسلمون کی تحریک پر طویل غور و فکر اور موجودہ تحریک کا اسلام کی پہلی تحریک سے موازنہ کرنے کے بعد مجھ پر یہ واضح ہو گیا کہ آج کی تحریک انہیں حالات کا مقابلہ کر رہی ہے جن سے ابتدائے اسلام کے وقت انسانی معاشرہ دوچار تھا، یعنی اسلامی عقائد سے جہالت، اسلامی اخلاق سے دوری اور یہ صرف اسلامی اور شرعی نظام سے دوری نہیں۔ اس دور میں ایسی طاقتور صیہونی و صلیبی استعماری طاقتیں وجود میں آگئی ہیں جو اپنی تمام کوششوں کے ساتھ اسلامی دعوت سے بر سرِ پیکار ہیں اور اسے مٹانے کے لئے کام کر رہی ہیں، ایسی تنظیمیں علاقائی مسائل اور اپنی خفیہ تدبیروں کے ذریعے جو ان کے اغراض کو بروئے کار لانے میں معاون ہیں، کام کر رہی ہیں۔

اور ادھر اکثر اسلامی تحریکوں نے محدود علاقائی و سیاسی تحریک کا روپ دھار کر اسی میں اپنے آپ کو ڈبو دیا ہے۔ جیسے حکومت کے کسی معاہدے کی مخالفت، یا مخالفت پر موافقت، یا کسی پارٹی کی مخالفت یا الیکشن میں کسی امیدوار کے خلاف پروپگنڈہ یا انہوں نے حکومت سے اسلامی شرعی نظام کے مطالبہ کرنے کی حد تک ہی اپنے آپ کو مشغول رکھا ہے، جب کہ عالم یہ ہے کہ سارے کا سارا معاشرہ عقیدے کے مفہوم، ایمانی غیرت اور اسلامی اخلاق سے کوسوں دور ہے۔ ایسے حالات میں اسلامی تحریکوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس قاعدے سے ابتداء کریں کہ لوگوں کے دل و نظر میں اسلامی عقیدے کے مفہوم کو زندہ کریں اور اس دعوت کے صحیح مفہوم کو قبول کرنے والوں کی صحیح اسلامی تربیت کریں، موجودہ سیاسی جھمیلوں میں اپنا وقت برباد نہ کریں اور اس سے پہلے کہ خود معاشرہ اسلامی نظام کی حقیقت کو جان کر اسے دلی طور پر حاکم تسلیم کرنے کے لئے آمادہ نہ ہو وہ خود اس کا مطالبہ نہ کریں، اسلامی نظام کو اقتدار پر قبضہ کر کے حاصل کرنے کا خیال دل سے نکال دیں۔ کیوں کہ اسلامی نظام اور اللہ کی حاکمیت یہ جلد حاصل ہونے والا مقصد نہیں ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ سارا معاشرہ یا کم از کم

---

[1] جريدة المسلمون الدوليّة ((المسلمون))، السنة الأولى العدد الثالث، الصادر في يوم السبت الموافق ۴/جمادى الآخرة/۱۴۰۵ھ، (ص:٦)، سلسلة مقالات کے تحت عنوان میں سے ایک حلقہ بعنوان (لماذا أعدموني) (مجھے کیوں پھانسی دیتے ہو)، جو کہ اسی نام کے ساتھ ایک مستقل کتاب کی صورت میں طبع ہو چکا ہے "لماذا أعدموني"، ملاحظہ ہو اس کا (ص:۲۸).

ایسے نیک لوگ جو باوزن اور جن کی حیثیت ثقہ ہو کا ایک بڑا گروہ زندگی کے ہر معاملے میں صحیح اسلامی عقیدے [1] کے مفہوم کو اپنے اوپر نافذ کر لے، اسلامی نظام کے لئے ضروری ہے کہ اسلامی اقدار پر ان کی صحیح اسلامی تربیت ہو چاہے یہ کام کس قدر ہی سست رفتاری سے کیوں نہ سرانجام پائے اور کتنا ہی عرصہ کیوں نہ لے۔

ان حالات میں مجھ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہر نوجوان اور قیدی (جو آپ کے ساتھ قید کئے گئے تھے) کو نہایت حزم واحتیاط سے اسلامی شرعی نظام کی تفصیلات پر بحث سے پہلے اسلامی عقائد کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے زور دوں اور انہیں اپنی توانائیوں کو بلادِ اسلامیہ کی موجودہ سیاست میں جھونکنے سے روکوں، تاکہ معاشرہ کی بڑی تعداد کی بھرپور صحیح اسلامی تربیت ہو جائے، اس کے بعد فطری طور پر دوسرے مرحلے میں معاشرہ کی تربیت ہو گی۔ کیوں کہ تمام انسانی معاشروں، بشمول اسلامی ممالک کے معاشروں کی حالت کافی حد تک یا بالکل ہی زمانۂ جاہلیت کے معاشروں کی طرح ہے [2]۔ اس لئے ان کی اصلاح عقائد اور اخلاق سے شروع کی جائے نہ کہ شریعت اور نظامِ حکومت کے مطالبے سے۔ اس لئے آج ہر تحریک کو اسی نکتۂ آغاز سے اپنی دعوت شروع کرنی چاہیئے، جس سے کہ اسلام نے شروع کی ہے اور ہو بہو انہیں خطوط پر دعوت کو استوار کیا جائے البتہ بعض موجودہ حالات کی مراعات برتی جاسکتی ہیں" [3]

یہ سید قطب کی وہ اچھی باتیں تھیں جس میں وہ حق بجانب تھے کہ جو انہوں نے سیاسی انہماک سے اپنے رجوع کے متعلق لکھی تھیں، لیکن افسوس کہ موصوف نے اپنے عقیدے اور فکر کی غلطیوں سے رجوع نہیں کیا، جو اب تک برابر پڑھی اور پڑھائی جا رہی ہیں۔ موصوف کی انہیں غلطیوں نے ہم سے یہ تقاضہ کیا کہ ہم ان کے عقیدے اور فکر کی لغزشوں کی نشاندہی

---

[1] سید قطب کے اس قول "صحیح عقیدہ" سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے حالانکہ وہ اسے اکثر استعمال کرتا ہے مگر اس کی اس سے مراد مختلف عقائد پر مبنی مخلوط عقیدہ ہوتا ہے ناکہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ۔

[2] اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ سید قطب اب بھی اسی بات پر مصر تھے جو انہوں نے اپنی تفسیر "فی ظلال القرآن"، "معالم فی الطریق" اور "العدالة الاجتماعية" میں بیان کیا ہے کہ موجودہ اسلامی معاشرے قبل از اسلام جاہلیت کے معاشرے ہیں جن کی شریعت واسلام کو اسلام قبول نہیں کرتا۔ ہم نے ان کا کلام محض اس اعتبار سے نقل کیا ہے کہ وہ بھی آخر کار اسی نتیجے پر پہنچے کہ سیاست میں انہماک نوجوانان اسلام کے لئے نقصان دہ ہے فائدہ مند نہیں۔

[3] لماذا أعدموني (ص:٦-٧) جریدے میں سے اور (ص: ۳۴، ۳۰، ۲۹، ۲۸) کتاب میں سے۔

کریں۔ اللہ نے توفیق دی تو ہم اس پر ایک خاص تحقیق شائع کریں گے[1]۔

استاذ عمر تلمسانی رحمہ اللہ کا اقرار

استاذ عمر التلمسانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

نوجوانوں کے سیاسی پہلو میں انہماک اور دیگر اسلامی پہلوؤں سے عدمِ رغبت نے انہیں دکھ پہنچایا ہے: "۔۔۔اب جب کہ یہ سطور اس (بیسویں) صدی کے آخری دہے کے شروع میں افسوس کے ساتھ لکھ رہا ہوں، ہو سکتا ہے کہ آگے چل کر اسلامی میدان میں کام کرنے والے نوجوانوں کی ساری تگ و دو صرف سیاسی پہلو پر ہی مرکوز ہو جائے، جس نے انہیں کچھ فائدہ تو ضرور دیا لیکن بے شمار نقصان پہنچایا ہے[2]، گویا کہ ان کی نظر میں دعوت الی اللہ میں صرف اور صرف سیاسی پہلو ہی داخل ہے"

پھر آپ ان اسباب کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں جو نوجوانوں کی سیاسی انہماک کا باعث بنے:

"اس میں کوئی شک نہیں کہ متواتر رونما ہونے والے سیاسی واقعات اور حکومت کے ان سے نپٹنے کے متواتر غلط اقدامات نے مصری سطح پر مسلم نوجوانوں کو یہاں تک برانگیختہ کر دیا ہے کہ وہ حالاتِ حاضرہ پر کھل کر رائے زنی کریں اور امراض کے علاج کے لئے کوشاں ہوں جو حکومت کے غلط اقدامات کی وجہ سے ملک کو لاحق ہو چکے ہیں، پھر یہ جنون کچھ یہاں تک بڑھا کہ جو شخص یونیورسٹی کے طلبہ کو ملک کے داخلی اور خارجی سیاست پر رائے زنی سے احتراز کا مشورہ دے گا تو ایسا محسوس کیا جانے لگا کہ وہ انہیں ان کے ایک فطری حق سے محروم کر رہا ہے"

---

[1] اللہ تعالی نے اس کی طباعت کی آسانی فرمائی جس کا نام میں نے "اضواء اسلامیۃ علی عقیدۃ سید قطب وفکرہ" جیسا کہ اللہ تعالی نے سید قطب کی گمراہیوں کے بیان پر دیگر کتب بھی تالیف کرنے کی توفیق عنایت فرمائی: "مطاعن سید قطب فی اصحاب رسول اللہ"، "الحد الفاصل بین الحق والباطل" اور "العواصم مما فی کتب سید قطب من القواصم"

[2] ان فسادات، نقصانات، مظاہرے، خون خرابے کی مثالیں آج بھی آپ مصر، لیبیا اور دیگر خلیجی ممالک میں دیکھ سکتے ہیں۔ (ط ع)

پھر ان اسباب کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں جو نوجوانوں کو سیاست میں انہماک پر ابھارتے ہیں:

"لیکن میں ان موجودہ حالات میں یونیورسٹی سطح کے طلبہ کا اس ناحیہ سے مواخذہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ انہوں نے اپنی ساری تگ و دو اور محنتوں کو سیاسی پہلو پر ان طریقوں سے لگا دیا ہے جسے میں ان کے لئے صحیح نہیں سمجھتا، یہاں تک کہ ان کی حالت یہ ہوگئی ہے کہ وہ ازہر یونیورسٹی ہو یا کوئی دوسری یونیورسٹی یا کسی دوسری جگہ کوئی بھی کانفرنس کریں گے تو صرف سیاسی مقاصد کے لئے ہی کریں گے۔ کاش ان کے پروگرام میں سیاست کے علاوہ دین کا بھی کوئی پہلو ہوتا جسے وہ ضروری سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہوتے"(1)

استاذ تلمسانی نے بجا طور پر سیاسی پہلو میں غلو پر اپنی ناراضی کا اظہار فرمایا ہے، لیکن انہوں نے اس غلو کے اسباب بیان کرنے میں کوتاہی سے کام لیا ہے، بے شک آپ نے چند اسباب ذکر کئے ہیں، لیکن مذکورہ اسباب کے علاوہ کچھ طاقتور اور اہم اسباب ہیں جن کا نوجوانوں کی عقل اور اذہان پر گہرا اثر ہے۔ اور وہ، وہ سیاسی افکار ہیں جن پر ان کی تربیت ہوئی، جیسے مودودی اور اس نکتہ نظر کے دیگر قائدین کے افکار، جن پر ہم نے گذشتہ اوراق میں مواخذہ کیا ہے، یہ تو ان کی کتابوں اور اقوال سے اخذ کردہ صرف چند نمونے ہیں ورنہ۔۔۔۔۔۔

اگرچہ جب اس تحریک کے بعض سربراہوں نے نوجوانوں کی سیاست سے اس قدر شیفتگی اور غلو کو محسوس کیا، بقول استاذ تلمسانی:

"انہوں نے اپنی ساری تگ و دو اور امکانیات کو سیاسی پہلو پر ان طریقوں سے لگایا ہے جنہیں وہ صحیح نہیں سمجھتے"

تو پھر یہ قائدین ان نوجوانوں پر رحم کرتے ہوئے ان کی تربیت کے منہج اور خطرناک سیاسی افکار پر نظرِ ثانی کیوں نہیں کرتے؟ اور ان افکار کا کتاب و سنت کی روشنی میں بیدار مغزی سے کیوں نہیں جائزہ لیا جاتا؟ جو کتاب و سنت کے موافق ہیں انہیں برقرار رکھ کر، جو ان دونوں کے موافق نہیں، انہیں کیوں نہیں چھوڑا جاتا؟؟؟

صحیح عقیدہ پر امت کی تربیت ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اسی نکتہ آغاز سے کام شروع کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ

---

1 الموهوب استاذ الجيل: ٩٠

امتِ اسلامیہ اور اس کے مبلغین و دعاۃ کو انبیاء علیہم السلام کے طریقے کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے، جس میں ان کی سعادت اور سیادت دونوں موجود ہے۔

خاتمۃ الکتاب

اس کتاب کے خاتمہ پر میں اللہ کی حاکمیت کے تعلق سے کہوں گا:

بے شک حکم صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے، میں اس کی حاکمیت پر ایمان رکھتا ہوں، کہ تمام افراد، جماعتیں، حکمران اور مبلغین اس کی حاکمیت کے آگے جھک جائیں۔اور اس پر بھی ایمان رکھتا ہوں کہ جو اپنی دعوت، عقیدے اور حکومت میں اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق عمل نہیں کرتے وہی کافر، ظالم اور فاسق ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور جیسا کہ سلف صالحین نے سمجھا ہے، نہ کہ ان افراط و تفریط کرنے والوں نے جس طرح سمجھا ہے''[1]

اور میں افسوس کے ساتھ ہر اس شخص، تنظیم اور جماعت سے دوری کا اعلان کرتا ہوں جو کہ اللہ کی حاکمیت کو کسی ایک خاص پہلو پر مرکوز کردے، یا انبیاء علیہم السلام کے حکمت سے بھرپور واضح منہج کی مخالفت کرے، یا اصول کو چھوڑ کر فروع سے اپنی دعوت کا آغاز کرے[2]، یا وسائل کو مقاصد قرار دے[3]، یا ان حقیقی مقاصد کی کسرِ شان کرے یا انہیں مؤخر کرے جن پر تمام انبیاء علیہم السلام لگاتار پے در پے چلتے ہوئے آئے ہیں، اور عاجزی کے ہاتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور پھیلاتے ہوئے یہ دعا کرتا ہوں کہ

---

[1] افراط کرنے والے جیسے ہر شرعی مخالفت کو کفر گردانتے ہیں اور تفریط کرنے والے شرعی احکام کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ آیت تحکیم ﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ (المائدۃ: ۴۴) (جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں) کی صحیح سلفی تفسیر کے لئے ہماری ویب سائٹ اصلی اہل سنت ڈاٹ کام پر آیت تحکیم کی صحیح تفسیر و تخریج اور فتنۂ تکفیر از شیخ البانی، غیر شرعی فیصلے کی مختلف صورتیں اور احکام از شیخ ابن باز آیت تحکیم کی صحیح تفسیر اور حکام کی غلط تکفیر از شیخ بدیع الدین شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ اور آیت تحکیم کی تفسیر میں سلف صالحین کے اقوال کا مجموعہ ملاحظہ کریں۔ (طع)

[2] جیسے جہاد، خلافت، سیاست اور تبلیغ و فضائل وغیرہ سے دعوت کا آغاز کرنا توحید و رد شرک سے نہیں۔ (طع)

[3] جیسے حکومت و خلافت کو انبیاء کرام کا مشن قرار دینا۔ (طع)

وہ تمام مسلم جماعتوں، حکمرانوں اور مبلغوں کو اپنے تمام عقائد اور اخلاقی، اقتصادی، اجتماعی اور سیاسی معاملات میں کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کو حکم ماننے کی توفیق عطا فرمائے، حق پر انہیں متحد کرے، انہیں نفسانی خواہشات اور روحانی بیماریوں سے بچائے جن کی وجہ سے ان کی صفوں میں انتشار پھیلا ہے اور وحدت پارہ پارہ ہو گئی ہے۔ بے شک میرا رب دعا سننے والا ہے۔

اللہ کی رحمتیں ہوں ہمارے نبی محمد ﷺ پر، آپ کی آل اور آپ کے تمام اصحاب پر۔